وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا

ابو تراب

بر

مسند قضا و فصل الخطاب

علامہ جزائری

ادارہ علوم آلِ محمدؐ - لاہور

حضرت علیؑ کے بے نظیر
فیصلوں کا مجموعہ

ابو تراب

بر مسند قضا و فصل الخطاب

۲

علامہ جزائری مفتی السید طیب آغا موسوی مجتہد العصر
امام الجمعہ والجماعت جامع حائری لاہور

ناشر
ادارہ علوم آل محمدؐ بی ۱۲ شاد باغ لاہور

قیمت:۔ قسم اول ۸/۴ قسم دوم -/-/۳

عرضِ ناشر

"ابوتراب" کے چودہ حصّوں میں سے یہ
دوسرا حاضر ہدیۂ ناظرین ہے۔ یہ پیشکش پہلی کتاب
کی طرح کس قدر اچھوتی ہے اس کا اندازہ آپ مطالعہ
ہی سے کر سکتے ہیں۔ اس کا پہلا حصّہ اتنا مقبول ہوا کہ عراق
کے جلیل القدر اہل قلم حضرت علامہ نجم الدین عسکری مدظلہ
(صاحب کتاب مقام امیر المومنین) نے گرانقدر الفاظ پر مشتمل
ایک خط روانہ فرمایا ہے جس کا عکس دوسرے صفحہ پر ملاحظہ
فرمائیں گے۔

ارباب ایمانی سے التماس ہے کہ دعا فرمائیں کہ خداوند کریم
یونہی توفیق ارزانی فرمائے تاکہ باقی ۱۲ حصّے بھی جلد منظر عام پر آجائیں
جس سے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے
فضائل و کمالات کے نئے نئے گوشے آشکارا ہونگے۔

"ناشر"

عکس تحریر پر تو قیر حجۃ الاسلام علامہ نجم الدین الشریف العسکری۔ (سامراء۔ عراق)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين محمد وآله الطيبين الائمة
الطاهرين والسلام على السيد الجليل والمهذب النبيل فخر العلماء الاعلام والسادة الكرام حبر الامة ووارث
حضرة فضيلة العلامة السيد السند السيد جنت آغا الموسوي الجزائري دامت افاضاته
سيدي ومولاي تلقيت كتابكم الكريم فسرني ذلك ثم تصفحت مؤلفكم (ابوتراب) القيم الذي جمعتم فيه
بعض ما روي في احوال سيد الاوصيا وامير المومنين علي بن ابي طالب عليه السلام واحسنت ذلك من ترتيب
عملا بالسند لئلا يكون للمعترضين حجة وقد اديت ما وجب عليك من حقوق جدك (ع) نشر بعض
فضائله فجزاك الله خير جزاء وايدك ونصرك وجعلك منارا يهتدى به وبقيت باصلاح وآخر الله

ووفق الله المؤمنين أن يشاركوك في الأمور الخيرية التي تقوم بها إنه خير موفق ومعين هذا
ونسأل تبارك وتعالى أن يكثر أمثالك من العلماء فيشيد بكم الإسلام ويعلو كلمته إنه
على كل شيء قدير وبالإجابة جدير وأسأل الباري عز وجل أن يوفقكم لطبع جميع مؤلفاتكم النافعة
للمسلمين وأرجو من الله أن يوفقني لمساعدتكم في إعلاء الحق وإعلام الناس بكشف الستار عنه
وإثباته بأحسن طريقة وأقومها وقد قمتم ببري سفركم الخالد الذي لم يكتب مثله ولا يكتب وأختم كلامي
بالثناء والشكر لكم واعتذر من تأخير جواب رقيمتكم المباركة حيث كنت مصاباً بأمراض منعتني من
سرعة الجواب ولله الحمد عوفيت من ذلك ببركة أجدادكم عليهم السلام

الداعي والمقصر
نجم الدين ابن الشريف العسكري

٢٣ شعبان سنة ١٣٨٦

کتاب ابو تراب (جلد اول) کی قبولیت پر سامراء (مقام غیبت امام زمانہ ع)

سے بہترین سند

حجۃ الاسلام علامہ نجم الدین الشریف عسکری کی ایک گرانقدر مکتوب گرامی کا ترجمہ

بخدمت سید جلیل مہذب نبیل فخر علمائے اعلام و سادات کرام حبر الامۃ

دوارث ائمہ حضرت سید معتمد علامہ طیب آغا موسوی جزائری دامت افاضاتہ

سیدی مولای۔ میں آپ کا مکتوب گرامی پاکر مسرور ہوا و نیز آپ کی قیمتی تالیف (ابو تراب) بھی موصول ہوئی جس میں آپنے سید الاوصیا امیر المومنین علی بن ابی طالب کے حالات جمع کئے ہیں جن کو آپ نے علمائے اہل سنت کی کتابوں سے اخذ کیا ہے تاکہ کوئی اعتراض نہ کرسکے حقیقت امر یہ ہے کہ آپ نے اپنے جد بزرگوار (حضرت علی ع) کے بعض فضائل نشر کرکے ان کا حق واجب ادا کیا ہے لہذا اللہ آپ کو بہترین جزا دے اور آپ کی تائید و نصرت فرمائے اور آپ کو علم و ہدایت کا ایسا منارہ بنائے کہ آپ کے اقوال وافعال سے لوگ ہدایت حاصل کریں اور مومنین کو اس کی توفیق عطا کرے کہ وہ ان امور خیریہ میں آپ کے ساتھ تعاون فرمائیں جن کو آپ ان بلاد میں قائم کر رہے ہیں وہ بہترین موفق و مددگار ہے۔ و نیز خدا کی بارگاہ میں میری دعا ہے کہ ہمارے علماء میں آپ جیسے افراد پیدا کرے تاکہ آپ کے ذریعہ

اسلام مضبوط ہو اور اہل اسلام سربلند ہوں وہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا اور شرف قبولیت بخشنے والا ہے۔ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ وہ آپ کو آپ کے ان تمام مؤلفات کے شائع کرنے کی توفیق کرامت فرمائے جو مسلمانوں کے لئے نفع رساں ہیں اور خواہش کرتا ہوں کہ اللہ مجھ کو بھی اس کی توفیق عطا کرے کہ میں حق بات کہنے میں اور اس کو لوگوں تک پہنچانے میں اور اس پر سے باطل کے پردہ ہٹانے میں اور اس کو اس بہترین طریقے سے ثابت کرنے میں آپ کی اس طرح مدد کروں جس طرح آپ نے اپنے اس جاودان شاہکار میں ثابت کیا ہے یہ وہ کتاب ہے جس کا مثل آج تک ہرگز نہیں لکھا گیا تھا اور نہ لکھا جا سکتا ہے۔ آخر میں اپنے کلام کو آپ کی ثنا و شکر پر ختم کرتا ہوں اور معذرت چاہتا ہوں کہ آپ کے خط کے جواب میں تاخیر ہوئی کیونکہ میں مریض ہو گیا تھا اور اب آپ کے اجداد کی برکت سے شفایاب ہو گیا ہوں۔

دعاگو گنہگار

(حجۃ الاسلام) نجم الدین شریف عسکری سامرا۔ عراق

۴ شعبان ۱۳۸۰ھ

فہرست مطالب

مجرمانہ عقائد اور ان کی سزا

قتل

زنا

قتل و زنا

سرقہ

لواط و سحق

دیگر تعزیرات

بچّوں کے جرائم

باب الشہادات

کتاب الدیات

مالیات

میراث

غلام اور کنیز کے مسائل

فقہی باریکیاں

نفسیاتی باریکیاں

ریاضی باریکیاں

علم الابدان کی باریکیاں

علم ہندسہ کی باریکیاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وبہٖ نستعین

حرف اوّل

دنیا کا نظام بغیر کسی حکومت کے ایک پل کے لئے برقرار نہیں رہ سکتا ——— اور حکومت نام ہے ان ضوابط و قوانین کے نفاذ کا جو رعایا کے سود و بہبود کے لئے بنائے جائیں۔ ان قواعد و ضوابط کو سلامت رو افراد خود ہی مان لیتے ہیں لیکن نادان و سرکش طائع کو انہیں منوانا پڑتا ہے ——— یہاں سے تعزیرات کی ضرورت محسوس ہوئی۔

اسلام ——— جو ایک عظیم الشان حکومت کا علم نصب کرنے آیا تھا، ایسی حکومت جو عامۃ الناس کے لئے خیر دنیا و آخرت کا پیغام لے کر آئی تھی، اس حکومت کے لئے بھی ایسے قوانین و ضوابط کی ضرورت تھی جو دنیائے عقل سے اسلام کا کلمہ پڑھوا دیں۔ پھر ان قوانین کے لئے بھی نفاذ ضروری ہے اور نفاذ کے لئے تعزیرات

لازم ہیں، اسی نظام کے بر سر عمل لانے کو "قضا" یا عدلیہ کہتے ہیں۔

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ان قوانین وضوابط کا مقنن نہیں کہا جا سکتا کیونکہ آپ رسول تھے اور رسول کا کام پیغام پہنچانا ہے اس میں کسی قسم کی ردو بدل کرنا بھی شان رسالت الہیہ کے منافی ہے۔ اس لئے مقنن حقیقی ذات پروردگار تھی ہاں آپ ان قوانین وتعزیرات کے سب سے بڑے جاننے والے تھے جو سب سے پہلے آپ کے قلب اطہر پر اترے بعد ازاں آپ کی زبان معجز بیان کے ذریعہ عالم میں پھیلے۔ پھر جب آپ کی وفات ہو گئی! اس وقت علی بن ابی طالب سے بڑھ کر قانون الٰہی کا کوئی جاننے والا نہ تھا۔ یہ بات تاریخی مسلمات میں سے مانی جاتی ہے کہ آنحضرت نے اپنی حیات ہی میں اعلان کر دیا تھا ——— "اقضاکم علی" تم میں سب سے زیادہ علم قضا رکھنے والے علی ہیں (استیعاب)

علم قضا میں انسان اس وقت تک طاق نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو جملہ علوم میں مہارت تامہ حاصل نہ ہو۔ اس لئے بقول علامہ محمد بن یوسف گنجی شافعی رسول اللہ کی بارگاہ سے علی کو یہ سند ملنا قضاوت کی سند نہ تھی بلکہ اس کی سند تھی کہ ——— علی تمام صحابہ پر جملہ علوم وفنون میں فوقیت رکھتے ہیں!

اور بقول حضرت خلیفہ ثانی علی بن ابی طالبؑ اپنے اس عظیم مرتبہ پر جتنا بھی فخر کریں وہ کم ہے جیسا کہ علامہ ابن ابوالحدید معتزلی نقل کرتے ہیں :-

روی ابوبکر الانباری فی امالیہ ان علیا جلس الی عمر فی المسجد و عندہ ناس فلما قام عرض واحد بذکرہ ونسبہ الی التیہ و العجب - فقال عمر حق لمثلہ ان یتیہ واللہ لولا سیفہ لما قام عمود الاسلام، وھو بعد اقضی الامۃ وذو سابقتھا وذو شرفھا۔

(شرح ابن ابوالحدید ۳/۱۶۹)

ابوبکر انباری نے اپنی کتاب امالی میں روایت کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی حضرت عمر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور اس وقت ان کے پاس اور لوگ بھی تھے۔ جب آپ اٹھ کر چلے گئے تو حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ علی میں ناز و فخر کرنے کا جذبہ ہے حضرت عمر نے کہا کہ بالکل ٹھیک ہے علی جیسے انسان کو ناز و فخر کرنا ہی چاہیئے کیونکہ خدا کی قسم! اگر ان کی تلوار نہ ہوتی تو عمارت اسلام کا ستون کھڑا نہ ہوتا۔ نیز ان کو تمام امت محمدی میں سب سے بڑا قاضی مانا جاتا ہے نیز اسلام میں آپ کو سبقت و شرف حاصل ہے۔

حضرت عمر کی زبان پر مذکورہ اعتراف کوئی انوکھا نہیں، لیکن اس میں ایک نکتہ ضرور جالب توجہ ہے اور وہ یہ کہ آپ نے فرمایا کہ "اگر علی کی تلوار نہ ہوتی تو اسلام کا پہلا عمود قائم نہ ہوتا، اس کے مقابلہ میں دوسرے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اگر حضرت عمر کے فتوحات نہ ہوتے تو اسلام نہ پھیلتا یقیناً ان دونوں قولوں میں حضرت عمر ہی کی فرمائش کو فوقیت حاصل ہے۔ کیونکہ اگر پہلے علی کی تلوار نہ چلتی تو حضرت عمر کو بعد میں لڑنے والے مسلمان کہاں سے ملتے ــــــ؟ پھر فرمایا "آپ تمام امت محمدی میں سب سے زیادہ قضا کے جاننے والے ہیں" یہ آپ کے تبحر علمی کا اعتراف تھا۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص شجاع و نبرد آزما ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی عالم و دانا ہو لیکن تاریخ دہر میں کوئی فرد بشر ایسی نہیں ملتی جس میں یہ دونوں صفتیں جمع ہو جائیں اور وہ تلوار کا دھنی ہونے کے ساتھ شہسوار علم لدنی بھی ہو ــــــ یہ صرف زوج بتول و پروردۂ رسول ــــــ علی کی ذات گرامی ہے جنہوں نے اگر میدان رزم میں تلوار علم کی تو اس تلوار کی کوئی کاٹ نہ تھی اور جب بالائے منبر نعرۂ سلونی بلند کیا تو اس نعرہ کا بھی کوئی جواب نہ تھا۔

اور ایسا ہونا غیر طبعی نہ تھا کیونکہ علیؑ نے خزانۂ حکمت الٰہی حضرت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آغوش رحمت میں پرورش پائی تھی، ان کی زبان مبارک چوسی تھی یہی وجہ تھی کہ رسولؐ کے حسین حیات جس طرح خلق آنحضرتؐ کی محتاج تھی اسی طرح آپ کی وفات کے بعد علیؑ کی محتاج تھی اور آپ دوسروں سے بے نیاز تھے۔ زمام حکومت ملے یا نہ ملے لیکن وہ علمی حکومت جس کی بدولت قدرت نے آدمؑ کے سر پر تاج خلافت رکھ دیا اس کی باگ ڈور علیؑ ہی کے ہاتھ میں رہی۔ یہاں تک کہ آپ کے مشہور مخالف امیر معاویہ اپنی مخالفت کے باوجود مسائل مشکلہ علیؑ کے پاس بھیجا کرتے تھے اور جب آپ کی شہادت ہوگئی تو ان کو یہ اقرار کرنا پڑا کہ : ذھب الفقہ والعلم بموت علی بن ابی طالب۔ علیؑ کی موت سے علم وفقہ کی بستی اجڑ گئی (استیعاب ۳/۴۵)

اگر آپ ہمارے اس نظریہ سے موافقت کریں تو خیر ورنہ لسان وحی کے فرمان پر تو آپ کو سر تسلیم خم کرنا ہی پڑے گا جس میں آپ نے فرمایا ہے : انامدینۃ العلم وعلی بابھا۔ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا در ہیں (صحیح ترمذی[1]) آنحضرتؐ نے علیؑ مرتضیٰ کو اپنے علم کا دروازہ یونہی نہیں کہہ دیا بلکہ اس کے ثبوت میں آپ نے آنحضرتؐ کے سامنے

---

[1] صواعق محرقہ فصل ۲ باب ۹

مشکل سے مشکل مقدمات کو اپنے ناخن فکر سے حل کرنا شروع کر دیا تھا جیسا کہ اس کتاب میں آپ
آئندہ دیکھیں گے۔

جس وقت آپ یمن روانہ ہوئے اس وقت آپ نے رسول اللہ
کی خدمت میں عرض کی کہ آپ مجھ کو ان لوگوں کی طرف بھیج رہے ہیں
درانحالیکہ ابھی میں کمسن ہوں! یہ سن کر آنحضرتؐ نے علیؑ کے سینہ اقدس
پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا: جاؤ خدا تمہاری زبان و دل کو ثابت رکھے گا
حضرت علیؑ فرماتے ہیں اس روز کے بعد کبھی دو شخصوں کے درمیان فیصلہ
کرنا میرے لئے دشوار نہیں ہوا (مسند احمد بن حنبل ۲/۲۶۶) اس وقت
سے لے کر تا حین حیات حضرت علیؑ نے اتنے قضایا فیصل کئے جن کا
احاطہ ناممکن ہے تاہم کتب تواریخ و احادیث میں ہم کو جو جواہر مل
سکے اور دائرہ کے دامن میں ان کی سمائی ہوسکی وہ ہدیہ ناظرین ہیں۔
جن کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ زندگی کا کوئی شعبہ اور دن رات
ہونے والے مقدمات کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس پر حضرت علیؑ کے ناطق فیصلے
روشنی ڈال رہے ہوں اور اس بنا پر — یہ دعویٰ بے جا نہ ہو گا کہ
آج ہفت اقلیم عالم کی عدالتوں میں جہاں کہیں بھی برحق فیصلے ہو رہے
ہیں وہ دراصل عدالت علویہ کی ضیا پاشی کے مرہون منت ہیں۔

اگر کسی کو یہ دعویٰ بلند بانگ معلوم ہو تو اس کے لئے یہ کتاب خضر راہ
ثابت ہوسکے گی۔

جزائری

فرامین حضرت علیؑ

امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے یہ وہ فرامین ہیں جو آپ نے اپنے گورنروں یا ججوں کو دیئے ہیں ـــــ جو آج یونیورسٹیوں اور عالمی عدالتوں کے قیام کے بعد بھی یونہی لازم العمل ہیں جس طرح آج سے تیرہ سو سال پہلے ـــــــــ!

(۱)

مساوات

عام مسلمانوں کے درمیان بلا استثنا و اختصاص سب کے ساتھ یکرنگی سے پیش آؤ اور اپنے چہرہ، زبان، نشست و برخاست کے ذریعہ ان کا دل رکھو یہ نہ ہو کہ جو شخص تمہارا حاشیہ نشین ہو اس کو تو تمہاری نظر توجہ کی امیدواری ہو اور جو تم سے دور رہے وہ تمہارے عدل و انصاف کو بحسرت و یاس تکے۔

(۲)

مدعی سے پہلے قسم کھلاؤ اس کے بعد بار ثبوت اس کے ذمہ رکھو کیونکہ اس طرح بخوبی مقدمہ پر سے تاریکی دور ہوتی ہے اور جج صحیح فیصلہ تک پہنچتا ہے۔

(۳)

جو شخص گواہ پیش کرنا چاہے اس کو اتنی مہلت دو جس میں وہ گواہ پیش کر سکے پس اگر وہ گواہ پیش کرے تو اس کا حق دلوانا اور اگر نہ پیش کر سکے تو پھر اس کے متعلق فیصلہ کرنے میں تم مجاز ہو۔

(۴)

یہ بھی واضح رہے کہ تمام مسلمان عادل ہیں لہٰذا ان کی گواہی کو قبول کرنا سوائے ان اشخاص کے جو سزا یافتہ ہوں اور انہوں نے توبہ نہ کی ہو یا جس نے جھوٹی گواہی دی ہو یا وہ جو بدمعاشی میں متہم ہوں۔

(۵)

اور دیکھو محکمہ عدالت میں کبھی دل تنگ یا پریشان نہ ہونا کیونکہ یہ وہ جلیل القدر منصب ہے جس کا اجر اللہ نے واجب کیا

ہے اور جس نے حق کے ساتھ فیصلہ کیا اس کے لئے اللہ کے پاس بہت اچھا بدلہ ہے۔

(۶)

[illegible]

محکمہ عدالت میں کبھی بھوکے نہ بیٹھنا بلکہ پہلے کھانا کھا لینا اس کے بعد لوگوں کے مقدمات پر غور کرنا۔

(۷)

جلد بازی

جلد بازی سے کام نہ لینا ہر معاملہ کو اس کے وقت پر ہاتھ میں لینا اور انجام کو پہنچا دینا نہ وقت آنے پر تساہلی برتنا اگر معاملہ مشتبہ ہو تو اس پر اصرار نہ کرنا روشن ہو تو اس میں کمزوری نہ دکھانا ——— ہر کام کو اس کے وقت پہ کرنا اور ہر معاملہ کو اس کی صحیح جگہ پہ رکھنا۔

(۸)

غصہ

دیکھو! اپنے غصہ کو، طیش کو، ہاتھ کو، زبان کو قابو میں رکھنا سزا دینے کو اس وقت تک ملتوی رکھنا یہاں تک کہ غصہ ٹھنڈا ہو جائے اس وقت تمہیں اختیار ہو گا جو مناسب سمجھو کرو لیکن اس وقت تک اپنے اوپر صحیح طور سے قابو نہ پا سکو گے جب تک پروردگار عالم کی طرف واپسی کا معاملہ تمہارے

خیالات پر غالب نہ آجائے۔

(۹)

اقربا پروری

خبردار! کسی مصاحب یا رشتہ دار کو جاگیر نہ دینا ایسا کرو گے تو یہ لوگ رعایا پر ظلم کریں گے خود فائدے اٹھائیں گے اور دنیا و آخرت میں مخلوق خدا کی بدگوئی تمہارے سر رہے گی۔

(۱۰)

فیصلۂ حق

حق کسی کے بھی خلاف پڑے اس پر حق ضرور نافذ کرنا چاہیے وہ تمہارا عزیز قریب ہو یا غیر۔ اس بارے میں تمہیں مضبوط اور ثواب خداوندی کا آرزومند رہنا پڑے گا۔ حق کا وار تمہارے رشتہ داروں اور عزیز ترین مصاحبوں ہی پر کیوں نہ پڑے تمہیں یہ گوارا کرنا ہو گا۔ یہ تم پر گراں ضرور گزرے گا لیکن تمہاری نظر نتیجہ ہی پر رہنی چاہیئے یقین رکھو کہ اس بات کا نتیجہ اچھا نکلے گا۔

(۱۱)

رشوت

ان لوگوں پر کڑی نظر رکھو جو باوجود قدرت و امکان لوگوں کے حقوق دبانا چاہتے ہیں اور حکام کو رشوت دے کر اپنا کام چلا لیتے ہیں ان سے لوگوں کے حقوق حاصل کرو اور اگر یہ

ان کو ادا نہ کریں تو ان کی جائدادیں بیچ کر طلبگاروں کے مطالبے پورے کرو کیونکہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ جو شخص باوجود استطاعت کے لوگوں کا حق ادا نہ کرے تو یہ بھی سراسر ظلم ہے۔

(۱۲)

باطل

اور یہ بھی جان لو کہ لوگوں کو حق پر نہیں ڈال سکتے جب تک کہ ان کو باطل سے رکنے کی عادت نہ ڈالو۔

(۱۳)

احکام

قصاص و حدود و تعزیرات کے مقدمات اس وقت تک فیصلہ نہ کرنا جب تک کہ ان کو میرے سامنے پیش نہ کر دینا۔

(۱۴)

خونریزی

خبردار ناحق خون نہ بہانا کیونکہ خونریزی سے بڑھ کر بدانجام و نعمت کا ڈھانے والا، مدت کا ختم کرنے والا کوئی کام نہیں۔ قیامت کے دن جب خدا کا دربار عدالت لگے گا تو سب سے پہلے خون ناحق ہی کے مقدمے پیش ہوں گے اور خدا فیصلہ کرے گا یہ یاد رکھو کہ خونریزی سے حکومت طاقتور نہیں ہوتی بلکہ کمزور ہو کر مٹ جاتی ہے۔

(۱۵)

ظلم

یاد رکھو جو کوئی خدا کے بندوں پر ظلم کرتا ہے تو خدا خود اپنے مظلوم بندوں کی طرف سے ظالم کا حریف بن جاتا ہے۔

(۱۶)

درگذر

اپنے دل میں رعایا کے لئے رحم، محبت، لطف پیدا کرنا خبردار رعایا کے حق میں پھاڑ کھانے والا درندہ نہ بن جانا کہ اسے لقمہ بنا ڈالنے میں تجھ کو اپنی کامیابی دکھائی دے۔ رعایا میں دو قسم کے آدمی ہوں گے۔ تمہارے دینی بھائی یا مخلوق خدا ہونے کے لحاظ سے تمہارے جیسے انسان جن سے تمہاری طرح بھول چوک خطا کا امکان ہے۔ لہذا تم اپنے عفو و کرم کا دامن ان کے لئے اس طرح پھیلا دینا جس طرح تم چاہتے ہو کہ تمہاری خطاؤں کے مقابلہ میں خدا اپنا دامن عفو و کرم پھیلا دے۔

(۱۷)

جبر و عظمت

خبردار! خدا کی عظمت سے کبھی ٹکر نہ لینا اس کی جبروتیت سے مشابہت پیدا کرنے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ خدا جباروں کو ذلیل کرتا ہے اور مغروروں کو نیچا دکھاتا ہے۔

(۱۸)

خدا کی عظمت

اور اگر حکومت کی وجہ سے غرور پیدا ہونے لگے تو سب سے بڑے بادشاہ خدا کی طرف دیکھنا جو تمہارے بھی اوپر ہے اور تم پہ وہ قدرت رکھتا ہے جو خود تم اپنے اوپر نہیں رکھتے اگر ایسا کروگے تو نفس کی طغیانی کم ہو جائے گی اور بھٹکی ہوئی عقل ٹھکانے آجائے گی۔

(۱۹)

منصفانہ روش

تمہیں سب سے زیادہ پسندیدہ راہ ہونا چاہیئے جو حق کے لحاظ سے سب سے زیادہ درمیانی، انصاف کی رُو سے سب سے زیادہ عام اور رعایا کو سب سے زیادہ رضامند کرنے والی ہو۔

(۲۰)

عوام

یاد رکھو! عوام کی ناراضی خواص کی رضامندی کو بیکار کر دیتی ہے۔ اور خواص کی ناراضی عوام کی رضامندی کے ہوتے گوارہ کر لی جاتی ہے۔ خوش حالی میں جو لوگ حاکم کے لیئے سب سے بڑا بوجھ، سب سے کم کارآمد، انصاف سے کھسانے والے، مانگنے میں اصرار کرنے والے، بخشش و عطا کے وقت کم سے کم

شکر گزار ہونے والے، اور زمانہ کی کروٹوں کے مقابلہ میں سب سے کم ثابت قدم رہنے والے یہ ہیں وہ —— خواص (یعنی امیر طبقہ) ہیں اس کے مقابلہ میں دین کا اصلی ستون، مسلمانوں کی واقعی جمعیت دشمن کے سامنے ڈٹ کر مقابلہ کرنے والے —— عوام (غرباء) ہیں لہذا عوام کا تم کو سب سے زیادہ خیال رکھنا چاہیئے۔

(۲۱)

مشیر

اپنے مشورہ میں حسب ذیل افراد کو ہرگز شریک نہ کرنا۔ بخیل کو شریک نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارے احسان کو روکے گا اور فقر سے ڈرائے گا۔ بزدل کو بھی صلاح میں شریک نہ کرنا کیونکہ وہ مہمات میں تمہاری ہمت توڑ دے گا حریص کو بھی شریک نہ کرنا کیونکہ وہ دولت کے سمیٹنے میں ظلم کی راہیں بتائیگا یاد رکھو! بخل، بزدلی، حرص اگرچہ بظاہر مختلف خصلتیں ہیں مگر ان کی بنیاد خدا سے سوء ظنی پر ہے۔

(۲۲)

مصاحب

اہل تقویٰ و صدق کو اپنا مصاحب بنانا انہیں ایسی تربیت دینا کہ وہ تمہاری جھوٹی تعریف کبھی نہ کریں کیونکہ تعریف

کی بھرمار سے آدمی غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(۲۳)

نیکوں کی حوصلہ افزائی

تمہارے سامنے نیکوکار و بدکار برابر نہ ہوں ایسا کرنے سے نیکوں کی ہمت پست ہو جائے گی اور خطاکار اور بھی شوخ ہو جائیں گے ہر آدمی کو وہ مقام دینا چاہئے جس کا وہ اپنے عمل کے لحاظ سے مستحق ہو۔

(۲۴)

دستور رفتگان

کسی ایسے اچھے دستور کو نہ توڑنا جو اس امت کے اگلے لوگ جاری کر گئے ہوں اور جس سے لوگوں میں اتحاد پیدا ہوتا ہو اگر ایسا کرو گے تو اچھے دستور کے جاری کرنے کا ثواب اگلوں کے لئے باقی رہے گا اور عذاب تمہارے حصہ میں آئے گا۔

(۲۵)

ججوں کا انتخاب

ملک میں انصاف قائم کرنے کے لئے ایسے لوگوں کا انتخاب کرنا جو تمہاری نظر میں سب سے افضل ہوں، بجوم معاملات سے دل تنگ نہ ہوتے ہوں، اپنی غلطی پر اڑے رہنا ہی ٹھیک نہ سمجھتے ہوں اور حق کے ظاہر ہو جانے کے بعد باطل سے چمٹے نہ رہتے ہوں ——— طماع نہ ہوں اپنے فیصلہ پر خوب

غور کرنے کے عادی ہوں، شکوک و شبہات پر ٹھہرنے والے ہوں، صرف دلائل کو اہمیت دیتے ہوں، مدعی و مدعا علیہ سے بحث میں اکتا نہ جاتے ہوں، واقعات کی تہ تک پہنچنے سے جی نہ چراتے ہوں اور حقیقت کھل جانے پر اپنے فیصلہ میں بیباک ہوں۔ یہ ایسے لوگ ہوں جنہیں نہ تعریف بے خود کر دیتی ہو نہ چاپلوسی ہی مائل کر سکتی ہو ——— مگر ایسے لوگ کم ہوتے ہیں!

(۲۶)

ججوں کی حاجات اور عزت افزائی

تمہارا فرض ہے کہ اپنے قاضیوں کے فیصلوں کی جانچ کرتے رہو، کھلے دل سے ان پر جود و عطا کرو تاکہ ان کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں اور کسی کے سامنے ان کو ہاتھ نہ پھیلانا پڑے، اپنے دربار میں انہیں ایسا درجہ دو کہ تمہارے کسی مصاحب اور درباری کو ان پر دباؤ ڈالنے کی ہمت نہ ہو سکے۔

(۲۷)

فریادی

اپنے وقت کا ایک حصہ فریادیوں کے لئے وقف کر دینا، سب کام چھوڑ کر ان سے ملنا۔ ایسے موقعہ پر تمہاری مجلس عام ہے کہ جس کا جی چاہے بے دھڑک چلا آئے۔ اس مجلس میں تم خدا کے نام پر خاکسار بن جاؤ فوجیوں، افسروں اور پولیس والوں سے

مجلس کو بالکل خالی رکھنا تاکہ آنے والے دل کھول کر اپنی بات کہہ سکیں کیونکہ میں نے رسول اللہؐ کو بار بار فرماتے سنا ہے کہ "اس امت کی بھلائی نہیں ہو سکتی جس میں کمزوروں کو طاقتوروں سے پورا حق نہ دلایا جائے۔

(۲۸)

حلم و حسن ادا

یہ بھی یاد رہے کہ اس مجلس میں جو تمہارے پاس آئیں گے وہ عوام ہوں گے اب اگر یہ بدتمیزی سے بات کریں یا اپنا مطلب صاف بیان نہ کر سکیں تو خفا مت ہونا برداشت کر لینا۔ خبردار! زجر و توبیخ نہ کرنا۔ تکبر سے پیش نہ آنا میری نصیحت پر عمل کرو گے تو خدا تم پر اپنی رحمت کی چادریں پھیلا دے گا۔

(۲۹)

روپوشی کے نقصانات

جب حاکم رعایا سے ملنا جلنا چھوڑ دیتا ہے تو رعایا بھی ان لوگوں سے ناواقف ہو جاتی ہے جو اس سے پردے میں ہو گئے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بڑے لوگ اس کی نگاہ میں چھوٹے ہو جاتے ہیں اور چھوٹے بڑے بن جاتے ہیں اچھائی برائی بن جاتی ہے اور برائی اچھائی، حق اور باطل میں تمیز اٹھ جاتی ہے اور یہ تو کھلی بات ہے کہ حاکم بھی آدمی ہوتا ہے اور ان سب باتوں

کو جان نہیں سکتا جو اس سے چھپا ڈالی جاتی ہے حق کے سر پر سینگ نہیں ہوتے کہ دیکھتے ہی سچ کو سچ جھوٹ کو جھوٹ کہہ دیا جائے۔

(۳۰)

روز کا کام روز

روز کا کام ختم کر دینا کیونکہ ہر دن کے لئے اسی کا کام بہت ہوتا ہے۔

(۳۱)

اپنا کام خود کرو

کچھ معاملات ایسے ہیں جنہیں تمہیں خود اپنے ہاتھ میں رکھنا ہوگا ان میں ایک معاملہ تو یہی ہے کہ عمال حکومت کے ان مراسلوں کا جواب خود لکھنا یہ کام تمہارے منشی نہیں کر سکتے اور ایک معاملہ یہ ہے کہ جس دن روپیہ آئے اس دن مستحقوں کو بانٹ دینا اس سے تمہارے درباریوں کو کوفت تو ضرور ہوگی کیونکہ ان کی مصلحتیں تقسیم میں تعویق و تاخیر چاہیں گی۔

(۳۲)

عبادت

دن اور رات میں اپنا ایک وقت ضرور خدا کے لئے خاص کر دینا اور جو عبادت بھی انجام دینا وہ تقرب الٰہی کے لئے ہو اور اسے اس طرح انجام دینا کہ ہر لحاظ سے کامل و مکمل

ہو کسی طرح کا کوئی نقص اس میں نہ رہ جائے چاہیے اس سے تمہارے جسم کو کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو۔

(از کتاب وافی و نہج البلاغہ طا کتاب منزل لاہور)

امام المسلمین بلا ادبتیاب   امیر المومنین ابوتراب

مجرمانہ عقائد اور اُن کی سزا

مرتد ہو جانے کی سزا

حضرت علیؑ کے ایک حاکم نے آپ کو تحریر کیا کہ یہاں زندیقوں کے دو گروہ ہیں ایک مسلمانوں میں سے ہے اور دوسرا نصاریٰ میں سے حضرت نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ مسلمانوں میں سے جو دین فطرت اسلام پر پیدا ہوا ہو اس کے بعد مرتد ہو جائے تو اس کی گردن مار دو اس کی توبہ بھی نہ سنو اور جو فطرت اسلام پر نہ پیدا ہوا ہو (بلکہ کافر سے مسلمان ہوا ہو) تو اس سے کہو کہ توبہ کرے اگر اس نے توبہ کی تو خیر ورنہ اس کو بھی قتل کر دو اب رہے نصاریٰ تو جو ان کا مسلک ہے وہ خود اس سے بڑھ کر ہے۔

(وافی جز ۹ ص ۷۰)

(نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ مرتد سے اس کی بیوی الگ کر دی جائے گی اور اس کا ذبیحہ حرام ہو جائے گا اور تین روز تک اس کو توبہ کر لینے کی مہلت دی جائے گی بعد میں اس کو قتل کر دیا جائیگا

(وافی جز ۹ ص ۷۰)

نوٹ:۔ اس سے مرتد ملّی مراد ہے۔ یہاں پر ایک اعتراض

ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم میں ہے "لا اکراہ فی الدین" دین میں جبر نہیں ہے پھر مرتد کی سزا قتل کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دین میں جبر نہیں ہے ابتدائی حیثیت سے یعنی اگر ایک شخص پہلے ہی لامذھب ہے یا کافر ہے تو اس کو بزور شمشیر مسلمان کرنے کی ممانعت ہے لیکن اگر وہ مسلمان خواہ خود مسلمان ہے یا اس کے والدین میں سے کوئی مسلمان تھا اور وہ بعد بلوغ اس دائرہ سے نکل گیا تو اس کی سزا قتل اس لئے ضروری ہے کہ اس سے معاشرۂ اسلام پر مہلک اثرات کے مرتب ہونے کا اندیشہ ہے۔ جس طرح شہد کی بادشاہ مکھی اس مکھی کو مار ڈالتی ہے جو کسی زہریلے پھول کا رس پی کر آتی ہے تاکہ شہد کا خزانہ مسموم نہ ہونے پائے اسی طرح ہر اس مسلمان کا قتل اسلام نے روا رکھا ہے جس کے کسی فعل سے معاشرۂ اسلام کے بگڑنے کا اندیشہ ہو جیسے اسلام نے تارک الصلوۃ و تارک الصوم مسلم کی سزا بھی قتل رکھی ہے یعنی پہلے اس کو سمجھایا جائے گا لیکن اگر بالکل نہ مانے تو حاکم شرع اس کو قتل کر دے گا تاکہ اس کی دیکھا دیکھی دوسرے افراد بھی دین سے بھٹک نہ جائیں۔ پس جس طرح یہ جبر و اکراہ فی الدین نہیں ہے اسی طرح ارتداد پر قتل کرنا بھی جبر و اکراہ فی الدین نہیں ہے۔

بُت پرستی کی سزا

کوفہ میں دو مسلمان شخصوں کے متعلق کسی نے حضرت علیؑ سے شکایت کی کہ وہ بت کی پوجا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: دلے ہو تجھ پر تجھ کو دھوکہ ہُوا ہو گا اس نے کہا جی نہیں پھر آپ نے ایک اور شخص ان کی تحقیقِ حال پر معین کیا اس نے بھی آکر یہی کہا تب آپ نے ان کو بلا کر ڈانٹا اور اس دین سے پلٹنے کے متعلق فرمایا مگر انہوں نے انکار کیا تب آپ نے زمین میں ایک گڑھا کھدوایا اور اس میں آگ روشن کروائی جب شعلے بھڑکنے لگے تو اس میں ان کو ڈال دیا۔

(دوانی جز ۹ ص ۷۰)

نوٹ :- آگ سے جلانے کے جواز پر آبندہ حدیث پر ہمارا توضیحی نوٹ ملاحظہ فرمائیں۔

رسول اللہؐ کے خلاف مقدمہ

ایک اعرابی ایک ناقہ لئے رسولؐ خدا کے سامنے آیا اور اس نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ اس ناقہ کو خریدتے ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا اس ناقہ کو کتنے میں بیچتا ہے؟ اعرابی نے کہا کہ "دو سو درہم" آپؐ نے فرمایا یہ قیمت تھوڑی ہے اس نے اور اضافہ کیا آپؐ نے پھر فرمایا "یہ قیمت بھی کم ہے" وہ اضافہ کرتا گیا حضرتؐ اس کو کم کہتے گئے یہاں تک کہ نوبت چار سو درہم تک پہنچی اور حضرتؐ نے چار سو کو وہ ناقہ خرید لیا اور اس کی قیمت اعرابی کی عبا کے دامن میں ڈال دی اس وقت اس اعرابی نے یہ چالاکی کی کہ ناقہ کی مہار تھام لی اور کہا کہ ناقہ بھی میرا ہے اور دراہم بھی میرے ہیں اگر آپؐ کے پاس ان دراہم کے آپؐ کا مال ہونے پر کوئی ثبوت ہو تو پیش کریں اسی اثنا میں حضرت ابوبکر ظاہر ہوئے حضرتؐ نے فرمایا آؤ یہ پیر مرد ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے حضرتؐ نے پورا ماجرا ابوبکر سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ قضیہ تو بالکل واضح ہے اس لئے کہ اعرابی کے پاس نقد دراہم

دونوں ہیں آپ مدعی ہیں کہ یہ آپ کا مال ہے تو آپ بینہ پیش کریں۔ اس اثنا میں حضرت عمرؓ بھی آموجود ہوئے حضرتؐ نے فرمایا کہ اے اعرابی اب یہ شخص جو آیا ہے اس کے فیصلہ پر راضی ہو گے؟ اس نے کہا "جی ہاں" پھر آپؐ نے ان سے فرمایا کہ "اب تم بھی اپنا فیصلہ سنا دو" انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کیا کہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ یہ درہم دے کر میں نے ناقہ خریدا ہے اس لئے ناقہ میرا ہے" پھر حضرت عمر اعرابی کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ "اب تم کہو کیا کہتے ہو؟" اس نے کہا" ناقہ و درہم دونوں میری ملکیت ہیں اگر محمدؐ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو بینہ پیش کریں" یہ سن کر حضرت عمر نے فرمایا کہ یا رسول اللہ یہ معاملہ بالکل آشکارہ ہے اس لئے کہ اعرابی آپ سے ثبوت مانگتا ہے اور اس مال کے اپنی ملکیت ہونے پر قسم کھانے کو تیار ہے"۔ اس کے بعد حضرت رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا کہ "اب میں اس مقدمہ میں اس شخص کو حاکم بناتا ہوں جو ہمارے درمیان وہی حکم کرے گا جو رب جلیل کا حکم ہے اتنے میں حضرت علی بن ابی طالب سامنے سے تشریف لائے جب آپ پاس آئے اور اعرابی کو آنحضرتؐ سے مناقشہ کرتے دیکھا تو فرمایا کہ "یا رسول اللہ کیا بات ہے؟" آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "اے ابوالحسن! میرے اور اس عرب کے

درمیان فیصلہ کرو" آپ نے اس اعرابی سے پوچھا تم رسول اللہؐ کے خلاف کس بات کے دعویدار ہو؟ اس نے کہا "یا علیؑ! میں نے آپ کے بھائی کے ہاتھ جو ناقہ بیچا ہے اس کی قیمت طلب کرتا ہوں رسول اللہؐ نہیں دیتے" امیرالمومنین نے کہا "یارسول اللہؐ آپ کیا کہتے ہیں؟" فرمایا "میں نے ناقہ کی پوری قیمت ادا کر دی ہے" امیرالمومنین نے اعرابی سے فرمایا "اے اعرابی کیا رسول اللہؐ نے یہ سچ فرمایا کہ انہوں نے ناقہ کی قیمت تجھ کو ادا کر دی ہے؟" اعرابی نے کہا کہ "نہیں رسول اللہ نے تو مجھ کو کچھ بھی نہیں دیا" حضرت علیؑ نے یہ سنتے ہی اپنی ذوالفقار نیام سے نکالی اور ایک ہی وار میں اس عرب کا سر تن سے جدا کر دیا رسالت مآبؐ نے پوچھا کہ "یا علی! ایسا کیوں کیا؟" فرمایا کہ "یارسول اللہؐ! اوامر و نواہی خدا کے پہنچانے میں تو ہم آپ کو صادق و امین مانتے ہیں، جنت و نار ثواب و عقاب وحی خدا کے معاملہ میں تو ہم آپ کی تصدیق کرتے ہیں بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اس اعرابی کے ناقہ کی قیمت کے بارے میں آپ کی تصدیق نہ کریں پس میں نے اس شخص کو اس لئے قتل کیا کہ اس نے آپ کی تکذیب کی تھی اور اس نے کہا تھا کہ رسول اللہ نے ناقہ کی قیمت ادا نہیں کی تھی۔" جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا "یا علی! درست کہتے ہو اور تم نے حق کے ساتھ فیصلہ کیا اس کے

بعد آپ نے پہلے اور دوسرے بزرگ کی طرف رُخ کیا اور فرمایا" حکم خدا یہ ہے جس طرح علیؑ نے فیصلہ کیا نہ وہ جو تم کہتے تھے۔

(مناقب ج ۲ ص ۱۸۰ ط عراق ناسخ التواریخ ج ۳ ص ۷۳۱)

اسی قضیہ کا مثل حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری ذوالشہادتین کے متعلق بھی گزرا ہے چنانچہ علماء رجال آپ کے ملقب بہ ذوالشہادتین (دوہری گواہی والے) ہونے کی وجہ میں تحریر کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبیؐ نے ایک گھوڑا ایک اعرابی سے خریدا آپ گھوڑا لے کر چلے ہی تھے کہ لوگوں نے یہ دیکھے بغیر کہ خریدنے والے رسولؐ اللہ ہیں اس کے گھوڑے کی قیمت بڑھانا شروع کی اس نے آنحضرتؐ کو پکارا اور اس بات کا ادعا کیا کہ میں نے گھوڑا بیچا ہی نہیں آپ بینہ پیش کریں۔ خزیمہ بن ثابت اگرچہ وہاں پر موجود نہ تھے لیکن انہوں نے حضرت رسولؐ اللہ کے حق میں گواہی دی جناب رسالتمآب نے فرمایا تم نے کیونکر میرے حق میں گواہی دی درانحالیکہ تم واقعہ کے وقت موجود نہ تھے تو جناب خزیمہ نے عرض کی صدقتک یا رسولؐ اللہ فی خبر السماء ولا نصدقک فی خبر الارض سبحان اللہ! ہم نے آسمانی باتوں میں تو آپ کی تصدیق کی اور زمین کی باتوں کی تصدیق نہ کریں اس وقت جناب رسالتمآب نے خزیمہ کو ذوالشہادتین کا لقب

عطا کیا اور فرمایا کہ خزیمہ دو عادل گواہوں کے برابر ہیں۔ ان کی تنہا گواہی کافی ہے۔

(سنن ابوداؤد باب اذا علم الحاکم صدق الشاھد الواحد یجوز لہ ان یحکم بہ۔ طرق حکمیہ ص ۷۴)

○

قتل مسلم بر مقابل مرد یہودی

ایک روز جناب رسالت مآبؐ نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ تم میں سے کس نے شب گذشتہ خدا و رسولؐ کی خاطر ایک شخص کو قتل کیا ہے اور کس کا غضب برائے خدا و رسولؐ ہوا ہے؟ حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ "یا رسول اللہ! وہ میں ہوں اور عنقریب اس مقتول کے وارث آپ کی خدمت میں آیا چاہتے ہیں" آنحضرتؐ نے فرمایا "پورا قصہ بیان کرو" امیرالمومنین نے عرض کی "کل رات دو شخصوں کے درمیان نزاع تھی ایک ان میں سے فلاں یہودی تھا اور دوسرا فلاں انصاری ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ دونوں جھگڑتے ہوئے میرے پاس آگئے۔ یہودی نے کہا کہ "اے ابوالحسن! میری اس مرد انصاری سے ایک نزاع تھی جس کے لئے ہم دونوں آپ کے پیغمبر محمد مصطفےٰؐ کی خدمت میں گئے اور انہوں نے میرے حق میں فیصلہ کیا اس پر اس انصاری نے کہا کہ میں محمدؐ کے فیصلہ پر راضی نہیں ہوں کیونکہ انہوں نے طریق حق سے (معاذ اللہ) عدول کیا ہے اور تمہاری

بے جا طرفداری کی ہے ۔ اب آؤ کعب بن اشرف سے اس مقدمہ کا فیصلہ کرائیں" لیکن میں اس کی بات پر تیار نہیں ہوا اب ہم آپ کے پاس آئے ہیں تاکہ ہمارے درمیان اپنا فیصلہ صادر کریں ۔ جب مرد مسلم سے بھی یہودی کے کہنے کی تصدیق ہو گئی تو امیں نے کہا کہ اب میں تمہارے درمیان حق فیصلہ کرتا ہوں یہ کہہ کر گھر کے اندر آیا اور شمشیر لے کر باہر نکلا اور مرد انصاری کو قتل کر دیا" ابھی حضرت علیؑ رسولؐ اللہ سے یہ باتیں کر رہے تھے کہ مقتول کے اولیا آن پہنچے اور رسولؐ اللہ سے شکایت کی کہ " یا رسولؐ اللہ ! علیؑ نے ہمارے آدمی کو مار ڈالا ہے لہذا آپ ان سے ہمارا قصاص دلوایئے" آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ " تمہارے مقتول کا کوئی قصاص نہیں ہے" اس پر انہوں نے کہا " تو پھر دیت دلوایئے" فرمایا " اس کی دیت بھی نہیں ہے بلکہ اپنے مقتول کو اٹھا کر لے جاؤ اور یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر آؤ کیونکہ جو بھی علیؑ کی ذوالفقار سے قتل ہو وہ سیدھا جہنم میں جائے گا" چنانچہ جس وقت اس مرد انصاری کی میت اٹھائی گئی تو اس کی کھال مثل پوست خنزیر کے ہو گئی تھی ۔ (بحار الانوار ج ۹)

توضیح :- اس مرد انصاری کو بھی امیرالمومنین نے اسی جرم

میں قتل کیا تھا کہ اس نے رسول اللہ کی تکذیب کی تھی جس کے بعد وہ مسلمان باقی نہ رہا تھا بلکہ مرتد واجب القتل تھا۔

○

نبی اللہ خازن کل علم　　　علی للخزانۃ مثل باب

انکارِ رسالت کی سزا

ثقۃ الاسلام کلینی رہ نے کافی میں امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے کہ کچھ لوگ گرفتار کر کے لائے گئے جن کا جرم یہ تھا کہ وہ ماہ رمضان میں دن کا کھانا کھا رہے تھے حضرت نے ان سے اس طرح گفتگو کی:۔

"تم نے ماہ رمضان میں دن کو کھانا کھایا ہے؟"

"جی ہاں!"

"کیا تم یہودی ہو؟"

"جی نہیں"

"نصرانی ہو؟"

"جی نہیں"

"پھر کس ملت سے تمہارا تعلق ہے؟"

"ہم مسلمان ہیں!"

"تو پھر مسافر ہو گے"

"جی نہیں اسی شہر کے رہنے والے ہیں"

"تو پھر تم کو کوئی ایسا مرض لاحق ہوگا جو دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ ہے لیکن تم اس سے واقف ہو جیسا کہ قرآن کریم میں ہے الانسان علے نفسہ بصیرہ اذا القی معاذیرہ"۔

ان لوگوں نے جواب دیا "جی نہیں ہم لوگوں کو الحمد للہ کوئی مرض بھی نہیں ہے"۔

یہ سن کر حضرت کے لبوں پر تبسم آگیا پھر آپ نے پوچھا "تم اللہ کی وحدانیت اور محمد مصطفےٰ کی رسالت کی گواہی دیتے ہو؟"

انہوں نے جواب دیا "ہم اللہ کی وحدانیت کی گواہی تو دیتے ہیں لیکن محمد مصطفےٰ کو رسولؐ نہیں مانتے بلکہ وہ ایک اعرابی تھے جنہوں نے لوگوں کو اپنی طرف دعوت دی تھی"۔ حضرت نے فرمایا "اگر تم نے حضرت کی رسالت کا انکار کیا تو میں تم کو قتل کر دوں گا" انہوں نے جواب دیا "قتل کر دیجئے" اس وقت آپ نے شرطۃ الخمیس (فوجی افسروں کی ایک جماعت) کو حکم دیا کہ پشت کوفہ پہ دو گڑھے کھودیں اور ایک گڑھے سے دوسرے تک روزن رکھیں اس کے بعد آپ نے ان لوگوں سے فرمایا "سرور کائنات کی رسالت کا اقرار کرو ورنہ تم لوگوں کو گڑھے میں ڈال کر ہلاک کر دوں گا" انہوں نے جواب دیا "کوئی

پرواہ نہیں ہے یہ دنیا تو گزشتنی ہے"

حضرت نے حکم دیا کہ گڑھے میں آگ روشن کی جائے جب آگ روشن ہو گئی تو دوسرے گڑھے میں ان لوگوں کو آپ نے ڈلوا دیا اوپر سے ڈھکنا رکھ دیا درمیان میں جو سوراخ تھا اس سے دھواں دوسرے گڑھے میں جا کر جمع ہو گیا حضرت بار بار ان لوگوں سے پوچھتے تھے کہ اب بھی اپنی گمراہی سے پلٹ آؤ مگر وہ اپنے ارتداد پر آخر تک اڑے رہے یہانتک کہ اسی گڑھے میں گھٹ کر مر گئے۔

اس واقعہ کی خبر جب کوفہ سے باہر دوسرے شہروں میں پھیلی تو یہودیوں کی ایک جماعت یثرب سے کوفہ آئی اور ان کا قافلہ مسجد کوفہ کے دروازہ پر اترا ان میں جو عالم تھا اس نے حضرت کی خدمت میں یہ پیغام بھجوایا کہ ہم لوگ یثرب سے آپ کی خدمت میں ایک حاجت لے کر آئے ہیں یا تو ہم کو اندر آنے کی اجازت دیجئے اور یا خود باہر تشریف لائیے۔ یہ سن کر حضرت مسجد سے باہر تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا حاجت ہے؟" اس پر ان لوگوں میں جو بزرگ تر تھا وہ بولا "اے فرزند ابوطالب! یہ کیا بدعت ہے جو آپ نے اپنے دین میں جاری کی ہے" حضرت نے فرمایا "کونسی بدعت؟" ان لوگوں نے کہا "ہم کو خبر ملی ہے کہ آپ نے ایک جماعت کو جو اللہ کا اقرار کرتی

تھی لیکن محمدؐ کی نبوت کی منفرنہ تھی ان کو دھویں سے قتل کروا دیا" یہ سُن کر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "میں تم کو ان نو نشانیوں کی قسم دیتا ہوں جو اللہ نے حضرت موسیٰ پر طور سینا پر نازل فرمائی تھیں اور تم کو بابا پنچوں کینسوں (گرجوں) کی قسم اور اس ذات کی قسم جو بے نیاز و مالک یوم الدین ہے کہ تم کو یہ معلوم ہے کہ وفات حضرت موسیٰ کے بعد کچھ لوگ آپ کے وصی یوشع بن نون کے پاس لائے گئے تھے جو خدا کی وحدانیت کی گواہی دیتے تھے لیکن نبوت جناب موسیٰ کے اقراری نہ تھے پس حضرت یوشع نے اسی طرح سے جس طرح میں نے ان کو قتل کیا ہے ان کو بھی قتل کیا تھا" یہودیوں نے تصدیق کی اور کہنے لگے ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اسرار حضرت موسیٰ کے رازداں ہیں پھر اس نے اپنی قبا میں سے ایک دستاویز نکال کر حضرت کو دی آپ نے اس کو کھول کر دیکھا تو رونے لگے اس مرد یہودی نے پوچھا "یا علیؑ! آپ کو کیا ہوا کہ اس نوشتہ کو دیکھ کر روتے ہیں کیا آپ عرب ہو کر اس نوشتہ کی زبان جو سریانی ہے سمجھتے ہیں؟" حضرت نے فرمایا "یہ میرا نام لکھا ہوا ہے جب اس پر میری نظر پڑی تو میرے آنسو نکل آئے" یہودی نے کہا "وہ نام کہاں ہے مجھ کو بھی دکھلا دیجئے" حضرت نے فرمایا میرا نام زبان سریانی میں "ایلیا" ہے۔ جب اس پادری نے آپ کا نام اس

نوشتہ میں اپنی آنکھ سے دیکھا تو بیساختہ اس کی زبان پر جاری ہوا
اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ واشھد انک
وصی محمد اور کہنے لگا کہ میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ بعد
پیغمبر تمام لوگوں سے اولیٰ ہیں پھر اس نے اور اس کے ساتھیوں نے
حضرت کے دست مبارک پر بیعت کی اور یہ لوگ مسجد کے اندر داخل
ہو گئے۔ (بحار ج ۹ ص ۲۹۴)

توضیح :۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے
مرتد وہ ہے جو خدا یا رسول یا ضروریات دین کا انکار کر دے اسی
لیے حضرت نے ان کی زبان سے ان کے مسلمان ہونے کا اقرار لے لیا
تھا اور یہ کہ دیگر ادیان باطلہ سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے پھر بھی اصول
میں نبوت محمد مصطفےٰ اور فروع میں روزے کو نہیں مانتے تھے ظاہر ہے
کہ ایسا شخص مرتد واجب القتل ہے پھر ان کا جرم اور سنگین تھا کیونکہ
اسلام کے مدعی ہونے کے ساتھ سرورِ کائنات کی توہین کرتے تھے اور
اس بات کا پروپگنڈہ کرتے تھے کہ آنحضرت نے معاذ اللہ اپنی حکومت
کے لئے ڈھونگ رچایا تھا جیسا کہ یزید بن معاویہ نے امام حسین علیہ السلام
کو قتل کرنے کے بعد کہا تھا۔

لعبت ھاشم بالملک فلا   خبر جاء ولا وحی نزل

لہذا ان لوگوں کے واجب القتل ہونے میں کوئی شبہ نہ تھا اب رہا یہ امر کہ حضرت نے ان کو اس نئے طریقے سے کیوں قتل کیا تو اس کا جواب ایک تو خود حضرت نے دیا کہ یہ نیا طریقہ نہ تھا بلکہ آپ سے قبل حضرت یوشع بن نون بھی اس پہ عامل ہو چکے تھے علاوہ بریں حضرت علیؑ چونکہ انتہائی رحیم و کریم تھے اس لئے ابتدا میں حضرت کا ارادہ ان کو ہلاک کرنے کا نہ تھا ورنہ تلوار سے ان کی گردن اڑا دیتے آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ ان کو دھویں میں ڈلوا دیا اور بار بار ان کو ایمان کی طرف واپس آنے کی دعوت دیتے رہے لیکن وہ اپنے ارتداد پر اتنے ڈٹے ہوئے تھے کہ انہوں نے ایک نہ مانی اور گویا اپنے ہاتھوں اپنی موت و ہلاکت ابدی کا سبب بنے ورنہ حضرت علیؑ نے تو ان کے بچانے کی تمام صورتیں صرف کر دیں اور ہلاکت سے بچنے کے تمام راستے ایک ایک کر کے ان کے سامنے پیش کئے اس سے بڑھ کر رفق و مدارا اور کیا ہو سکتا ہے۔ (مولف)

غلو کی سزا

شیخ کشی رہ نے روایت کی ہے کہ ایک روز قنبر حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کی کہ دروازہ پر ایسے دس آدمی آئے ہیں جو حضور کو اپنا رب سمجھتے ہیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا ان کو حاضر کرو! جب وہ سامنے آئے تو آپ نے ان سے پوچھا کیا کہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ ہمارے رب ہیں اور آپ ہی نے ہم کو پیدا کیا ہے اور آپ ہی ہم کو رزق دیتے ہیں۔ یہ سن کر امامؑ نے فرمایا "وائے ہو تم پر! یہ نہ کہو میں تو تمہاری طرح مخلوق ہوں"۔ لیکن وہ اپنی بات پر مصر رہے امامؑ نے پھر فرمایا "وائے ہو تم پر میرا اور تمہارا رب اللہ ہے ایسے میں خیریت ہے کہ توبہ کر لو اور اپنے اس فاسد اعتقاد سے پلٹ آؤ۔ ان لوگوں نے جواب دیا: ہم تو ہرگز اپنے عقیدے سے نہ پلٹیں گے کیونکہ ہم خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ ہی ہمارے رب و خالق و رازق ہیں"۔ یہ سن کر حضرت نے قنبر سے فرمایا "قنبر! کچھ مزدور حاضر کرو!

چنانچہ قنبر دس مزدوروں کو مع کدال و ٹوکریوں کے لے کر آئے انہوں نے زمین میں گڑھا کھودا پھر امام نے حکم دیا کہ اس میں آگ روشن کی جائے چنانچہ اس میں لکڑیاں ڈال کر آگ روشن کر دی گئی اور تھوڑی دیر بعد شعلے بھڑکنے لگے اس وقت آپ نے پھر ان سے کہا کہ اب بھی پلٹ جاؤ اور توبہ کر لو۔ لیکن پھر بھی وہ اپنی بات پر قائم رہے اور کہا کہ ہم نہیں پلٹیں گے تب آپ نے ان کو آگ میں ڈلوا دیا۔ دیوان امیرالمومنین میں بھی اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے فرماتے ہیں ؎

انی اذا ابصرت شیئاً منکرا　　　اوقدت ناراً ودعوت قنبرا

ابن ابوالحدید کہتے ہیں کہ جب آپ نے ان کو آگ میں ڈال دیا تو وہ کہنے لگے: اب تو ہم پر خوب اچھی طرح روشن ہو گیا کہ آپ ہی ہمارے رب ہیں کیونکہ آپ کے بھائی جن کو آپ نے رسول بنا کر بھیجا تھا وہ کہہ گئے ہیں لا یعذب بالنار الا رب النار آگ سے صرف آگ کا رب ہی عذاب کرتا ہے۔ (قضا ص ۱۹۵)

توضیح: — یہاں پر دو امر تشریح طلب ہیں ایک یہ کہ حضرت نے نصیریوں کو سزا کیوں دی درانحالیکہ وہ آپ کی محبت کا دم بھرتے تھے ثانیاً یہ کہ ان کو آگ کی سزا دینا کیسا ہے جبکہ رسول اللہ کا فرمان ہے لا یعذب بالنار الا رب النار پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ

حضرت نے خود ارشاد فرما دیا ہے کہ:۔ ھلک فی الرجلان محب غال و عدو قال میرے بارے میں دو شخص ہلاک ہوئے ایک حد سے گزرنے والا دوست دوسرے عداوت کرنے والا دشمن۔ حضرت کا مقصد یہ ہے کہ مجھ کو میرے حقیقی مرتبہ پر رکھو نہ اس سے بڑھاؤ اور نہ گھٹاؤ اب وہ مرتبہ کیا ہے اس کو بھی اس طرح بیان فرما دیا" نزلونا عن الربوبیۃ و قولوا فینا ما شئتم" ہم کو ربوبیت سے اتارے رکھو اس کے علاوہ مقام مدح میں ہمارے متعلق جو جی چاہے کہو لہذا جو شخص حضرت علیؑ یا ان کی اولاد کے متعلق ایسی تعریف کرے جو ان کو ساحت الوہیت سے ملا دے مثلاً یہ کہے کہ اللہ نے ان کو اپنے تمام اختیارات سونپ دیئے ہیں۔ یہ جو چاہیں کریں جس کو چاہیں رزق دیں جس کو چاہیں ماریں جس کو چاہیں جلائیں خدا ان کے معاملات میں کچھ نہیں بولتا یہ غلو ہے!

اب رہا امر ثانی، یعنی آگ سے سزا دینے کا معاملہ تو وہ بالکل واضح ہے یعنی بیشک کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اپنی طرف سے کسی بندہ خدا کی سزا آگ مقرر کرے البتہ جس کے متعلق خود خدا کا فرمان ہو اس کو آگ میں جلایا جا سکتا ہے چنانچہ لواطہ کی سزا ابھی آگ میں جلانا ہے لہذا اس حدیث کے ہوتے ہوئے اہل غلو کو جلانا اس بات کی قوی

دلیل ہے کہ ان کے بارے میں حکم خدا ابھی یہی تھا کیونکہ حضرت علیؑ کا مرضیٔ خدا کے خلاف اقدام کرنا قابل تصور نہیں ہو سکتا۔ یہاں پر شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے جو توجیہہ فرمائی ہے وہ بھی قابل ذکر ہے۔ موصوف فرماتے ہیں کہ: حضرت نے عذاب نار اس لئے اختیار فرمایا کہ اللہ نے اس عذاب کو اہل توحید پر حرام کیا ہے لہذا آپ کا گویا منشا یہ تھا کہ اگر میں تمہارا خدا ہوتا تو تم کو آگ سے کیوں جلاتا کیوں کہ خدا اپنے ماننے والوں کو آگ سے نہیں جلاتا۔

○

قتل

حکمِ داؤدی

علی بن ابراہیم قمی نے کتاب عجائب الاحکام میں اصبغ[1] بن نباتہ سے حسب ذیل روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ امیر المومنین علیہ السلام نے ایسی دادرسی کی جس سے عجیب تر نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا تھا لوگوں نے اصبغ سے کہا کہ وہ کیا واقعہ تھا۔ اصبغ نے کہا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں حضرت علیؑ کے ساتھ مسجد کوفہ میں داخل ہوا دیکھا کہ ایک جوان نوخیز گریہ کر رہا ہے اور لوگ اس کو چپ کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جب اس جوان کی نظر حضرت پر پڑی تو عرض کرنے لگا یا امیر المومنین! قاضی شریح نے میرے خلاف ایک فیصلہ کیا ہے میں اس کے متعلق آپ کی خدمت میں اپیل کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں کیونکہ میری سمجھ میں وہ فیصلہ نہیں آیا"

---

[1] اصبغ بن نباتہ حضرت امیر کے شرطۃ الخمیس کے افسر تھے۔ شرطۃ الخمیس فوج کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس کے ہاتھ میں فوج کی کمان ہوتی ہے۔

حضرت نے فرمایا "بیان کر کیا معاملہ ہے" اس نے عرض کی "میرا باپ کچھ لوگوں کے ہمراہ سفر پر گیا تھا جب یہ لوگ واپس آئے تو میرا باپ ان کے ساتھ واپس نہیں لوٹا جب میں نے ان سے اپنے باپ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بیان کیا کہ اس نے وفات کی۔ جب اس کے مال کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا اس نے کوئی مال بھی نہیں چھوڑا حالانکہ میں جانتا ہوں کہ میرے باپ کے پاس کافی مال تھا چنانچہ میں نے یہ مقدمہ قاضی شریح کے پاس پیش کیا انہوں نے ان لوگوں سے قسم لے لی انہوں نے قسم کھالی اس کے بعد قاضی نے ان کے رہا کئے جانے کا حکم صادر کر دیا۔ یہ میرا معاملہ ہے یا علیؑ! اب آپ ہی اس کے متعلق حق فیصلہ کر سکتے ہیں" یہ سُن کر حضرت نے ارشاد فرمایا "آج میں وہ فیصلہ کروں گا جو مجھ سے قبل کسی نے نہ کیا ہوگا سوائے حضرت داؤد پیغمبرؑ کے" اس کے بعد حضرت نے قنبر سے ارشاد فرمایا کہ "اے قنبر! ذرا شرطتہ الخمیس کے کچھ آدمیوں کو تو بلانا" جب وہ لوگ آگئے تو آپ نے حکم دیا کہ جو لوگ اس جوان کے باپ کے ساتھ سفر پر گئے تھے اس جوان سے پوچھ کر ان کو حاضر کیا جائے۔ جب وہ جملہ افراد آگئے تو آپ نے ایک نظر غائرانہ ان پر ڈالی اور ارشاد فرمایا تمہارا گمان ہے کہ میں تمہاری حرکات سے آگاہ نہیں ہوں اگر ایسا

ہے تو پھر میں کچھ نہیں جانتا" پھر آپ نے حکم دیا کہ ان کو الگ الگ مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا جائے۔ ازاں بعد آپ نے اپنے کاتب عبداللہ ابن ابی رافع کو طلب کیا اور فرمایا ان کا اقرار نامہ تحریر کرو اور باقی لوگوں سے فرمایا کہ "جب میں تکبیر کہوں تو تم لوگ بھی تکبیر کہنا" اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ملزمین میں سے ایک کو لایا جائے جب وہ آیا تو آپ نے اس سے دریافت کیا کہ "تم لوگ کس روز گھر سے باہر نکلے تھے؟"

اس نے جواب دیا "فلاں روز"

آپ نے پوچھا "تم کتنے آدمی تھے" اور یہ مسافرت کس سال کس مہینہ کس تاریخ کس وقت واقع ہوئی تھی؟ دن کے وقت نکلے تھے یا رات تھی؟ اس لڑکے کا باپ کس منزل پہ پہنچ کر بیمار ہوا تھا؟ اس کا مرض کیا تھا؟ کتنے روز اس کے مرض نے طول کھینچا؟ دوا اس کو کیا دی تھی؟ کس نے اس کی تیمارداری کی؟ کس روز مرا؟ کس نے اس کو غسل دیا؟ کس نے کفن پہنایا؟ کس نے اس کو قبر میں اتارا؟ ان تمام سوالات کے جواب میں وہ کچھ نہ کچھ بولتا رہا جب سوال جواب ختم ہوئے تو آپ نے تکبیر کہی ساتھ ہی تمام اہل مسجد نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔ جب تکبیر کی آواز باقی ملزموں کے کان میں پہنچی تو وہ شک و شبہ

میں پڑ گئے بلکہ بعضوں کو تو یقین ہو گیا کہ معلوم ہوتا ہے ان کے ساتھی نے ان کے ساتھ غداری کی اور صحیح واقعات بیان کر دیئے ہیں اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ اس شخص کو زنداں میں لے جاؤ۔ پھر فرمایا دوسرا شخص لایا جائے جب وہ سامنے آیا تو حضرت نے فرمایا "تو یہ خیال نہ کر کہ میں حقیقت واقعہ سے جاہل ہوں اگر ایسا ہو تو میں بڑا غافل و ناداں ہوں اب تو بتلا کہ اس جوان کے باپ کی موت کیونکر واقع ہوئی؟

اس نے جواب دیا" مولا! میں بھی منجملہ ان لوگوں کے ایک ہوں امر واقعہ یہ ہے کہ میں پہلے ہی سے اس کے قتل پر رضامند نہ تھا بلکہ اس فعل سے کراہیت رکھتا تھا" جب اس شخص نے اقرار کر لیا تو آپ نے یکے بعد دیگرے ہر ایک کو طلب کیا اور ہر ایک نے جداگانہ اپنے جرم کا اقرار کر لیا آخر میں آپ نے دوبارہ پہلے شخص کو حاضر کیا اور اس نے بھی اقرار کر لیا تب آپ نے اس جماعت سے مقتول کا مال بھی واپس دلوایا اور مقتول کی دیت بھی۔ اور بربنائے روایت کافی اس لڑکے میں اور ان لوگوں میں مال میت کی مقدار میں اختلاف ہوا تو آپ نے جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان کی انگوٹھیاں لیں اور ان میں اپنی انگشتر مبارک بھی ملا دی اور فرمایا تم میں سے جو میری انگوٹھی نکال لے وہ اپنے دعوے میں سچا ہے کیونکہ یہ سہم اللہ ہے اور سہم اللہ خطا نہیں کرتا۔

یہ ماجرا دیکھ کر قاضی شریح نے عرض کی "یا امیر المومنین! حضرت داؤد کا قضیہ بھی بیان فرمادیں کہ اس کا کیا واقعہ ہے؟" فرمایا "ایک روز حضرت داؤد گلی سے گزر رہے تھے کہ آپ کی نگاہ چند بچوں پر پڑی جو آپس میں مصروف بازی تھے ان میں سے ایک بچہ کو وہ "مات الدین" کہہ کر پکارتے تھے اور وہ جواب بھی دیتا تھا (مات الدین کے معنی ہیں دین مر گیا) یہ دیکھ کر آپ کو بڑا تعجب ہوا اور اس بچہ کے نزدیک تشریف لائے اور پوچھا "بیٹا! تیرا نام کیا ہے؟" اس نے جواب دیا "مات الدین" آپ نے پوچھا "تیرا یہ نام کس نے رکھا ہے؟" اس نے کہا "میری ماں نے" یہ سُن کر آپ اس بچہ کو لیے ہوئے اس کے گھر پر تشریف لائے اور اس کی ماں کو بلا کر پوچھا کہ تیرے فرزند کا کیا نام ہے؟ اس نے کہا "مات الدین" فرمایا "اس نام کو اپنے فرزند کے لیے کیوں اختیار کیا؟" اس نے کہا "یہ اس کے باپ کی وصیت ہے" پوچھا "اس کا باپ کہاں ہے؟" اس نے کہا "وہ کچھ لوگوں کے ہمراہ سفر پر گیا تھا اس وقت یہ بچہ میرے پیٹ میں تھا، پھر وہ لوگ سفر سے پلٹ آئے مگر میرا شوہر نہ پلٹا پوچھنے پر ان لوگوں نے بتلایا کہ عالمِ غربت میں اس کا انتقال ہو گیا اس کے مال و متاع کے متعلق پوچھا تو کہا کہ اس نے کوئی مال نہیں چھوڑا۔ پوچھا "کوئی وصیت کی تھی؟" ان لوگوں نے

بتایا" ہاں کی تھی، اس نے کہا تھا کہ "میری بیوی حاملہ ہے اس سے
کہنا کہ جب بچہ متولد ہو تو چاہے وہ لڑکی ہو یا لڑکا اس کا نام ماتت الدینا
رکھنا" اور مجھ کو یہ اچھا نہیں معلوم ہوا کہ میں اپنے شوہر کی وصیت کے
خلاف چلوں"۔ حضرت داؤد نے کہا کہ "وہ لوگ جو تیرے شوہر کے ساتھ
سفر پہ گئے تھے ان کو پہچانتی ہے؟" اس نے کہا "ہاں" پھر پوچھا وہ لوگ
زندہ ہیں یا مردہ" کہا زندہ ہیں" فرمایا" مجھ کو ان کے پاس لے چلو" چنانچہ
حضرت داؤد ان کے پاس گئے اور بعینہ جس طرح میں نے فیصلہ کیا تھا
حضرت داؤد نے فیصلہ فرمایا اور ان لوگوں سے اس مقتول کا مال و
دیت وصول کی اور اس کے بعد اس عورت سے فرمایا کہ اب
اس بچہ کا نام ماتت الدین نہ رکھنا بلکہ "عاش الدین" (دین زندہ ہوگیا)
رکھنا۔ (مناقب ج ۲ ص ۱۹۹ قاموس در لغت شرح وانی جز ۹ ص ۱۶۰)

○

شوہر کی قاتلہ

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ ایک عورت کے ایک مرد سے ناجائز تعلقات قائم تھے اسی اثنا میں اس کی شادی ہو گئی۔ جب شب زفاف ہوئی تو اس نے اپنے رفیق کو چور راستہ سے حجلۂ عروسی میں داخل کر لیا جس وقت شوہر نے ارادہ نزدیکی کیا تو وہ شخص نمودار ہوا اور شوہر پر حملہ کر بیٹھا دونوں میں لڑائی ہوئی نتیجہ میں اس شوہر نے اس مرد کو قتل کر دیا۔ اس کی محبوبہ نے جو یہ دیکھا تو غفلتہً پیچھے سے آ کر اپنے شوہر کو قتل کر دیا۔ جب مقدمہ حضرت علیؑ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے فیصلہ کیا کہ اس عورت کے یار کی دیت اس سے لی جائے اس کے بعد شوہر کے خون کے عوض اس کو قتل کر دیا جائے۔ (مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۲۰۰ طرق حکمیہ ص ۵۶)

سید اجل علامہ سید محسن عاملی رہ اس واقعہ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ روایت اسی طرح وارد ہوئی ہے لیکن حسب قواعد شرعیہ عورت کے یار کی دیت نہیں ہے کیونکہ عورت کے شوہر نے اپنے

دفاع میں اس کو قتل کیا تھا اور وہ خود اپنے پاؤں اس کے گھر آیا تھا"
لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اس کی دیت برمحل ہے کیونکہ زوجہ نے اس کو
فریب دیا تھا اور دم دلاسہ دے کر اپنے حجلۂ عروسی میں لے آئی تھی
ورنہ رات کے وقت کسی کی خوابگاہ میں داخل ہونا آسان بات نہیں
ہے شاید اسی وجہ سے حضرت نے اس عورت کو دیت ادا کرنے کا
حکم دیا۔ (مولف)

○

ایک مقتول اور کئی قاتل

عجائب الاحکام میں ہے کہ ایک شخص کو اس کی سوتیلی ماں نے اپنے چند رفقاء کے ساتھ مل کر قتل کروا دیا تھا جب یہ مقدمہ حضرت عمر کے سامنے پیش ہوا تو آپ اس امر میں مردد ہوئے کہ اس کے بدلہ میں ایک کو قتل کرنا چاہیئے یا کئی کو حضرت علیؑ نے فرمایا "اگر کچھ چور مل کر ایک اونٹ چرائیں تو کیا صرف ایک چور کا ہاتھ کاٹو گے یا سب پر حد جاری کرو گے؟" حضرت عمر نے جواب دیا "سب کا ہاتھ کاٹا جائے گا" فرمایا "یہ بھی اسی طرح ہے"۔

(کافی تہذیب قضاوتہائے امیرالمومنین ص ۸۴)

فضیل ابن یسار نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا کہ دس نفر نے ایک شخص کو قتل کیا ان کی سزا کیا ہے؟ فرمایا "اولیاء مقتول اگر چاہیں تو سب کو قتل کر سکتے ہیں لیکن اس صورت میں ان کو نو شخصوں کی دیت دینا لازم ہو گی اور اگر چاہیں تو ان میں سے ایک کو قتل کریں اور باقی قاتل اولیاء مقتول کو دیت کا دسواں حصہ ادا کریں۔ اس کے بعد

والی امران کو تادیب کرکے قید کرے گا۔ (وافی جز ۹ ص ۹۰) اس مضمون کی متعدد روائتیں وارد ہوئی ہیں۔

توضیح:۔ اگر سوال کیا جائے کہ جب دسوں کا قتل کرنا جائز ہے تو ان کی دیت کیسی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی دیت اس لئے ہے کہ اولیاء مقتول کا فی الواقع جو نقصان ہوا ہے وہ ایک نفس کا ہے جو ایک نفس کے قتل ہونے سے پورا ہو جاتا ہے لہذا باقی قاتلوں کی دیت دینا پڑے گی ورنہ بدلہ اصل سے دس گنا بڑھ جائے گا اب رہا ان کا قتل تو وہ اس لئے جائز ہے کہ وہ سب کے سب مقتول اوّل کے قتل میں شریک تھے۔ (مولف)

مارنے والے پکڑنے والے دیکھنے والے کی سزا

حاجی نوری علیہ الرحمہ نے کتاب عجائب الاحکام سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے ایسے تین شخصوں کے بارے میں جن میں سے ایک نے ایک شخص کو پکڑے رکھا دوسرے نے آکر قتل کر دیا، تیسرے نے برضامندی اس کا مشاہدہ کیا، یہ سزا تجویز کی کہ اس کے قاتل کو قتل کیا جائے، پکڑنے والے کو حبس دوام کیا جائے اور دیکھنے والے کی دونوں آنکھیں پھوڑ دی جائیں۔ (بحار ج ۲ ص ۲۵۴ مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۱۹۶ طرق حکمیہ ص ۵۰)۔

○

جس کو خدا رکھے

ایک شخص نے ایک انصاری کے لڑکے کو قتل کر دیا۔ مقتول کا باپ قاتل کو پکڑے ہوئے حضرت عمرؓ کے پاس لایا۔ قاتل نے اپنے جرم کا اقرار کیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے قتل کا فرمان جاری کیا۔ مقتول کے باپ نے قاتل کی گردن پر اپنی تلوار سے دو وار کئے اور اپنی دانست میں اس کو قتل کر دیا لیکن ابھی رمق جان اس کے جسم میں باقی تھی کہ اس کے اقربا اس کو اٹھا کر لے گئے اور چھ مہینہ میں لوٹ پوٹ کر وہ ٹھیک ہو گیا۔ ایک روز جب وہ باہر نکلا تو راہ میں پھر مقتول کے باپ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے اس کا گریبان پکڑ لیا اور دوبارہ کھینچتا ہوا حضرت عمرؓ کے پاس لایا۔ خلیفہ نے دوبارہ حکم دیا کہ اس کا سر تن سے قلم کیا جائے۔ قاتل نے حضرت علیؓ سے استغاثہ کیا۔ آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ "یہ کیا فیصلہ ہے جو اس شخص کے بارے میں کیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ "اے ابوالحسن! النفس بالنفس جان کا بدلہ جان ہے" فرمایا "کیا ایک مرتبہ اس کو نہیں مارا ہے؟" جواب دیا "مارا ہے لیکن وہ زندہ

بچ گیا" حضرت نے فرمایا "مقتول تو ایک دفعہ مارا گیا تھا کیا قاتل کو دو دفعہ مار و گے؟" یہ سُن کر حضرت عمر تو خاموش ہو گئے۔ مقتول کا باپ بول اٹھا کہ "یا علی! آپ میرے فرزند کا خون ہدر کئے دیتے ہیں" آپ نے فرمایا "نہیں بلکہ فیصلہ یہ ہے کہ جس طرح تو نے اس کی گردن پر تلوار کے دو وار کئے تھے یہ بھی اسی طرح دو وار کر کے تجھ سے قصاص لے لے پھر اس کو اپنے بیٹے کے بدلہ میں چاہے قتل کر ڈالنا"۔ اُس نے عرض کی۔ "یا مولا! یہ تو بڑا سخت اور جان لیوا فیصلہ ہے" آپ نے فرمایا "بہر حال یہ ضروری ہے" اس نے کہا کہ "اچھا میں نے اپنے بیٹے کا خون معاف کیا" آپ نے فرمایا "یہ ٹھیک ہے" پس اس وقت فریقین کے درمیان صلحنامہ لکھا گیا اور ہر ایک نے دوسرے کو معاف کر دیا اس وقت حضرت عمر نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور ارشاد فرمایا:۔

الحمد للہ انتم اھل بیت الرحمۃ یا ابا الحسن، لولا علی ہلک عمر۔ الحمد للہ کہ آپ اے ابوالحسن اہل بیت رحمت سے ہیں اگر آپ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو گیا تھا۔

(ناسخ التواریخ مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۱۸۷)

بیٹے کے قتل کی سزا

حضرت نے فرمایا کہ باپ اگر اپنے بیٹے کو قتل کر دے تو وہ اس کے بدلہ قتل نہیں کیا جائے گا البتہ بیٹا باپ کے قتل کرنے پر قتل کیا جائے گا۔ (وافی جز۹ ص ۹۳)

نوٹ:۔ باپ کی سزا مذکورہ صورت میں کوڑے اور شہر بدر ہونا ہے۔ مولف

○

زنا

جُرمِ زنا کی سنگینی

حضرت علی علیہ السلام نے جناب رسالت مآبؐ سے روایت ہے کہ جب میرے بعد میری امت میں زنا کی زیادتی ہو جائے گی موت فجائی کی کثرت ہو جائے گی۔ (وافی جزو ۹ ص ۳۴)

توضیح:۔ موت فجائی سے ہر وہ موت مراد ہے جو بغیر کسی مقدمہ کے واقع ہو جائے جیسے ہارٹ فیل، ایکسیڈنٹ وغیرہ۔ جس کی آج کل کثرت ہے۔ زنا چونکہ چوری چھپے واقع ہوتے ہیں اس لیے ان کو تو ہم عام طور سے نہیں دیکھتے لیکن اس کا نتیجہ (اموات فجائیہ) ہمارے پیش نظر ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔ زانی کو چھ باتوں کیلئے تیار رہنا چاہیئے تین۳ ان میں سے دنیا میں ہیں اور تین۳ آخرت میں۔ جو تین۳ دنیا میں ہیں وہ یہ ہیں ۱۔ چہرہ بے نور ہو جائے گا۔ ۲۔ فقیر ہو جائے گا۔ ۳۔ جلد مرے گا۔ جو باتیں آخرت میں ہیں وہ یہ ہیں ۱۔ غضب الٰہی ۲۔ سخت محاسبہ ۳۔ آتش جہنم میں ہمیشگی۔

ایک شخص امام علی بن الحسین علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے کہا میں عورتوں کے ساتھ مبتلا ہوں ایک روز زنا کرتا ہوں اور دوسرے روز روزہ رکھ کر اس کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں یہ سن کر حضرت نے ارشاد فرمایا:۔ اللہ کو اطاعت سے زیادہ کوئی شے پسند نہیں نہ زنا کرو نہ روزہ رکھو۔ اس وقت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور فرمایا:۔ اے شخص تو جہنمیوں کا عمل کرتا ہے اور اللہ سے جنت کا امیدوار ہے۔ (وافی جزو ۹ ص ۳۴)

○

غیر شادی شدہ کا زنا

حضرت غیر شادی شدہ کو سو تازیانہ لگا کر شہر بدر کر دیتے تھے۔

(وافی جز و ۹ ص ۳۹)

○

شادی شدہ کا زنا

شادی شدہ (محصن) مرد و عورت کو رجم (سنگسار) فرماتے تھے۔ (وافی ج ۹ ص ۳۹)

○

رجم کفارۂ زنا ہے

حضرت علی علیہ السلام شراحتہ ہمدانیہ کو جس وقت رجم کرنے کے لئے لے چلے تو تماشائیوں کا اتنا ہجوم ہوا کہ قریب تھا کہ ایک دوسرے کو کچل کر ہلاک کر ڈالے جب حضرت نے یہ دیکھا تو اس کے واپس کئے جانے کا حکم دیا۔ جب اژدحام کم ہو گیا تو آپ اس کو شہر پناہ کے پھاٹک سے باہر لائے اور دروازہ بند کروا دیا اور جو لوگ بحکم امام باقی رہ گئے تھے انہوں نے اس عورت کو سنگسار کر کے ہلاک کر دیا۔ جب وہ مر چکی اور دروازہ کھلا تو کچھ لوگ اس عورت کو لعنت کرتے ہوئے باہر آئے اس وقت آپ کے حکم سے ایک منادی نے ندا کی :-

"ایہا الناس! اپنی زبانیں روک لو کیونکہ حد اسی لئے جاری کی جاتی ہے کہ وہ گناہ کا کفارہ ہو جائے" (وافی جزو ۹ ص ۴۴)

○

زانی پر مہر نہیں ہے

حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا :- زانی کے اوپر کوئی مہر نہیں ہے اور نہ اس عورت پر حد ہے جس سے جبراً زنا کیا جائے۔ (وافی جز ۹ ص ۴۶)

○

مستکرہہ پر حد نہیں ہے

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ کے پاس ایک عورت و مرد لائے گئے جنہوں نے زنا کیا تھا عورت نے کہا "یاامیرالمومنین! خدا کی قسم اس نے جبراً مجھ سے زنا کیا ہے یہ سُن کر آپ نے اس پر سے حد اٹھادی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر ان لوگوں (حکومت کے فقہا) سے پوچھا جائے تو یہ فتویٰ دیں گے کہ اس عورت کی بات کا یقین نہ کرو حالانکہ خدا کی قسم امیرالمومنین علیہ السلام نے یہاں پر عورت کی بات کا یقین کیا ہے۔ (روانی جز ۹ ص ۴۲)

نوٹ:۔ صورت مذکورہ میں عورت پر کوئی حد نہیں ہے لیکن مرد کی سزا جبکہ اس نے زنا بالجبر کیا ہو اور شرعی ثبوت فراہم ہو گیا ہو قتل ہے جیسا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کی روایت ہے۔ آپ سے کسی نے پوچھا کہ اس شخص کی کیا سزا ہے جس نے کسی عورت سے جبراً زنا کیا ہو؟ فرمایا وہ قتل کیا جائے گا چاہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔

(روانی جز ۹ ص ۴۵)

ایک مضطرہ عورت کے ساتھ زنا

اربعین خطیب بغدادی سے منقول ہے کہ ـــــ حضرت عمر کے پاس ایک عورت گرفتار کر کے لائی گئی جس کو لوگوں نے عربستان کے کسی دریا کے کنارہ زنا کرتے ہوئے دیکھا تھا شہود گذرے اور حضرت عمر نے اس کو رجم کیے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ اپنے خلاف یہ فیصلہ سن کر اس عورت نے کہا اللہم انک تعلم انی بریئۃ ۔ خدایا تو واقف ہے کہ میں بری ہوں۔ یہ سن کر حضرت عمر غضبناک ہو گئے اور فرمایا۔ ایک تو زنا کیا اس پر گواہوں پر بھی جرح کرتی ہے چنانچہ جب اس کو رجم کرنے کے لئے لے چلے تو راستہ میں حضرت علیؑ سے ملاقات ہوئی آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا اس کو واپس لے آؤ اور اس سے مزید تحقیقات کرو شاید اس کے پاس کوئی عذر معقول ہو چنانچہ وہ لوٹائی گئی اور اس سے دریافت حال کیا گیا تو اس نے بتلایا کہ میرے گھر والوں کے کچھ اونٹ تھے جو میں چرانے کے لئے بیابان میں نکلی تھی جنگل میں پہنچ کر پیاس لگی دوسرے چرواہے کے پاس پانی تھا میں نے اس سے

پانی طلب کیا تو اس نے کہا کہ جب تک میرے ساتھ زنا نہ کرے گی میں پانی نہ دوں گا میں نے پہلے تو انکار کیا لیکن جب پیاس کی وجہ سے جان لبوں پر آگئی تو بعالم مجبوری میں بھی آمادہ ہو گئی یہ سُن کر حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا: اللہ اکبر فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ (آیۃ) جو مضطر ہو جائے درانحالیکہ وہ نہ تو سرکشی کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ یہ سُن کر حضرت عمر نے اس عورت کو آزاد کر دیا۔

(مناقب ج ۲ ص ۱۹۰/ بحار الانوار ج ۹ ص ۴۸۴ ریاض ج ۲ ص ۱۹۶ ذخائر العقبیٰ ص ۸۱ طرق حکمیہ ابن قیم طبع مصر ص ۵۳)

حاملہ کی حد

ایک عورت کو حضرت عمر کے پاس لائے جس نے زنا کیا تھا اور وہ عورت حاملہ بھی تھی حضرت عمر نے جب اس سے اقرار لیا تو اس نے اقرار بھی کر لیا آپ نے فرمان دیا کہ اس پہ حد جاری کی جائے چنانچہ جب وہ رجم کئے جانے کے لئے لے جائی جا رہی تھی تو حضرت علیؑ پہنچے آپ نے پوچھا "کیا معاملہ ہے؟" اس عورت نے جواب دیا "اے ابوالحسن! یہ لوگ مجھ کو رجم کرنے لے جا رہے ہیں"۔ یہ سن کر حضرت علیؑ نے حضرت عمر سے کہا کہ "اے عمر! اگرچہ اس کے خلاف دلیل ہے لیکن اس کے شکم میں جو بچہ ہے اس کے خلاف کیا دلیل ہے یہ سن کر خلیفہ نے کہا" کل احد افقہ منی" ہر کوئی مجھ سے زیادہ فقہ جانتا ہے۔ یہ جملہ آپ نے تین دفعہ اپنی زبان پہ جاری فرمایا۔ پھر حضرت علیؑ اس عورت کے ضامن ہو گئے یہاں تک کہ وہ ایک لڑکا جنی اور خلیفہ کے پاس دوبارہ گئی اور انہوں نے اس کو رجم کیا۔ (ذخائر العقبیٰ ص ۸۱ ط قاہرہ ریاض نضرہ ج ۲ ص ۲۵۹)

نوٹ :- اسی مضمون کی ایک دوسری روایت پہلے بھی گزر چکی ہے (دیکھو ابوتراب در نظر ام المومنین و اصحاب ص ۱۳۵)

خدا کے رازِ رسالت مآبؐ سمجھے ہیں
نبیؐ کے سرِّ خفی بوتراب سمجھے ہیں

(میر محبوب علی خاں ناجد دکن)

ایک بچہ اور تین باپ

زید بن ارقم سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس تین شخص لائے گئے جنہوں نے ایک کنیز سے ایک ہی طہر میں نزدیکی کی تھی اور اس نے بچہ جنا تھا اب تینوں اس بچہ کے مدعی تھے حضرت نے پہلے ان میں مصالحت کرانا چاہی جب وہ نہ مانے تو آپ نے فیصلہ یہ کیا کہ جس کے نام قرعہ برآمد ہو اس کو بچہ دے دیا جائے اور اس سے ⅔ بچہ کی قیمت لے کر باقی دو شخصوں کو دی جائے چنانچہ جب قرعہ اندازی کی گئی تو ایک شخص کا نام برآمد ہوا اس کو بچہ دے کر دو ثلث قیمت وصول کی گئی۔ جب جناب رسالت مآبؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فیصلہ کی خبر کی گئی تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:- الحمد للہ الذی جعل الحکمۃ فینا اھل البیت۔

(ذخائر العقبیٰ ص ۱۳، مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۱۷۶)

توضیح:- ان لوگوں نے بظاہر بعالم جہل کنیز کے ساتھ مواقعت کی تھی ورنہ یہ سب سزا کے بھی مستحق ہوتے۔ نیز کنیز نے بظاہر غیر متعلق

جگہ میں بچہ جنا تھا ورنہ جس کے گھر میں جنتی قاعدہ شرع کی رو سے اسی کا بچہ محسوب ہوتا۔

۲۔ علی بن ابراہیم قمی نے عجائب الاحکام میں ایک ایسا ہی واقعہ درج کیا ہے جس میں بجائے تین کے دو مردوں نے ایک مشترکہ کنیز سے مقاربت کی اور حضرت نے قرعہ کے ذریعہ فیصلہ صادر فرمایا اور جس کو بچہ نہیں ملا اس کو آدھی قیمت دلوائی حضرت رسالت مآبؐ کو جب اس فیصلہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: "الحمد للّٰہ الذی جعل فینا من یقضی علی سنۃ داؤد" یعنی حمد ہے اُس خدا کی جس نے ہمارے درمیان وہ شخص قرار دیا ہے جو سنت داؤد کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔

۳۔ کلینی علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علی کے سامنے یمن میں ایک مقدمہ پیش ہوا کہ ایک گھر منہدم ہو گیا جب ملبہ اٹھایا گیا تو دو بچے برآمد ہوئے ایک ان میں سے غلام تھا اور دوسرا آزاد۔ حضرت نے دونوں کے نام قرعہ اندازی کی، آزاد کے نام قرعہ نکلا لہذا پورا مال اسی کو دے دیا اور غلام کو آزاد کر دیا۔

(قضا ۱۳۳)

زنائے مردِ محبوس

ایک مرتبہ ایک ایسی عورت نے زنا کیا جس کا شوہر اسی شہر میں تھا لیکن قید میں تھا حضرت نے اس پر سے حدِ زنائے محصنہ (سنگسار ہونا) اٹھالی اور سو تازیانوں کی حد جاری کی۔

(وسائل ج ۳ ص ۴۲۷)

○

ایک جُرم کی مختلف سزائیں

اصبغ بن نباتہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر کے سامنے پانچ نفر پیش کیئے گئے جنہوں نے زنا کیا تھا چنانچہ آپ نے سب کو رجم کیئے جانے کا فیصلہ صادر فرمایا حضرت علی نے فرمایا یہ فیصلہ ٹھیک نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ نے ایک کو اپنے سامنے بلایا اور اس کی گردن ماردی دوسرے کو رجم کیا، تیسرے پر حد (۱۰۰ تازیانہ) لگائے، چوتھے کو نصف حد (۵۰) تازیانہ لگائے، اور پانچویں کو معمولی سزا دے کر چھوڑ دیا۔ حضرت عمر نے جو یہ عجیب و غریب فیصلہ دیکھا تو اس کی وجہ دریافت کی فرمایا: پہلا شخص ذمی تھا جس نے مسلمان عورت سے زنا کیا تھا لہذا وہ ذمہ اسلام سے نکل گیا تھا اس لیئے اس کی سزا قتل تھی، دوسرا شادی شدہ زانی تھا لہذا اس کی سزا رجم تھی، تیسرا غیر شادی شدہ ہے اس لئے اس پر حد ضرب جاری کی، چوتھا غلام ہے اس لئے اس پر نصف حد ہے، پانچواں نیم دیوانہ ہے اس لئے اس کو معمولی سزا دی۔ یہ سُن کر حضرت عمر کی زبان پر نکلا۔

لاعشت فی امۃ لست فیھا یا ابا الحسن

میں اس امت میں زندہ نہ رہوں جہاں اے ابا الحسن! آپ مشکلکشائی کے لئے موجود نہ ہوں۔ (مناقب ج ۲ ص ۱۸۳ ناسخ التواریخ ۳/۳۲۷، بحار ج ۹ ص ۴۷۸)۔

○

علی نبیؐ سے نبیؐ ہیں علی سے یہ حق ہے
ہم اس حدیث کو ام الکتاب سمجھے ہیں۔

(تاجدار دکن)

زنائے محصنہ

حضرت عمرؓ حج کرنے گئے ہوئے تھے وہاں آپ کے سامنے ایک مقدمہ پیش کیا گیا جس میں ایک ایسے شخص نے زنا کیا تھا جس کی زوجہ دوسرے شہر میں تھی حضرت عمرؓ نے حکم دے دیا کہ اس کو سنگسار کر دیا جائے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا "اے عمر! اس کے لیئے رجم نہیں، تازیانے ہیں کیونکہ اس کی بیوی اس کے پاس نہیں ہے اس پر حضرت عمرؓ نے کہا "لا ابقانی اللہ لمعضلۃ لم یکن لہا ابوالحسن۔ خدا مجھ کو اس مشکل کے لیئے زندہ نہ رکھے جس کے حل کرنے کے لیئے ابوالحسن موجود نہ ہوں۔ (مناقب خوارزمی بحوالہ بحار ج ۹ ص ۴۷۸ مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۱۸۳)۔

○

ایک یتیمہ پر انوکھا ظلم

حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں ایک شخص کے گھر میں ایک یتیم لڑکی تھی جس کو اُس نے اپنی بیوی کے سپرد کیا تھا اور خود سفر پر رہا کرتا تھا یہاں تک کہ وہ لڑکی سن رشد کو پہنچی اور دولت حسن وجمال سے اس کا دامن مالا مال ہو گیا اور اب اس عورت کو بمقتضائے فطرتِ زن یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا شوہر جب سفر سے واپس آئے اور اس لڑکی کے جمالِ جہاں آرا پر نظر کرے تو شیفتہ و فریفتہ ہو جائے جس کے نتیجہ میں میری قسمت میں سوت دیکھنا پڑے یہ شیطانی وسوسہ اس کے دل میں اتنا بڑھا کہ ایک روز اُس نے کچھ عورتوں کو اپنا ہم راز بنا کر اس لڑکی کو پہلے تو زبردستی شراب پلائی۔ جب وہ نشہ میں ہو گئی تو اس کی بکارت زائل کر دی۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کا شوہر گھر میں آیا اور اس نے یتیمہ کی خیریت دریافت کی تو عورت نے بہ فریاد و فغاں یہ بیان کیا کہ اس لڑکی کے متعلق کیا پوچھتے ہو وہ تو بے عصمت ہو گئی ہے۔ لڑکی نے رو رو کر قسم کھائی

کہ اس نے کسی نامحرم کی شکل تک نہیں دیکھی عورت نے کئی گواہ پیش کر دیئے جنہوں نے اس کی بدچلنی کے متعلق گواہی دی بالآخر یہ معاملہ دربار خلافت میں پیش ہوا لیکن وہاں کوئی فیصلہ نہ ہو سکا تب اس عورت نے کہا کہ مجھ کو حضرت علی کے پاس لے چلو چنانچہ اس کو ان حضرت کے پاس لائے جب آپ نے مقدمہ سماعت کیا تو اس عورت سے ارشاد فرمایا کہ "کیا تیرے پاس اس لڑکی کے زنا کرنے پر گواہ ہیں؟" اس نے جواب دیا "جی ہاں! میری ہمسایہ عورتیں اس کی بدکاری پر گواہ ہیں" حضرت نے فرمایا کہ "گواہوں کو میرے سامنے حاضر کرو" جب گواہ حاضر ہوئے تو آپ نے اپنی شمشیر نیام سے برہنہ کر کے اپنے سامنے رکھ لی اور ان گواہوں میں سے ایک عورت کو اپنے سامنے بلا کر گواہی طلب کی اور ہر چند چاہا کہ اس کو جھوٹی گواہی دینے سے روک دیں لیکن وہ اپنی بات پر اڑی رہی اور یہی کہتی رہی کہ اس لڑکی نے زنا کی ہے" تب آپ نے اس کو چھوڑ دیا اور حکم دیا کہ اس کو ایک مکان میں قید کر دیں پھر دوسری گواہ عورت کو طلب کیا اور دوزانو ہو کر ٹھیک سے بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا "اے عورت مجھ کو پہچانتی ہے؟ میں ہی ہوں علی بن ابی طالب اور یہ ہے میری تلوار پہلی عورت نے حق کی طرف رجوع کر لیا ہے اور میں نے اس کو

امان دے دی ہے اگر تو نے بھی ٹھیک ٹھیک بتلا دیا تو تجھ کو بھی امان دی جائے گی اور اگر جھوٹ بولی تو اس تلوار سے گردن اڑا دوں گا" وہ عورت چلّائی کہ "یا علی الامان الامان میں سچ سچ بتلائے دیتی ہوں" حضرت نے فرمایا "تو امان میں ہے کہہ کیا کہتی ہے" عورت نے کہا "لا واللہ! اس لڑکی نے زنا نہیں کی بلکہ چونکہ یہ صاحب حسن و جمال تھی اس لئے اس عورت نے از راہ حسد اس کو نشہ پلا کر ہم لوگوں کی مدد سے اس کی بکارت کو زائل کیا ہے تاکہ اس کا شوہر اس کو اپنی بیوی نہ بنا لے" یہ سن کر حضرت نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور ارشاد فرمایا "انا اول من فرق بین الشھود بعد دانیال النبی" میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے دانیال کے بعد گواہوں میں اختلاف پیدا کیا۔ اس کے بعد حضرت نے حکم دیا کہ اس عورت پر یعنی مدعیہ پر، حد قذف (تہمت کی سزا) جاری کی جائے اور اس کو اس کے شوہر سے الگ کر دیا جائے چنانچہ اس کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی اور آپ نے اس کو حکم دیا کہ اس لڑکی کے ساتھ عقد کر لے اور اس کا مہر اپنی جیب خاص سے ادا کیا علاوہ بریں ان عورتوں سے بھی، چار سو درہم اس کی بکارت کی دیت کے وصول کر کے اس لڑکی کو دیئے۔

دانیال کا قصہ

یہ فیصلہ دیکھ کر حضرت عمر نے حضرت علیؑ سے سوال کیا کہ "یا علی! دانیال کا کیا قصہ ہے آپ ہمارے لئے اس کو بیان فرمائیں" حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "دانیال ایک بے ماں باپ کے یتیم تھے جن کو ایک پیرزن نے پالا تھا اور وہی ان کی نگہداشت کرتی تھی اس زمانہ کے بادشاہ کے دربار میں دو قاضی بھی تھے جو ایک مردِ صالح کے ہمراہ بادشاہ کے پاس آمدورفت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ کو ضرورت درپیش ہوئی کہ کسی شخص کو سفر پہ روانہ کرے بادشاہ نے ان دونوں قاضیوں کی طرف رخ کر کے کہا کہ میں کسی کو ایک ضرورت سے فلاں جگہ بھیجنا چاہتا ہوں لہذا ایک آدمی مہیا کرو ان دونوں نے اس مردِ صالح کے متعلق مشورہ دیا اور اس کو اس کام کے لئے آمادہ کیا چنانچہ بادشاہ نے اس کو روانہ کر دیا۔

اس شخص کی ایک خوبصورت بیوی تھی جو علاوہ حسین و جمیل ہونے کے بڑی پارسا بھی تھی اور اپنے شوہر کی دلدادہ و شیدا بھی۔ مردِ عالم نے وقت روانگی ان دونوں قاضیوں کو اس کا نگران بنایا اور کہا کہ ادصیکما بھا خیراً میں آپ دونوں کو اپنی زوجہ کے متعلق نیکی کی وصیت

کرتا ہوں امید ہے کہ آپ ہر روز اس کی خبر گیری کرتے رہیں گے ان دونوں نے اس کو برضائے خاطر منظور کیا اور وہ شخص اپنے سفر پہ روانہ ہو گیا۔

اس کی روانگی کے بعد یہ دونوں قاضی صاحبان اس کے گھر پہ آئے اور اتفاقاً ان کی نظر اس عورت کے حسن جہاں سوز پہ جو پڑی تو ایک جان چھوڑ ہزار جان سے اس پہ عاشق ہو گئے اور دونوں نے اپنا سرمایہ دین و ایمان اس پہ قربان کرنے کی ٹھان لی لیکن جب حرف مدعا زبان پہ لائے اور اس مومنہ کو ان کے ارادۂ بد کی خبر ہوئی تو اس نے انکار کیا تب انہوں نے اس سے کہا کہ اگر تم نے ہمارا کہا نہ مانا تو ہم بادشاہ سے تمہاری شکایت کریں گے اور زنا کی تہمت لگا کر سنگسار کر دیں گے۔ عورت نے کہا تمہارا جو دل میں آئے کر دو میں گناہ تو ہرگز نہ کروں گی چاہے میری جان ہی کیوں نہ کام آجائے۔

حسب قرار دونوں قاضی بادشاہ کے پاس آئے اور انہوں نے شکایت کی اس عورت نے اپنے شوہر کی غیبت میں زنا کیا ہے اور اپنے دعوے پر شہادت پیش کر دی۔ اس خبر سے بادشاہ کو بڑا صدمہ لاحق ہوا کیونکہ وہ عورت اپنی پاکدامنی میں مشہور تھی اور کوئی بھی اس پر شک و شبہ نہیں کر سکتا تھا لہٰذا یہ خبر سن کر بادشاہ تھوڑی دیر تک تردد میں

سر جھکائے بیٹھا رہا بالآخر اس نے اپنا سر اونچا کیا اور کہا کہ تمہاری شہادت قبول ہے لیکن تین روز اس کو مہلت دو۔ اس کے بعد شہر میں منادی کر دی گئی کہ فلاں عورت نے زنا کیا ہے تین روز کے بعد اس کو سنگسار کیا جائے گا یہ خبر تمام شہر میں نشر ہو گئی اس وقت سلطان نے اپنے وزیر سے کہا کہ "میرے خیال میں یہ عورت بے گناہ ہے تمہارا اس کی بابت کیا خیال ہے؟" وزیر نے جواب دیا "میں بھی اس معاملہ میں متحیر ہوں" یہاں تک کہ جب تیسرا روز آیا تو اتفاقاً وزیر کا گزر ایک گلی سے ہوا جہاں کچھ لڑکے کھیل رہے تھے۔ ان لڑکوں میں حضرت دانیال بھی تھے۔ دانیال نے باقی لڑکوں سے کہا کہ تو مرد صالح کی زوجہ بن جا دوسرے دو لڑکوں سے کہا کہ تم دونوں دو قاضی بن جاؤ اور اس عورت کے خلاف زنا کی گواہی پیش کرو یہ کہہ کر حضرت دانیال نے ایک مٹی کا چبوترہ بنایا اور اس پہ جا کر بیٹھ گئے اور تلوار کی جگہ سامنے ایک لکڑی رکھ لی اور حکم دیا کہ ان دونوں قاضیوں کو ایک دوسرے سے الگ رکھو پھر ان میں سے ایک کو حاضر کیا اور پوچھا کہ "سچ بتلاؤ! اس عورت کے بارے میں کیا کہتے ہو اگر جھوٹ بولے تو اس تلوار سے تمہاری گردن اڑا دوں گا۔"

وزیر کھڑا یہ باتیں سن رہا تھا اس وقت اس نقلی قاضی نے جواب دیا

کہ اس مردِ صالح کی زوجہ نے زنا کیا ہے اور میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں" دانیال نے پوچھا "کس شخص کے ساتھ؟" اس نے جواب دیا فلاں بن فلاں کے ساتھ" پھر پوچھا "کس روز؟ کس وقت؟ اور کس جگہ؟ اُس نے ان سب کا بھی ایک جواب دے دیا" دانیال نے حکم دیا کہ اس کو اپنی جگہ پہ پہنچادو پھر دوسرے گواہ کو طلب کیا اور اس سے بھی وہی سوالات کیے جو پہلے سے کئے تھے لیکن اُس نے جو جوابات دیئے وہ پہلے گواہ کے مخالف تھے یہ سن کر جناب دانیال نے کہا "اللہ اکبر" ان دونوں قاضیوں نے جھوٹی گواہی دی ہے آؤ ان دونوں کو قتل کرو۔ وزیر نے جب یہ پورا واقعہ اپنی آنکھ سے دیکھا تو دوڑتا ہوا بادشاہ کے پاس گیا اور اس کو اس قصہ سے آگاہ کیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ دونوں قاضیوں کو لایا جائے جب وہ آئے تو دونوں کے درمیان جدائی ڈال دی اور جس طرح جناب دانیال نے عدالت کی تھی اسی طرح اُس نے بھی سوالات کیئے اور دونوں کے جوابات آپس میں مختلف پائے اس وقت بادشاہ نے ان دونوں قاضیوں کو قتل کروا دیا اور اس عورت کو آزاد کر دیا۔ (وافی جز ۹ ص ۱۶۱ مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۱۹۳ و عراق طرق حکمیا ابن قیم ص ۶۰)۔

توضیح :۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ دریافت حق و حمایت مظلوم

کے لئے غلط کہنا جائز ہے جس طرح اصلاح ذات البین کے لئے غلط بیانی جائز ہے کیونکہ ان صورتوں میں اگر غلط بیانی سے احتراز کیا جائے تو مظلوم پر ظلم واقع ہو جاتا ہے اور ایک بے گناہ ناحق مارا جاتا ہے پھر حضرت علی نے کوئی خلاف واقع بات بھی اپنی زبان مبارک سے نہیں نکالی بلکہ یہی کہا کہ اس عورت نے حق کی طرف رجوع کر لیا ہے حق سے مراد موت بھی ہو سکتی ہے اور ہر شخص موت کی طرف پلٹنے والا ہے

یہودیہ و نصرانیہ کے ساتھ زنا

حضرت محمد بن ابوبکر نے حضرت علی علیہ السلام سے خط کے ذریعہ پوچھا کہ جو مسلم یہودی یا نصرانی عورت سے زنا کرے اس کے متعلق کیا کیا جائے آپ نے جواب میں تحریر فرمایا :- اگر شادی شدہ ہو تو سنگسار کر دو اور اگر غیر شادی شدہ ہو تو سو تازیانہ لگاؤ اور شہر بدر کر دو - اب رہا یہودیہ کا معاملہ تو اس کو اس کے مذہب والوں کے پاس بھیج دو وہ جو چاہیں اس کے ساتھ کریں (دائی جزو ۹ ص ۳۹)-

○

نابالغ بچہ اور زن بالغہ کا زنا

شوہر دار عورت اور نابالغ بچہ کے زنا کے بارے میں حضرت عمر نے فیصلہ کیا کہ عورت کو رجم کیا جائے - امیر المومنین نے فرمایا اس پہ رجم واجب نہیں ہے صرف حد ہے کیونکہ جس نے اس کے ساتھ مجبور کیا ہے وہ بے شعور رہے (مناقب ج ۲ ص ۳۸۱، ناسخ ج ۳ ص ۷۳۲)

○

مکرر زنا کی سزا

ایک شخص نے ایک دن میں چند دفعہ زنا کیا تھا حضرت نے فرمایا اگر اُس نے ایک ہی عورت سے مکرر زنا کیا ہے تو ایک حد سے زیادہ نہیں ہے لیکن اگر متعدد عورتوں سے زنا کیا ہے تو چاہے ایک روز یا ایک ساعت میں کیا ہو تو اتنی حدیں جاری ہوں گی جتنی عورتوں سے زنا کیا۔ (قضاوتہا ۱۶۶)

○

ایک پیرِ فرتوت اور اُس کی کمسن دوشیزہ

ایک بڈھے کھونسٹ نے ایک کمسن دوشیزہ سے عقد کیا۔ قدرتِ خدا سے وہ حاملہ بھی ہو گئی اب بڈھے کو بڑی فکر لاحق ہوئی کیونکہ مواقعت صحیحہ عمل میں نہیں آئی تھی اور بڈھا بوجہ ناتوانی اس پر باقاعدہ تصرف بھی نہیں کر سکتا تھا نہ اس کی بکارت زائل کی تھی آخر میں اُس نے طے کر لیا کہ اس نے حرام کاری کی ہے اور اس کو پکڑ کر حضرت عثمان کے سامنے پیش کر دیا۔ خلیفہ نے اس لڑکی سے پوچھا کہ "اس بڈھے نے تیری بکارت زائل کی ہے؟ اُس نے جواب دیا "نہیں" خلیفہ نے حکم دیا کہ "اس عورت کو سنگسار کر دیا جائے" حضرت علی نے فرمایا "جلدی نہ کرو واقعہ یہ ہے کہ ہر عورت کے، عام اس سے کہ وہ باکرہ ہو یا غیر باکرہ دو مجری ہوتے ہیں ایک برائے پیشاب دوسرا برائے حیض اگر نطفہ مجرائے حیض میں داخل ہو جائے تو حمل بغیر بکارت زائل ہوئے بھی قرار پا سکتا ہے اب اس بڈھے سے پوچھو کہ اُس نے کیا کیا ہے" چنانچہ بڈھے سے پوچھا گیا تو اس نے

اقرار کیا کہ وہ بغیر دخول کے انزال کرتا رہتا تھا۔ یہ سن کر حضرت علی
نے فرمایا کہ "یہ عمل اسی بڈھے کا ہے اب بھی اگر یہ اس سے انکار
کرے تو خود اس کو سزا دینا چاہیئے۔ (روایت عامہ وخاصہ)

(ارشاد مفید قضاۃ تہاص ۹۴ مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۱۹۲)

○

باپ کالا فرزند نرالا

حضرت عمر کے پاس ایک دفعہ ایک حبشی آیا اس کے ساتھ اس کی سیاہ فام عورت بھی اور اس نے کہا کہ اے امیرالمومنین! میں نے سیاہ بیج بویا اور میری بیوی بھی کالی لیکن یہ سرخ رنگ بچہ جنی ہے۔ عورت نے کہا:۔ اے امیرالمومنین! خدا کی قسم میں نے خیانت نہیں کی ہے یہ اسی کا بچہ ہے یہ سن کر حضرت عمر نہ سمجھ سکے کہ کیا کہیں لہذا آپ نے حضرت علیؑ سے سوال کیا آپ نے حبشی سے کہا اگر میں تجھ سے کچھ پوچھوں تو ٹھیک جواب دے گا؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا:۔ تو نے حالت حیض میں اپنی زوجہ سے مباشرت کی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں ایسا ہوا تو ہے۔ آپ نے فرمایا:۔ اللہ اکبر نطفہ خون حیض سے مخلوط ہو کر بچہ کی خلقت پر اثر انداز ہوا اس لئے وہ سرخ رنگ پیدا ہوا پھر آپ نے اس حبشی سے فرمایا:۔ اب بچہ سے انکار نہ کرنا بلکہ تو خود مجرم ہے کہ تو نے بعالم حیض اپنی زوجہ سے نزدیکی کی۔ (طرق حکمیہ ابن قیم ص ۴۷)۔

نوٹ :۔ مذکورہ بالا روایت کی نظیر روایت ابو تراب درنظرام المومنین و اصحاب میں گزرچکی ہے ۔ (دیکھو ص ۱۳۹)

○

اللہ اللہ پر تو مہر درخشان علیؑ　　می شود روشن خلافت از جمال بو تراب

ایک مرد و زن زناکار

ایک مرد و زن حضرت عمر کے پاس رفع نزاع کے لئے لائے گئے اثنائے گفتگو میں مرد نے اس عورت سے کہا "اے زانیہ!" اُس عورت نے جواب دیا "تو مجھ سے زیادہ زناکار ہے" حضرت عمر نے حکم دیا کہ دونوں کو تازیانہ لگایا جائے یہ دیکھ کر حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا "جلدی نہ کرو کیونکہ اس عورت پر دوہری حد ہے اور اس مرد پر کوئی حد نہیں" حضرت عمر نے پوچھا "یہ کیسے؟" فرمایا "اس عورت پر ایک حد زنا کی ہے کیونکہ اُس نے "انت ازنی منی" کہہ کر اپنے زنا کا اعتراف کر لیا دوسرے حد مرد پر زنا کی تہمت لگانے کی ہے مرد پر حد اس لئے نہیں ہے کہ اس کے خلاف نہ جرم ثابت ہے اور نہ اُس نے اقرار کیا ہے۔ اور جو تہمت اُس نے اپنی بیوی کے خلاف لگائی اس کی بیوی نے اس کا اقرار کر لیا۔ البتہ عورت کی حد زنا پوری نہیں لگائی جائے گی تھوڑی تعزیر کی جائے گی کیونکہ پوری حد چار دفعہ اقرار کرنے پر لگتی ہے۔ (مناقب ج ۲ ص ۱۸۲)۔

مطلب برآری کا انوکھا طریقہ

ایک عورت جو ایک شخص پہ عاشق تھی اس نے یہ چال چلی کہ اس مرد کی کنیز کا بھیس بدل کر رات کے وقت اس کے بستر پر لیٹ گئی وہ شخص جو آیا تو اُس نے بھی (غنیمت سمجھا اور) اس کے ساتھ منہ کالا کیا جب حضرت کے سامنے مقدمہ پیش کیا گیا تو آپ نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ: عورت پہ علانیہ حد جاری کی جائے اور مرد پہ پوشیدہ طریقہ سے۔ (مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۲۰۱)۔

توضیح :- شاید سزا میں تفرقہ کی وجہ یہ ہو کہ عورت نے بڑی جرأت سے کام لیا تھا اور زنا کے تمام مقدمات اسی نے فراہم کئے تھے اس لئے اس کو علی الاعلان سزا دینے کا حکم ہوا اور مرد کا جرم عورت کے مقابلہ میں ہلکا تھا اس لئے پوشیدہ طور پہ سزا کا حکم دیا وقت زنا چونکہ وہ عورت کو پہچان گیا تھا اس لئے حد جاری کی گئی ورنہ بری ہوسکتا تھا۔

بوڑھے اور بوڑھیا کا زنا

اگر شیخ و شیخہ (بوڑھے شادی شدہ مرد و زن) اگر زنا کرتے تھے تو حضرت علیؑ دونوں کو سو تازیانہ بھی لگاتے تھے اور بعد میں رجم بھی کرتے تھے۔ (وافی جزو ۹ ص ۱۳۹)۔

○

مریض مجرم کا حکم

حضرت علیؑ کے پاس ایک ایسا مجرم لایا گیا جو واجب الحد تھا اور اس کے جسم پر بہت سے زخم تھے۔ آپ نے فرمایا:۔ اس پر سے ابھی رجم رہنے دو یہاں تک کہ یہ اچھا ہو جائے اس کے بعد حد جاری ہو گی۔ (وافی جزو ۹ ص ۴۵)۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسالت مآبؐ کے پاس ایک نہایت بدصورت پستہ قد استسقا کا مریض لایا گیا۔ جس کے پیٹ کی رگیں باہر نکلی ہوئی تھیں اُس نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا تھا۔ آپ نے اس عورت سے پوچھا تو اس نے جواب دیا: یا حضرت! مجھ کو اس وقت خبر ہوئی جب اُس نے حملہ کر دیا۔ تب حضرت نے اس سے پوچھا: تو نے زنا کیا ہے؟ اُس نے کہا جی ہاں! (یہ شخص شادی شدہ نہ تھا) یہ سن کر آپ نے کھجور کی شاخ منگوائی اس میں سے سو تنکے گن کر ہاتھ میں پکڑے اور اس سے اس کو مارا۔ (وافی جزو ۹ ص ۴۵)۔

ان دونوں روایتوں کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ مریض مجرم کے بارے میں قاضی کو دونوں طرح کا اختیار ہے چاہے اسی وقت مذکورہ طریقہ پر حد جاری کرے اچاہے پوری حد اس کے تندرست ہونے کے بعد جاری کرے۔ بظاہر پوری حد بعد صحت کے جاری کرنے کا حکم اس لئے ہے کہ اگر مریض کے لئے صرف وہی طریقہ معین ہو جائے جو رسول اللہ نے کیا تو پھر مریض کو خوف باقی نہ رہے گا اور گناہ پر اس کی جرأت بڑھ جائے گی۔ اب رہا یہ امر کہ کس موقعہ پر مذکورہ طریقہ پر خفیف حد ہے اور کس موقعہ پر انتظار کرنا چاہئے یہ امام و قاضی کی نظر پر ہے مثلاً اگر مریض کے جانبر ہونے کی امید نہ ہو تو خفیف حد جاری کر کے اس کی گلو خلاصی کر دے اور اگر بچنے کی قوی امید ہو تو حد کو اس کی صحت پر اٹھا رکھے۔ شاید حضرت علیؓ اور رسول اللہ کے مذکورہ دونوں واقعوں میں بھی یہی فارق تھا یعنی آنحضرتؐ کے پاس جو مریض لایا گیا تھا اس کے بچنے کی امید نہ تھی اس لئے اس پر آپ نے خفیف حد جاری کر دی اور حضرت علیؓ کے پاس جو مریض مجرم لایا گیا تھا اس کے جسم پر صرف زخم تھے اس لئے اس کے اچھے ہو جانے کا آپ نے انتظار کیا۔

○

مجنونہ کا زنا

حضرت علی علیہ السلام سے ایک دیوانی عورت کے متعلق سوال کیا گیا جس نے زنا کیا تھا اور حاملہ بھی ہو گئی تھی۔ آپ نے فرمایا:۔ اس کی حیثیت حیوان کی ہے وہ اپنے اختیار میں نہیں ہے نہ تو اس پر رجم ہے نہ کوڑے ہیں نہ شہر بدر ہے۔ وافی جزو ۹ ص ۴۶ (یہ قضیہ حضرت عمر کے سلسلے میں بھی پیش ہو چکا ہے جہاں حضرت علیؑ نے حق فیصلہ کیا ہے تفصیل کے لیئے دیکھو ابو تراب ج ا ص ۱۳۱)۔

توضیح :۔ مذکورہ حکم صرف مجنونہ (دیوانی عورت) کے ساتھ اختصاص رکھتا ہے ورنہ دیوانہ مرد اگر زنا کرے تو وہ سزا سے معاف نہیں ہے اس پر حدیث ذیل دلالت کرتی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں: اگر پاگل یا سنکی (نیم دیوانہ) زنا کرے (اگر بیوی رکھتا ہو) تو اس کو رجم کیا جائے گا ورنہ حد لگائی جائے گی۔ راوی کہتا ہے میں نے امامؑ کی خدمت میں عرض کی دیوانہ مرد و عورت اور سنکی مرد و عورت میں

کیا فرق ہے؟ (کہ مرد پر تو حد ہے عورت پر نہیں ہے حالانکہ دونوں کی حالت بظاہر ایک ہے) فرمایا: عورت سے یہ فعل کیا جاتا ہے اور مرد خود کرتا ہے اس لئے وہ اس کو اسی وقت کرے گا جب اس کو اتنا شعور ہو کہ اس فعل میں لذت ہے اور اس کو اس طرح کرنا چاہیے۔ اس کے برخلاف عورت اگر اس فعل سے مکرہ ہے تب بھی دوسرا اس کے ساتھ یہ فعل کر لیتا ہے بعض اوقات اس کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ اس کے ساتھ کیا کیا گیا ہے۔ (دوانی جزو ۹ ص ۴۶)

ماں کے ساتھ زنا کی پاداش

فرمایا ایسے شخص کو بعالم برہنگی نہایت شدت کے ساتھ سو تازیانے لگائے جائیں بعد ازاں اس کی گردن مار دی جائے۔ (فضاوتہا ۱۶۱)۔

توضیح :- دیگر محارم نسبی کی بابت بھی روایات میں حکم گردن زدنی وارد ہوا ہے چنانچہ امام علی بن الحسین علیہما السلام ارشاد فرماتے ہیں :- اگر کوئی شخص اپنی بہن سے زنا کرے تو اس کی گردن پر تلوار لگائی جائے جہانتک وہ کاٹ دے اس کے بعد اگر وہ بچ جائے تو اس کو حبس کر دیا جائے یہانتک کہ وہ قید ہی میں مر جائے۔

(وافی جزو ۹ ص ۴۶)

(مطبوعہ: علمی پرنٹنگ پریس لاہور)

خواب میں زنا

ایک شخص خلیفہ اول کے پاس ایکدوسرے شخص کو لے کر آیا اور اس کی شکایت کی کہ یہ کہتا ہے کہ یہ میری ماں کی وجہ سے خواب میں محتلم ہوا ہے خلیفہ متحیر ہوئے کہ کیا جواب دیں اس وقت حضرت علیؑ بھی مسجد میں تشریف رکھتے تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس قضیہ میں عدالت یہ ہے کہ اس شخص کو (جس نے خواب دیکھا ہے) دھوپ میں کھڑا کیا جائے اور اس کے سایہ پر حد جاری کی جائے کیونکہ اس نے بھی اس شخص کی ماں کے سایہ کے ساتھ ہی زنا کیا ہے لیکن مناسب ہے کہ ایک آدھ بید اس کے بھی رسید کر دیا جائے تاکہ یہ آئندہ اس قسم کی بیہودہ گوئی سے لوگوں کو تنگ نہ کرے۔

(مناقب شہر آشوب۔ ج ۲ ص ۱۷۹ ط عراق)

○

قتل و زنا

محراب میں لاش

ایک روز کا واقعہ ہے کہ خلیفہ ثانی حسب معمول مسجد میں نماز پڑھانے تشریف لائے کیا دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص عین محراب عبادت میں پڑا سو رہا ہے۔ آپ نے اپنے غلام سے کہا کہ اس کو اٹھاؤ غلام جب قریب آیا تو اس نے دیکھا کہ یہ شخص زنانہ لباس میں ملبوس ہے وہ سمجھا کہ انصار میں سے کوئی عورت ہے اب جو اس کو ہلایا تو مزید انکشاف یہ ہوا کہ عورت نہیں۔ ایک مرد کی لاش ہے جس کے ہاتھوں میں مہندی لگی ہوئی ہے زنانہ کپڑے پہنے ہے اور اس کا گلا کٹا ہوا ہے خلیفہ نے اس کو ایک گوشہ میں رکھوا دیا بعد نماز حضرت علیؑ سے پوچھا آپ اس لاش کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضرت نے ارشاد فرمایا:۔ اس کو دفن کر دو اور تھوڑا انتظار کرو تو کچھ دنوں کے بعد اسی جگہ ایک بچہ بھی پاؤ گے۔ حضرت عمر نے پوچھا یہ آپ کیسے کہہ رہے ہیں؟ فرمایا میرے حبیب برادر محمد مصطفٰے صلعم نے مجھ کو خبر دی ہے۔ چنانچہ جب نو مہینہ کا عرصہ گزرا اور حضرت عمر نماز صبح کے لئے

مسجد میں داخل ہوئے تو بچہ کے رونے کی آواز کان میں آئی جس کو سنتے ہی حضرت عمر کی زبان سے نکلا: صدق اللہ ورسولہ وابن عم رسولہ۔ غلام سے کہا کہ اس بچہ کو حضرت علی کے پاس لے جاؤ۔ حضرت نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ اس پر ایک انّا معین کرو جو اس کو دودھ پلائے۔

جب بچہ نو ماہ کا ہو گیا تو عید الفطر کے روز آپ نے حکم دیا کہ وقت نماز مسجد میں بچہ لایا جائے اور مرضعہ عورت اس کے پاس رکھے جب کوئی عورت اس بچہ کے پاس آکر اس کو بوسہ دے اور کہے اے مظلوم بچہ مظلومہ کے فرزند ظالم کے فرزند تو اس کو پکڑ کر میرے پاس لے آنا۔ چنانچہ مرضعہ جب اس بچہ کو لے کر چلی تو ایک مرتبہ پیچھے سے آواز آئی:۔ میں تجھ کو محمد مصطفےٰ کی قسم دیتی ہوں کہ ٹھہر جا چنانچہ مرضعہ ٹھہر گئی اتنے میں ایک انتہائی حسین وجمیل عورت دوڑتی ہوئی آئی اس نے بچہ کو گود میں لے کر بوسے لینا شروع کئے اور کہتی جاتی تھی اے مظلوم مظلومہ کے فرزند! ظالم کے فرزند تو میرے مرے ہوئے فرزند سے کتنا مشابہ ہے۔ یہ کہہ کر اس نے بچہ مرضعہ کے حوالہ کیا اور چاہا کہ چلے مرضعہ نے فوراً اس کا ہاتھ تھام لیا۔ عورت نے کہا چھوڑو۔ مرضعہ نے جواب دیا میں تجھ کو حضرت علی کی خدمت میں لے چلوں گی۔ یہ سنتے

بھی وہ عورت لرزنے لگی اور مرضعہ کی منت خوشامد کرنے لگی اس نے کہا اگر حضرت علیؑ کے پاس مجھ کو لے چلو گی تو لوگوں کے سامنے میری رسوائی ہو گی جس کو میں حشر تک معاف نہ کروں گی بہتر یہ ہے کہ میرے ساتھ مکان پر چلو وہاں میں تجھ کو دو مینی چادریں ایک خلعت فاخرہ اور تین سو درہم انعام میں دوں گی مرضعہ اس عورت کے کہنے میں آگئی اور اس کے ساتھ اس کے مکان پر چلی گئی عورت نے جو کچھ وعدہ کیا تھا پورا کیا اور کہا کہ عید قربان کے موقعہ پر بھی اگر اس بچہ کو مجھے دکھا جاؤ تو پھر اتنا ہی انعام دوں گی۔ مرضعہ نے کہا بہت اچھا اور بچہ کو لے کر وہاں سے چلی آئی جب حضرت علیؑ کی خدمت میں پہنچی تو آپ نے اس سے پوچھا "کیا ہوا وہ عورت ملی تھی؟" مرضعہ نے بہ مکاری جواب دیا "نہیں یا حضرت! میں نے تو کسی کو نہیں دیکھا" یہ سن کر حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا: اس پھار حبیب قبر کی قسم تو جھوٹی ہے۔ عورت آئی اس نے بچہ کو تجھ سے لیا، روئی اور اس کو بوسہ دیا پھر جب تو نے اس کو میرے پاس لانے کی دھمکی دی تو اس نے تجھے رشوت دی ہے اور آئندہ کے لئے بھی ایسی ہی رشوت دینے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ سن کر عورت ڈر گئی بولی یا علیؑ! کیا آپ غیب کی باتیں بھی جانتے ہیں۔ فرمایا غیب تو صرف خدا ہی جانتا ہے لیکن یہ سب باتیں مجھ کو میرے بھائی محمد مصطفےٰؐ نے

بتلا رہی ہیں۔ مرضعہ بولی اچھا اب میں سب سچ سچ بتلائے دیتی ہوں پھر اُس نے پورا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ میں اس کا مکان جانتی ہوں اگر فرمائیے تو اس کو ابھی حاضر کر دوں۔ امامؑ نے فرمایا یہ عمل پہلے کام سے بھی بدتر ہے جب تو نے اس کو آئندہ عید قربان تک مہلت دی ہے تو اب عید الاضحیٰ تک اس کا انتظار کر۔ عورت نے کہا بہت اچھا۔

اس کے بعد جب عید قربان کا روز ہوا تو حضرت نے پھر اس مرضعہ کو حکم دیا اور وہ بچہ لے کر مسجد میں حاضر ہوئی بچہ کی ماں بھی حسب قرارداد آگئی اور بچہ کو پیار وغیرہ کرنے کے بعد اس نے مرضعہ سے کہا اب میرے ساتھ مکان پر چلو تو اتنا ہی انعام پھر دوں۔ مرضعہ بولی اب یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت علیؑ کو سب کچھ معلوم ہو گیا ہے اب تو میں تم کو ان کی خدمت میں ہی لے چلوں گی یہ کہہ کر اس نے عورت کی چادر پکڑ لی۔ اور عورت نے ایک آہ سرد بھر کر آسمان کی طرف دیکھا اور کہا یا غیاث المستغیثین و یا جار المستجیرین۔ پھر اس کے ساتھ ہولی جب حضرت کے سامنے آئی تو آپ نے اس سے خطاب کیا کہ یا تو خود اپنا پورا واقعہ بیان کرے گی یا میں بیان کر دوں؟ اس نے کہا "نہیں یا حضرت میں خود پورا واقعہ بیان کئے دیتی ہوں" یہ کہہ کر وہ اس طرح گویا ہوئی:۔

"میں ایک دختر انصاری ہوں۔ میرے باپ کا نام عامر بن سعد

خزرجی تھا جو رسول اللہ کی ہمرکابی میں شہید ہوا اور میری ماں بھی ایام خلافت ابوبکر میں اللہ کو پیاری ہو گئی اس طرح میں بالکل یکہ و تنہا باقی رہ گئی۔ اور اپنی ہم جولیوں اور سہیلیوں کے ساتھ کھیل کود کر بڑی ہوئی۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ میں کچھ لڑکیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی کہ ایک بوڑھیا ایک ہاتھ میں مالا جپتی دوسرے ہاتھ سے لٹھیا کھٹکھٹاتی میرے سامنے آئی اور اس نے مجھ سے سوال کیا۔

"تمہارا نام کیا ہے"

"جمیلہ" میں نے جواب دیا

"باپ کا نام"

"عامر انصاری" میں نے کہا

"کیا تمہارے باپ کا سایہ سر پہ نہیں ہے؟" بوڑھیا بولی

"نہیں"

"شادی شدہ ہو"

"نہیں" میں شرما گئی۔ بوڑھیا نے میرے سر پہ ہاتھ پھیر کر بہت سی دعائیں دیں اور میری بیکسی پہ رونے لگی پھر بولی تم کو ضرورت ہے کہ ایک عورت تمہاری خدمت کیا کرے؟ میں نے کہا اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے۔ وہ بولی:۔

تو میں تمہاری خدمت کرنے کے لئے حاضر ہوں تم مجھ کو آج سے اپنی شفیق ماں سمجھنا۔

میں نے کہا بسرو چشم، آئیے آج سے یہ مکان آپ کا ہے۔ چنانچہ وہ بوڑھیا میرے مکان میں آگئی اس نے مجھ سے وضو کے لئے پانی مانگا میں نے پانی دیا اس نے وضو کیا اتنے میں مَیں اس کے لیے تازہ دودھ روٹی خرمہ لے آئی لیکن اس کی نگاہ جونہی کھانے پر پڑی زارو قطار رونے لگی میں نے رونے کا سبب پوچھا بولی بیٹیا! یہ چیزیں میری غذا میں نہیں داخل ہیں۔ میری غذا تو جو کی روٹی اور تھوڑا سا نمک ہے یہ کہہ کر وہ پھر رونے لگی اس کے بعد کہا وہ بھی عشا کی نماز کے بعد میں کھایا کرتی ہوں یہ کہہ کر وہ نماز میں مشغول ہو گئی جب فارغ ہو گئی تو میں نے اس کی خواہش کے مطابق نان جو اور نمک اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس نے کہا تھوڑی راکھ بھی لاؤ میں اس سوال پر متعجب ہوئی لیکن چونکہ اس کے زہد کی ہیبت میرے دل پہ بیٹھی ہوئی تھی اس لئے بے چون وچرا راکھ بھی میں نے اس کے آگے پیش کر دی اس نے اس میں سے تھوڑی راکھ اٹھا کر نمک میں ملا لی اور صرف تین لقمہ کھا کر پانی پیا شکر خدا ادا کیا پھر جو وہ نماز کے لئے کھڑی ہوئی، تو صبح کی خبر لائی اب تو میرے دل پر اس کی عبادت کا بڑا سکہ بیٹھ گیا صبح کو میں اس کے سلام کی غرض سے حاضر ہوئی

تو بے اختیار میں نے اس کا سر چوم لیا اور عرض کی کہ آپ میری مغفرت کے لئے دعا کریں کیونکہ آپ کی دعا ہرگز رد نہیں ہو سکتی تھوڑے عرصہ کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ "بیٹا! تم ایک حسین و جمیل لڑکی ہو اگر میں باہر چلی گئی تو میں تمہارا یکہ و تنہا رہنا پسند نہیں کرتی بلکہ تمہارے پاس ایک انہیں بھی ضرور رہنا چاہیئے۔ میری ایک لڑکی ہے جو میری طرح بڑی عاملہ پارسا ہے اور سن میں تجھ سے بڑی ہے اگر تو کہے تو میں اس کو تیری خدمت کے لئے یہاں لے آؤں۔ میں نے جواب دیا عین مناسب ہے آپ ضرور لے آئیں۔ یہ سن کر وہ چلی گئی لیکن تھوڑی دیر کے بعد تنہا واپس آئی میں نے پوچھا کہاں ہے میری بہن؟ بولی وہ آنے پر تیار نہیں ہوتی کہتی ہے کہ تمہارے مکان میں انصار و مہاجرین کی لڑکیاں بھری رہتی ہیں جس کی وجہ سے میری عبادت میں خلل پڑے گا۔ میں نے جواب دیا میں وعدہ کرتی ہوں کہ ایک لڑکی کو مکان میں نہیں آنے دوں گی اور بالکل تخلیہ رہے گا تاکہ وہ اطمینان سے عبادت کر سکے آپ ابھی جائیں اور جس طرح ممکن ہو ان کو اپنے ساتھ لے کر آئیں۔ یہ سُن کر بوڑھیا چلی گئی اس کے بعد جو واپس آئی تو اس کے ساتھ ایک دراز قامت عورت برقع پہنے ہوئے مکان میں داخل ہوئی اور کمرہ کے دروازہ پر آن کھڑی ہوئی میں نے

پوچھا اندر کیوں نہیں آتیں بوڑھیا بولی یہ تم کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئی ہیں اپنی مسرت پر قابو پالیں تو اندر آئیں گی یہ سن کر دروازہ کی طرف دوڑی تاکہ دروازہ بند کر دوں اور کوئی غیر عورت اندر نہ آسکے واپس آکر میں اس مزعومہ لڑکی سے لپٹ گئی اور میں نے کہا بہن اب تو نقاب اٹھاؤ تاکہ میں تمہاری زیارت کر سکوں۔ لیکن جس وقت اس نے اپنے چہرہ سے نقاب بلند کی تو قریب تھا کہ میں غش کھا کر گر پڑوں۔ کیونکہ میں نے دیکھا کہ بجائے کسی عورت کے میرے سامنے ایک لمبا تڑنگا گھنی ڈاڑھی والا جوان کھڑا تھا جس کے ہاتھوں پیروں میں مہندی لگی ہوئی تھی اور عورتوں کا روپ دھارے ہوئے تھا۔ میں نے بڑی مشکل سے اپنے اوسان بحال رکھتے ہوئے اس سے کہا کہ یہ کیا حرکت ہے اب بھی خیریت اسی میں ہے کہ جدھر سے آئے ہو واپس چلے جاؤ ورنہ خلیفہ عمر کو پتہ چلے گا تو تمہاری کھال تک اُدھڑ جائے گی یہ کہہ کر میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹی تاکہ اس کے شر سے خود کو بچا سکوں مگر وہ میرے ارادہ کو بھانپ گیا اور اس نے دوڑ کر مجھے اپنے قبضہ میں کر لیا اس کے بازوؤں میں میری مثال ایسی تھی جیسے عقاب کے پنجہ میں ایک کمزور چڑیا...... تھوڑی دیر کے بعد میں زمین پر پڑی ہوئی اپنی عصمت کو رو رہی تھی دوسری طرف وہ بدمستی کے عالم میں پڑا تھا۔ میں نے

دیکھا کہ اس کی کمر میں ایک خنجر آویزاں ہے خنجر پر نگاہ پڑتے ہی میرے دل میں آتش انتقام بھڑک اُٹھی اور میں نے بغیر کسی سوچ بچار کے اس کا خنجر اس کی کمر سے نکال کر اس کے گلے پر پھیر دیا اور اس کو قتل کر چکنے کے بعد خدا کی بارگاہ میں عرض کی کہ پالنے والے! تو جانتا ہے کہ اس شخص نے مجھ پر کیا ظلم کیا ہے اور کس طرح مجھ کو لاچار پا کر میری بے عزتی کی ہے اب تو ہی میری پردہ پوشی کرنے والا ہے اس کے بعد جب رات آئی تو میں نے اس کی نعش کسی نہ کسی طرح مسجد کی محراب میں ڈلوا دی۔ بعد ازاں مجھ کو پتہ چلا کہ میں اس ظالم سے حاملہ بھی ہوں جب نو مہینہ کے بعد بچہ جنی تو میں نے چاہا کہ اس کو بھی ختم کر دوں مگر میں نے کہا یہ دوسری غلطی ہوگی لہذا اس کو بھی میں نے اس جگہ محراب میں ڈال دیا ——

یہ ہے میرا قصہ اے ابن عم رسول! یہ سن کر حضرت عمر بول اٹھے:- میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ انا مدینۃ العلم و علی بابھا اور یہ بھی فرمایا اخی علی ینطق بلسان الحق۔ اس کے بعد انھوں نے کہا اے ابوالحسن! اب اس کا فیصلہ کیا ہو؟ حضرت علیؑ نے فرمایا مقتول کی کوئی دیت نہیں ہے کیونکہ اس نے بڑا جرم کیا ہے عورت پہ حد بھی نہیں ہے کیونکہ اس پر جبر ہوا ہے۔

اس کے بعد حضرت نے اس عورت سے کہا کہ اگر تو اس بوڑھیا

کو لے آئے تو اس کو قرار واقعی سزا دی جائے عورت نے جواب دیا یا حضرت! تین روز کی مہلت دیجئے کوشش کرتی ہوں شاید وہ مل جائے۔ یہ سن کر حضرت نے مرضعہ سے کہا کہ یہ بچہ اب اس کے حوالہ کر دے چنانچہ وہ بچہ کو اپنے مکان پر لے گئی اور دوسرے روز اس آفت کی پرکالہ بوڑھیا کو ڈھونڈنے نکلی اتفاقاً راستہ ہی میں اس سے مڈ بھیڑ ہو گئی۔ عورت نے اس کو فوراً گرفتار کر لیا ہر چند اس بوڑھیا نے بھاگنا چاہا مگر عورت اس کو گھسیٹتی ہوئی حضرت علی کے پاس لے آئی۔ حضرت نے اس کو دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے دشمن خدا! کیا تو نہیں جانتی کہ میں علی بن ابی طالب ہوں اور میرے پاس گنجینۂ علم رسولؐ ہے تیری باتیں مجھ سے پوشیدہ نہیں لہذا جو گزرا ہے سچ سچ بتلا دے۔

مولا! میں تو اس عورت کو پہچانتی تک نہیں کہ یہ کون ہے اور اس کا کیا قصہ ہے۔ بوڑھیا نے جواب دیا۔

قسم کھا لو گی؟ حضرت علیؑ نے پوچھا

"جی ہاں!"

اچھا تو اپنا ہاتھ قبر رسولؐ پہ رکھ کر قسم کھاؤ۔

بوڑھیا جھٹ آگے بڑھی اور قبر رسولؐ پہ ہاتھ رکھ کر اس نے جونہی قسم کھائی تو اس کا چہرہ توے کی طرح سیاہ ہو گیا حضرت نے حکم دیا کہ

آئینہ لایا جائے جب آئینہ میں اُس نے اپنا منہ دیکھا تو بوڑھیا چیخنے چلانے لگی۔ حضرت نے پھر دعا مانگی کہ اگر یہ بوڑھیا اپنی توبہ میں سچی ہو تو اس کے چہرہ کو سفید کر دے مگر چہرہ کی سیاہی دُور نہ ہوئی حضرت نے فرمایا تو نے کیسی توبہ کی کہ اللہ نے تجھ کو معاف نہیں کیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر نے حکم دیا کہ اس کو مدینہ سے باہر لے جا کر رجم کر دیا جائے۔

ابن ابو الحدید نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

(اقتباس ۲۰۴)

○

کہ سچ کہو تو خدائی میں بندۂ یکتا — علیؑ کو بعد رسالت مآب سمجھے ہیں

(ثاقب اردگن)

جو عورت زنا کرے اور بچّہ کو تلف کر دے

ایک عورت نے زنا کیا اور حاملہ ہو گئی جب اُس کے ہاں بچہ متولد ہوا تو اس کو قتل کر دیا۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اس عورت کو پہلے سو تازیانہ لگائے جائیں پھر سنگسار کر دیا جائے۔

(قضاونہا ص ۱۷)

○

زانی کا قتل

ابن مسیب کہتے ہیں کہ: امیر معاویہ نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ وہ حضرت علیؑ سے پوچھیں کہ ایک شخص نے کسی شخص کو اپنی بیوی کے ساتھ زنا کرتے دیکھا اور غصہ میں آکر اس کو قتل کر دیا اس کا کیا حکم ہے؟ حضرت نے ارشاد فرمایا: اگر زانی شادی شدہ ہے (یعنی اُس کی بیوی موجود ہے) تو قاتل کو بری کر دیا جائے کیونکہ زانی واجب القتل تھا۔ (مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۲۰۰)

○

قصہ

حضرت علیؑ بہ حیثیت مدعی کے
ایک زرہ کی چوری

ثقۃ الاسلام کلینی رہ نے کافی میں اپنے اسناد سے روایت کی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام مسجد کوفہ میں بیٹھے تھے کہ عبداللہ تمیمی آپ کے سامنے سے گزرا اور اس کے پاس ایک زرہ بھی تھی حضرت نے اس زرہ کو دیکھتے ہی ارشاد فرمایا کہ یہ طلحہ کی زرہ ہے جو جنگ جمل میں ملی تھی بعد کو چوری ہو گئی تھی جاؤ جا کر اس سے لے آؤ" مرد تمیمی نے انکار کیا اور اس نے کہا کہ شریح آپ کے قاضی ہیں میں نے انہی کو اپنے اور آپ کے درمیان حکم قرار دیا حضرت اس کو لے کر شریح کے پاس آئے اور فرمایا کہ یہ وہ زرہ ہے جو جنگ جمل کے موقعہ پر چوری ہو گئی تھی"۔ شریح نے کہا" یا علی! آپ کو شاہد پیش کرنا چاہیے" آپ نے امام حسن کو پیش کیا۔ شریح نے کہا میں ایک شخص کی گواہی پر فیصلہ نہیں کروں گا پھر آپ نے قنبر کو پیش کیا تو اس نے کہا یہ تو آپ کا غلام ہے۔

یہ سن کر آپ نے قنبر سے فرمایا کہ "اے قنبر! اس شخص سے زرہ لے لو شریح نے غلط فیصلہ کیا ہے اور بیک وقت تین دفعہ ٹھوکر کھائی ہے"۔ شریح نے یہ سن کر کہا کہ "یا علی! میں آئندہ کبھی کسی عدالت پر نہیں بیٹھوں گا جبتک کہ آپ میری یہ تین لغزشیں بیان نہ کر دیں"۔ فرمایا "افسوس ہے تیرے حال پر! میں نے تجھ کو خبر دی کہ یہ وہ زرہ ہے جو جنگ بصرہ میں چوری ہو گئی تھی تم نے کہا کہ بینہ پیش کیجئے حالانکہ رسول خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ میدان جنگ سے لوٹا ہوا مال اگر چوری چلا جائے تو جہاں بھی دستیاب ہو جائے بغیر شاہد و بینہ کے لے لیا جائے، میں نے کہا کہ شاید اس نے یہ حدیث نہیں سنی ہو گی پھر میں نے اپنے فرزند کو گواہی میں پیش کیا تو تم نے کہا ایک گواہی پر فیصلہ نہیں ہو سکتا حالانکہ رسول اللہ ایک شاہد اور ایک قسم پر بھی مقدمات فیصل کر دیا کرتے تھے یہ دو خطائیں اس کے بعد میں نے قنبر کو شہادت میں پیش کیا تو تم نے یہ کہہ کر اس کی گواہی رد کر دی کہ وہ غلام ہے، حالانکہ غلام اگر عادل ہو تو اس کی گواہی میں کوئی مانع نہیں ہے ان سب کے ماسوا میں امام برحق ہوں جو امت کے حق میں بڑے اہم امور میں معتمد و امین ہے اس زرہ کی کیا حقیقت ہے اس کے بعد حضرت نے شریح کو منصب قضاوت سے معزول کر کے

شہر سے نکال دیا لیکن کچھ دنوں کے بعد دوبارہ نامزد کر دیا۔

(کافی مطالب المسئول ص ۴)

تشریح :- اس عبرتناک واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اپنی حکومت کے زمانہ میں بھی کتنے مجبور تھے اگر آپ کو ذرا بھی اختیار ہوتا تو ہرگز اس معاملہ کو قاضی شریح کے سامنے پیش نہ کرتے اور نہ اس کو معزول کرنے کے بعد دوبارہ منصب قضاوت اس کے سپرد کرتے مگر آپ چونکہ اس وقت نواصب و خوارج و منافقین میں گھرے ہوئے تھے اس لئے اپنی مرضی کے خلاف بھی آپ کو سکوت کرنا پڑتا تھا جیسا کہ حسب ذیل واقعات سے ظاہر ہوتا ہے :-

۱۔ قاضی شریح اور ابو عبیدہ دونوں زمانہ علی بن ابی طالب میں سنت شیخین پر عامل رہے اور آپ نے ان کو منع نہیں کیا بلکہ ان کے نام یہ فرمان جاری کیا ——— "اقضوا کما انتم تقضون فانی اکرہ الاختلاف حتی یکون الناس جماعۃ او اموت کما مات اصحابی" جس طرح مقدمات کی سماعت کرتے چلے آئے ہو اسی طرح کرتے رہو کیونکہ میں اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں یہاں تک کہ وہ وقت آئے کہ لوگ (میرے مسلک پر) جمع ہو جائیں یا میں اسی طرح (حسرت لئے ہوئے) دنیا سے چلا جاؤں جس طرح میرے دوسرے ساتھی چلے گئے (بخاری ج ۲ ص ۳۱۴)

۲۔ قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار (کتاب اصول فقہ حنفی) میں ہے کہ حضرت علیؑ نے شہر کوفہ کے منبر پہ ایک مرتبہ خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں آپ نے کہا۔ "اب تک میری رائے ام الولد (صاحب اولاد کنیز) کے بارے میں خلیفہ کے موافق رہی ہے، مگر آج میں اس کا اعلان کرتا ہوں کہ اس کو بیچا جاسکتا ہے!" یہ سننا تھا کہ حاضرین میں سے ابو عبیدہ (حضرت عمر کا نصب کردہ قاضی اور ان کا ایک پرستار) بول اٹھا "یا علی! جو رائے آپ کی جماعت کے ساتھ ہو ہم کو زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس رائے کے جس کے آپ تنہا حامی ہوں" یہ سن کر حضرت خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا۔ "اچھا جو طریقہ چلا آرہا ہے اسی پہ عامل رہو میں مخالفت نہیں کرنا چاہتا۔"

(قمر الاقمار ص ۲۲۰ حاشیہ بخاری مولوی احمد علی سہارنپوری ج ۱ ص ۴۴۳۔ تحفۂ اثنا عشریہ ص ۲۲۷ منہاج السنۃ ج ۳ ص ۱۶۵ بحوالہ فلک النجاۃ ص ۴۲۲)۔

ایک چور اور صاحب خانہ کی بیوی

ایک چور چوری کی غرض سے ایک شخص کے مکان میں داخل ہوا لیکن جب صاحب خانہ کی بیوی پر اس کی نگاہ پڑی تو اُس نے اس کے ساتھ جبراً زنا کی عورت نے جو چیخ پکار کی تو اس کا لڑکا بیدار ہو کر آگیا چور اپنے ساتھ جو ہتھیار لایا تھا اس سے اُس نے لڑکے پر حملہ کیا جس سے وہ جاں بحق ہو گیا ادھر سے عورت سنبھل چکی تھی اس نے جو پیچھے سے وار کیا تو چور بھی وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ صبح کو اس چور کے اولیا حضرت علیؓ کے پاس شکایت لے کر گئے اور اپنے آدمی کے خون کے طلبگار ہوئے۔ حضرت نے ان سب کو گرفتار کر لیا اور اس عورت کے مقتول لڑکے کی دیت ان سے وصول کر کے اس عورت کو دی علاوہ بر ایں دیگر چار ہزار درہم بھی ان سے لئے جو اس عورت کی عصمت دریدی کے بدلہ میں تھے۔ اور یہ مال بھی عورت کو دیا اور اس چور کا خون ہدر کر دیا۔ (قضاونہا ۱۶۴)

○

آٹھ چور

حرث بن حصیرؒ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ ایک مقام سے گذر رہا تھا کہ میں نے ایک ایسے حبشی کو دیکھا جس کا داہنا ہاتھ کٹا ہوا تھا میں نے اس سے سوال کیا کہ تیرا ہاتھ کس نے کاٹا؟ اُس نے جواب دیا اس نے جو بہترین خلائق ہے یعنی علی بن ابی طالبؑ"۔ میں نے پوچھا تمہارا کیا واقعہ ہے"؟ اُس نے بیان کیا کہ "ہم آٹھ آدمی تھے جن کا کام چوری کرنا تھا۔ بالآخر ہم گرفتار ہو گئے اور حضرت امیرالمومنینؑ کی خدمت میں لے جائے گئے۔ آپ نے پوچھا کہ تم نے چوری کی ہے؟ ہم نے اقرار کیا۔ پھر پوچھا، جانتے تھے کہ چوری کرنا حرام ہے؟ ہم نے کہا ہاں۔ پس آپ نے فرمان دیا کہ ان کو لے جاؤ اور ان کے ہاتھ جدا کر دو چنانچہ ہمارے سیدھے ہاتھ کی انگلیاں کاٹ ڈالی گئیں اور انگوٹھا معہ ہتھیلی کے باقی چھوڑ دیا گیا۔ اس کے بعد ہم کو ایک گھر میں رکھا گیا جہاں ہماری خوراک گھی و شہد تھی یہاں تک کہ زخم مندمل ہو گئے پھر ہم کو حضرت علیؑ کی خدمت میں پیش کیا گیا آپ نے ہم کو خلعت فاخرہ سے نوازا اور ارشاد

فرمایا کہ آج کے بعد اگر توبہ کرلو تو تم کو جنت میں جگہ ملے گی اور اگر اسی فعل بد پر قائم رہے تو دست بریدہ جہنم میں جاؤ گے۔

(بحار ج ۹ ص ۴۹۸)

توضیح:- اسلام میں چور کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے یہ ایسا محکم حکم ہے جس کے بعد نہ صرف چوری کے امکانات ختم ہوجاتے ہیں بلکہ چور کی ہمیشہ کے لئے شناخت ہو جاتی ہے۔ جن مقامات پر یہ طریقہ مروج ہے وہاں لوگوں کو چوری ڈکیتی کی ہمت نہیں ہوتی۔ بہرحال یہ تو چوری کا حکم ہے لیکن سوال یہ ہے کہ چور کا ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے کیونکہ قرآن کریم میں صرف اتنا ہے:- السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما۔ چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دو۔ اب یہ تفصیل نہیں بتائی گئی کہ ہاتھ کی کتنی مقدار کٹے گی کیونکہ پنجہ بھی ہاتھ ہے کہنی تک بھی ہاتھ ہے اور بازو کے جوڑ تک بھی ہاتھ ہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن تنہا کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ کسی بتلانے والے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں خلیفہ معتصم عباسی کے دربار میں جو واقعہ گزرا ہے وہ اس مطلب پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔

معتصم عباسی کے دربار میں ایک دفعہ اقراری چور پیش کیا گیا۔ خلیفہ نے چاہا کہ اس پر حد شرعی جاری کرے علماء و فقہا کو اپنی مجلس میں

جمع کیا اور امام محمد تقی علیہ السلام کو بھی بلایا۔ اُس نے علماء سے پوچھا کہ اس کا ہاتھ کہاں سے جدا کیا جائے فقہائے دربار میں سے بعض نے جواب دیا "گٹے سے" خلیفہ نے پوچھا کیوں؟ انہوں نے آیت تیمم پڑھی جس میں ہے (فامسحوا بوجوھکم وایدیکم) اس آیت میں گٹے تک "ہاتھ" کا اطلاق ہے۔ دوسرے افراد نے اس کی مخالفت کی اور انہوں نے کہا کہنی سے ہاتھ کاٹا جائے گا انہوں نے اس آیت کو تلاوت کیا۔ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق اس آیت میں کہنی تک لفظ "ہاتھ" بولا گیا ہے اس وقت معتصم امام تقی کی جانب متوجہ ہوا اور ان سے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:۔ لوگوں نے کہا اور تم نے سنا! اُس نے کہا مجھ کو ان کے کہے سے سروکار نہیں آپ اپنا ارشاد سنائیں۔ آپ نے فرمایا: تمام حاضرین اس معاملہ میں غلطی پر ہیں بلکہ چوری کی حد یہ ہے کہ صرف چار انگلیاں جدا کی جائیں گی معتصم نے پوچھا کس دلیل سے؟ فرمایا: قرآن میں ہے (ان المساجد للّٰہ) سجدہ کے مقامات اللہ کے لئے ہیں اگر اس کا پورا ہاتھ کاٹ دو گے تو سجدہ ناقص ہو جائے گا کیونکہ سجدہ میں پیشانی کے ساتھ جن اعضا کا زمین پر لگنا ضروری ہے ان میں ہاتھ کی ہتھیلی بھی ہے۔ خلیفہ نے آپ کا جواب پسند کیا اور جس طرح آپ نے فرمایا تھا اسی طرح حد جاری کی لیکن آپکا

یہی جواب آپ کی شہادت کا باعث ہوا کیونکہ فقہائے دربار اس واقعہ کے بعد آپ کے دشمن ہو گئے اور خلیفہ سے کچھ ایسی لگائی بجھائی کی کہ اُس نے آپ کو زہر کے ذریعہ شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(منتہی الآمال ج ۲ ص ۲۳۴)

○

دستِ بریدہ اور آتشِ جہنم

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؑ کی خدمت میں کچھ چور پیش کئے گئے آپ نے ان کے ہاتھ کاٹے اور فرمایا: تمہارے جسم کے جو حصّہ جدا کئے گئے وہ آتش جہنم میں چلے گئے اب اگر تم توبہ کر لو تو ان کو جہنم کی آگ سے نکال سکتے ہو ورنہ یہ تم کو بھی اپنے ساتھ گھسیٹ لیں گے۔ (وافی جز ۹ ص ۶۶)۔

○

چور کا قتل کرنا جائز ہے

حضرت امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا اگر تمہارے گھر میں کوئی ایسا چور داخل ہو جائے جو لڑنے پر آمادہ ہو تو اس کو قتل کر دو کوئی پرواہ نہ کرو اس کے خون کا میں جواب دہ ہوں۔ (وافی جزو ۹ ص ۳۱)

آپ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کی کہ ایک چور نے گھر میں گھس کر میری بیوی کے زیور اُتار لئے۔ آپ نے فرمایا اگر محمد بن حنفیہ (آپ کے فرزند) کے ساتھ ایسا ہوا ہوتا تو وہ تلوار رسید کئے بغیر نہ چھوڑتا۔

(وافی جزو ۹ ص ۳۱)

و نیز حضرت کا فرمان ہے کہ ——— اللہ تعالیٰ اس شخص کو دشمن رکھتا ہے جس کے گھر میں چور داخل ہو اور وہ اس سے جنگ نہ کرے۔

(وافی جزو ۹ ص ۳۱)

دزد شاطر جس نے سو دفعہ چوری کی تھی

حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں ایک دفعہ قبیلہ بنی کندہ کا ایک نہایت خوبصورت و خوش پوشاک جوان لایا گیا جس پہ چوری کا الزام تھا حضرت نے اس کی شکل کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ "اے جوان خوشرو! کتنے افسوس کی بات ہے کہ تو نے اس زیبائی صورت و جوانی و خوش پوشاکی و عالی نسبی کا کوئی خیال نہ کیا اور خود کو داغدار بنا دیا جس کے نتیجہ میں اب تیرا ہاتھ کاٹا جا رہا ہے"۔ یہ سن کر اس شخص نے اپنا سر نیچے جھکا لیا اس کے بعد کہا "اے امیرالمومنین اللہ میرے حال پہ رحم کیجئے خدا کی قسم میں نے آج تک چوری نہیں کی تھی یہ میرا پہلا گناہ ہے"۔ حضرت نے فرمایا "تیرے حال پر افسوس ہے خدا کسی کو ایک گناہ پہ رسوا نہیں کرتا سچ بتلا کہ چند مرتبہ تو نے یہ حرکت کی ہے یہاں تک کہ تو گرفتار ہوا اور اب تیرا ہاتھ قطع کیا جا رہا

ہے" یہ سن کر وہ مرد کندی رونے لگا اور حضرت کے دامن سے لپٹ گیا اور اس نے عرض کی "یا علی! خدارا میرے حال پہ اور میرے عیال کے حال پر رحم کیجئے کیونکہ میرے اوپر تیرہ نفر عیال کا بار ہے جن کا واحد سہارا میں ہی ہوں اگر میرا ہاتھ کاٹا گیا تو پھر وہ بے سہارا ہو جائیں گے" یہ سن کر حضرت نے اپنا سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر تک انگشت مبارک سے زمین کو کریدتے رہے پھر فرمایا "جاؤ اسے جا کر اس کا ہاتھ قطع کر دو کوئی چارۂ کار نہیں ہے" چنانچہ لوگوں نے اس کی گریہ و زاری کی کوئی پرواہ نہیں کی اور لے جا کر اس کا ہاتھ قطع کر دیا۔ پھر جب وہ کٹا ہوا ہاتھ حضرت کے سامنے ڈالا گیا تو اس شخص نے اقرار کیا کہ "خدا کی قسم! میں نے ۹۹ مرتبہ چوری پہلے کی تھی اور یہ چوری جس پر پکڑا گیا ہوں اس سے میری سو چوریاں مکمل ہو گئیں اب تک خداوند کریم میری پردہ پوشی کرتا چلا آرہا تھا جس سے میں نے ناجائز فائدہ اٹھایا حضرت نے فرمایا بیشک اللہ ایسا ہی غفور و رحیم ہے وہ کسی بندہ پر پہلی بار عقوبت نہیں کرتا۔ یہ قضیہ دیکھ کر لوگ حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بوسہ دینے کے لئے ٹوٹ پڑے اور کہنے لگے یا علیؑ! خداوند کریم آپ کے سایہ کو ہمارے اوپر باقی رکھے جبتک آپ کا سایہ باقی ہے ہم بخیر و عافیت ہیں۔

(بحار الانوار ج ۹ ص ۴۹۲)

امام عادل کو اقراری مُجرم کے معاف کرنے کا حق حاصل ہے

ایک شخص حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے چوری کا اقرار کیا۔ حضرت نے اس سے فرمایا: تم قرآن پڑھنا جانتے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں سورۂ بقر پڑھ سکتا ہوں آپ نے فرمایا میں نے تجھ کو سورۂ بقر کی وجہ سے بخش دیا۔ یہ سن کر اشعث بن قیس بولا "یا امیرالمومنین کیا آپ حد الٰہی کو معطل کرنا چاہتے ہیں؟" فرمایا: اے نافہم! تجھ کو کیا معلوم امام کے سامنے اگر کوئی شخص اقرار کرلے تو امام کو اختیار ہے چاہے اس کو بخش دے یا سزا دے لیکن اگر اس جرم کے خلاف دو شاہد عادل گواہی دیں اس وقت حد کی تعطیل جائز نہیں۔ (وافی جز ۹ ص ۷۸)

○

مکرر چوری کی سزا

حضرت عمر کے سامنے ایک چور پیش کیا گیا تو انہوں نے اس کا ہاتھ کاٹا دوسری دفعہ پھر اس نے چوری کی اور پکڑا گیا تو اس کا پیر کاٹا جب تیسری دفعہ وہ لایا گیا اور حضرت عمر نے پھر اس کا ہاتھ کاٹنے کا ارادہ کیا تو حضرت علیؑ نے منع کیا اور فرمایا کہ اس کا ہاتھ و پیر دونوں کاٹ چکے اب یہ قید کیا جائے گا۔

(بحار ج ۹ ص ۴۷۸ مناقب ج ۲ ص ۱۸۵)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر چور چوری کرے اور اس کا ہاتھ کاٹا جا چکے اس کے بعد دوبارہ چوری کرے تو اس کا بایاں پیر کاٹا جائے اس کے بعد بھی اگر چوری کرے تو قید کیا جائے اس کا داہنا پیر چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ راہ چل سکے اور پاخانہ پیشاب کو جا سکے اور بایاں ہاتھ چھوڑ دیا جائے تاکہ اس سے کھانے پینے اور استنجا کرنے میں مدد لے سکے۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں خدا سے حیا کرتا ہوں

کہ اس کو اس طرح کر دوں کہ وہ اپنے اعضا سے بہرہ مند نہ ہو سکے لیکن اس کو اس وقت تک قید خانہ میں رکھوں گا یہانتک کہ اس کو موت آ جائے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ نے بھی کبھی کسی چور کا ہاتھ پیر کاٹے جانے کے بعد اس کا دوسرا ہاتھ نہیں کاٹا۔ (وافی جز ۹ ص ۶۵)

توضیح :- چور کے داہنے ہاتھ اور بائیں پیر کے کاٹے جانے کی حکمت مذکورہ حدیث سے معلوم ہو گئی اس سلسلہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی بھی حدیث ملاحظہ ہو۔

ہلال کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ مولا! فرمائیے چور کا داہنا ہاتھ بایاں پیر کیوں کاٹا جاتا ہے داہنا ہاتھ و داہنا پیر کیوں نہیں کاٹا جاتا یہ سن کر امام نے فرمایا: تم نے کیا اچھا سوال کیا اچھا سنو! اگر اس کا داہنا ہاتھ و داہنا پیر کاٹ دیئے جائیں تو وہ کھڑے ہونے پہ قادر نہ رہے گا اور جب اس کا داہنا ہاتھ اور بایاں پیر کاٹا جاتا ہے تو اس کے جسم کا توازن قائم رہتا ہے اور وہ کھڑا ہو سکتا ہے۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان! وہ کیونکر سے کھڑا ہو سکتا ہے جبکہ اس کا پیر بھی کاٹ دیا گیا۔ آپ نے فرمایا: وہاں سے پیر نہیں کاٹا جاتا ہے جہاں سے تمہارا خیال ہے بلکہ نصف پیر کعب (پشت پا کے ابھار) تک کاٹا جاتا ہے اور اس کے پیر کا اتنا حصہ باقی رہنے دیا جاتا

ہے جس کے سہارے کھڑا ہو سکے نماز و عبادت وغیرہ بجا لا سکے۔ پھر میں نے پوچھا:۔ اور ہاتھ کہاں سے کاٹا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا صرف چار انگلیاں کاٹی جاتی ہیں انگوٹھا چھوڑ دیا جاتا ہے تاکہ نماز میں اس پر سہارا دے سکے اور وضو بجا لا سکے۔ (وافی جز ۹ ص ۶۵)۔

○

کفن چور

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے مردے کی چیز چرانے والے کا بھی ہاتھ یونہی کاٹا جائے گا جس طرح زندہ کی چیز چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ (وافی جز ۹ ص ۶۷)۔

ایک دفعہ آپ کے پاس ایک کفن چور لایا گیا آپ نے اس کے بال پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا اس کے بعد لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اسے پیروں سے کچلیں چنانچہ لوگوں نے اس کو اتنا کچلا کہ وہ وہیں مرگیا۔
(وافی جز ۹ ص ۶۷)

اسی طرح ایک اور نباش (قبر کھود کر کفن چرانے والا) آپ کے سامنے پیش کیا گیا آپ نے اس کی سزا کو روز جمعہ کے لیئے اٹھا رکھا جب جمعہ آیا تو آپنے اس کو اژدحام کے پیروں میں ڈلوا دیا جہاں وہ خوب روندا گیا یہانتک کہ آخر میں ہلاک ہو گیا۔ (وافی جز ۹ ص ۶۷)

نوٹ:۔ پہلی سزا یعنی ہاتھ کاٹا جانا اس وقت ہے جب جرم ابتدائی ہو اور ہلاکت اس وقت ہے جب تکرار جرم ہو۔ ہلاکت

کی نوعیت میں امام وقت کو اختیار ہے جس طرح مناسب سمجھے ہلاک کرے۔

○

بردہ فروش

حضرت امیرؑ کے پاس ایک ایسا شخص پیش کیا گیا جس کا کام آزاد لڑکوں کو چرا کر بیچنا تھا۔ آپ نے اس کا ہاتھ بھی جدا فرمایا۔

(وافی جز ۹ ص ۶۷)

○

چوری میں حد واجب ہونے کی حد

ایک چور کسی مکان میں چوری کی غرض سے داخل ہوا اسباب اکٹھا کیا کہ لے جائے لوگوں کو خبر ہوئی اور انہوں نے آکر اسے پکڑ لیا حضرت علی کے سامنے جب اس کا مقدمہ پیش ہوا تو فرمایا اس کا ہاتھ نہیں کٹے گا اگر یہ اسباب گھر کے حدود سے باہر لے آتا تب واجب الحد ہوتا۔

(قضاص ۸۲)

حضرت امیر کم از کم ربع دینار پر حد جاری فرماتے تھے (ایک دینار ۸ انخود طلا کے برابر ہے) (وافی جز ۹ ص ۶۱ -

○

ابو العلا معری اور سید مرتضیٰ علم الھدیٰ کا منظوم مکالمہ

ایک مرتبہ ابو العلا معری نے سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ برادر سید

رضی رحمولف نہج البلاغہ) کے سامنے چور کی حد پر حسب ذیل الفاظ میں اعتراض کیا۔

یدٌ بخمس مئین عسجد و دیت
ما بالھا قطعت فی ربع دینار

(ترجمہ) جس ہاتھ کی دیت پانچسو دینا۔ ہو کیا بات ہے کہ صرف ربع دینار کی خاطر کاٹ ڈالا گیا۔ سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ نے فی الفور جواب دیا :۔

عزالامانۃ اغلاھا وارخصھا
ذل الخیانۃ فافھم حکمۃ الباری

(ترجمہ) عزت امانداری نے اس کی قیمت بڑھائی تھی اور خیانت کی ذلت نے اس کو سستا کر دیا حکمت باری کو سمجھ لے!

○

اچکے کی سزا

امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا :۔ آشکارا طور پر کسی چیز کے چھین لینے پر قطع (ہاتھ کاٹنا) نہیں ہے ہم اس کے

ہاتھ کاٹیں گے جو مال لے کر مخفی ہو جائے۔ (وافی جز ۹ ص ۶۴)۔
توضیح :۔ ایسے شخص کے لئے مار و قید ہے جیسا کہ اگلی حدیث سے ظاہر ہے۔

○

بُندا چور

حضرت کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے ایک لڑکی کا گوشوارہ اُتار لیا تھا آپ نے فرمایا یہ تو آشکارا طور پر چھیننا ہے پس آپ نے اس کو مار کر قید کر دیا۔ (وافی جز ۹ ص ۶۴)

○

گرہ کٹ

حضرت کے پاس ایک گرہ کٹ لایا گیا جس نے ایک شخص کی آستین سے

کچھ درہم چرائے تھے (اس زمانہ میں لوگ آستینوں میں پیسہ رکھتے تھے جس طرح آج کل جیبوں میں رکھتے ہیں) آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر اُس نے اوپر کی قمیص سے چرایا ہے تو اس کا ہاتھ نہیں کٹے گا اگر نیچے کی قمیص سے چرایا ہے تو ہاتھ کٹے گا۔ (وافی جز ۹ ص ۶۴)

○

درخت سے پھل کھانا

(نیز آپ نے فرمایا:- تھوڑے پھل چرانے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے (بلکہ معمولی سزا ہے) البتہ اگر انسان کسی درخت کے پاس سے گزرے تو بقدر ضرورت کھا سکتا ہے خراب نہیں کر سکتا۔

(وافی ۹ ص ۶۴)

○

قحط سالی کی چوری

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام قحط سالی میں چوری کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹتے تھے۔ (وافی جزء ۹ ص ۶۴)۔

توضیح:۔ دیگر روایات جو دیگر ائمہ سے مروی ہیں ان کا مفہوم یہ ہے کہ ایسا اس وقت ہے جب کہ چوری صرف کھانے پینے کی چیزوں کی ہو اور چور نے بھوک کی تکلیف سے یہ اقدام کیا ہو اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اس پر پوری حد ہے۔

○

پلنگ کے نیچے

ایک مرتبہ حضرت امیرؑ کے پاس ایک آدمی پکڑ کر لایا گیا جو ایک شخص کے گھر میں پلنگ کے نیچے چھپا تھا آپ نے حکم دیا کہ اس کو پاخانہ میں لے جا کر پیٹ کے بل زمین پر گرا دو اور نجاست میں لتھیڑ کر چھوڑ دو۔ (روافی جز ۹ ص ۵۳)۔

○

اقرارِ جُرم

ایک مرد کا اقرارِ زنا

بشیخ صدوق علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا "حضرت! میں نے زنا کیا ہے آپ مجھ کو حد جاری کر کے طاہر فرما دیں" یہ سُن کر آپ نے اس کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا۔ پھر اس سے فرمایا "بیٹھ جاؤ" اس کے بعد لوگوں کی طرف رُخ کر کے کہنے لگے۔ "تم لوگ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ جب اس قسم کا گناہ سرزد ہو تو یوں اپنی پردہ پوشی کرو جس طرح اللہ نے پردہ پوشی کی ہے"۔ مگر حضرت کے اس اشارہ کے بعد پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اُس نے کہا "یا امیرالمومنین! میں نے زنا کیا ہے آپ مجھ کو پاک کر دیں" حضرتؑ نے پوچھا "تو کیوں ایسی بات کہہ رہا ہے؟" اُس نے عرض کی "طہارت حاصل کرنے کی غرض سے" فرمایا "توبہ سے بڑھ کر کونسی طہارت ہو سکتی ہے!" یہ کہہ کر آپ نے پھر اس سے اعراض کر لیا اور لوگوں سے باتیں کرنے لگے۔ اتنے میں پھر وہ شخص اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے پھر کہا کہ مولا میں نے زنا کیا ہے آپ مجھ کو پاک کر دیں"۔ آپ نے اس سے

پوچھا" قرآن پڑھنا جانتے ہو؟" اس نے کہا" جی ہاں" "فرمایا" کچھ آیات کی تلاوت کرو" چنانچہ اُس نے چند آیتوں کو اچھی طرح پڑھا۔ پھر آپ نے اس سے پوچھا" اللہ نے جو حقوق تم پر واجب کئے ہیں ان سے بھی واقف ہو؟" اس نے کہا" جی ہاں" آپ نے واجبات اس سے پوچھے تو ان کا جواب بھی اُس نے نہایت خوبی سے دیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا" کیا تمہارے سر میں یا جسم میں کہیں تکلیف ہے یا اور کوئی مرض ہے یا کسی سے رنجیدہ ہو گئے ہو؟ اُس نے کہا "نہیں یا امیر المومنین! ان باتوں میں سے کچھ بھی نہیں ہے" تب آپ نے فرمایا" وائے ہو تم پر تو اب چلا جا جس طرح میں نے علانیہ دریافتِ حال کیا ہے اسی طرح پوشیدہ طور سے تحقیقات کرنا چاہتا ہوں لیکن اگر تو خود نہ آیا تو میں بھی تجھ کو نہیں بلاؤں گا۔ پھر آپ نے اس کے متعلق جو دریافت کرایا تو معلوم ہوا کہ وہ بالکل ٹھیک ہے اور کوئی امر اس کے متعلق ایسا نہیں ملا جو اس کے نقصان عقل پر دلالت کرے اس کے بعد پھر وہ شخص حضرت کے پاس آیا اور اس نے پھر حد جاری کرنے کا مطالبہ کیا آپ نے پھر اس کو واپس کر دیا جب وہ تیسری دفعہ آیا اور پھر حد جاری کرنے کی درخواست کی تو آپ نے ارشاد فرمایا اب بھی تو چلا جا اب کی اگر واپس آیا اور تو نے اقرار کیا تو حکم خدا لازم

ہو جائے گا اس وقت میں تجھ کو نہیں چھوڑوں گا۔ لیکن وہ چوتھی مرتبہ بھی آموجود ہوا اور حد جاری کرنے کو اس نے کہا تب حضرت امیرالمومنینؑ نے لوگوں سے ارشاد فرمایا:۔ جتنے لوگ موجود ہیں وہ کل اس کی حد کا مشاہدہ کرنے کی غرض سے شہر کے باہر جمع ہوں لیکن میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ ڈھاٹے باندھ کر آنا تاکہ ایک دوسرے کو نہ پہچانتے۔

چنانچہ دوسرے روز پو پھٹنے سے پہلے ہی لوگ شہر کوفہ کے باہر جمع ہونا شروع ہوئے اور سب اپنے چہروں کو اپنے عماموں کے ڈھاٹوں سے چھپائے ہوئے تھے۔ پھر آپ نے اعلان کیا کہ "تم لوگوں میں جو کوئی ایسا ہو کہ اس کی گردن پر حد ہو وہ اس کو نہیں مار سکتا لہذا یہاں وہی ٹھہرے جو حد سے بری الذمہ ہو باقی سب چلے جائیں" یہ اعلان سنتے ہی کچھ لوگ باقی رہ گئے۔ لیکن بربنائے روایت کلینی رہ باقی رہنے والوں میں سوائے امیرالمومنینؑ وحسن وحسین علیہما السلام کے اور کوئی نہ تھا چنانچہ آپ نے تین پتھر اس کو مارے اور ہر پتھر پہ تین دفعہ تکبیر کہی اس کے بعد امام حسن وحسینؑ نے بھی اسی طرح پتھر مارے جس کے نتیجہ میں وہ راہی جنت ہو گیا۔ پھر حضرت علیؑ نے اس کو گڑھے سے برآمد کیا اور اس پہ نماز پڑھی اور دفن کر دیا۔ کسی

کہا یا امیر المومنین آپ نے اس کو غسل نہیں دیا؟ فرمایا اس نے صبر عظیم کر کے ایسا غسل کر لیا ہے جس نے اس کو قیامت تک کے لئے پاک و طاہر کر دیا۔ (بحار الانوار ج ۹ ص ۴۹۴)۔

○

ایک عورت کا اقرارِ زنا

ایک عورت حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا، یا علی طھرنی۔ مولا مجھے پاک کر دیجئے۔ فرمایا "کس چیز سے پاک کروں؟" کہا "میں نے زنا کیا ہے" فرمایا "تو شوہر دار ہے" اس نے کہا جی ہاں" فرمایا "تیرا شوہر موجود ہے یا سفر پہ گیا ہے؟" اس نے کہا "موجود ہے" فرمایا "تو حمل سے ہے؟" اس نے جواب دیا "جی ہاں" فرمایا "جا! بچہ جن لے اس کے بعد میرے پاس آنا" جب وہ عورت نظروں سے غائب ہو گئی تو آپ نے فرمایا "بار الٰہا! یہ ایک شہادت ہو گئی جو اس عورت نے اپنے خلاف دی ہے"

کچھ دنوں کے بعد وہ عورت جب بچہ جن چکی تو دوبارہ حضرت کی خدمت میں آئی اور عرض کرنے لگی "یا امیرالمومنین! اب مجھ کو پاک کر دیجئے کیونکہ اب میں بچہ کی ولادت سے فارغ ہو چکی ہوں لہذا آپ مجھ پر حد شرعی جاری فرمائیں کیونکہ عذاب دنیا عذاب آخرت سے آسان تر ہے اس لئے میں عذاب دنیا کو اپنے لئے اختیار کرتی ہوں"۔

یہ سُن کر حضرت نے مثل اُس شخص کے جو واقعہ سے بے خبر ہو اور یہ عورت پہلے پہل آئی ہو اس سے فرمایا "کس چیز سے تجھ کو طاہر کروں؟" اُس نے کہا "میں نے زنا کیا ہے" پھر آپ نے پوچھا تیرا شوہر حاضر تھا یا غائب؟ اُس نے کہا "حاضر تھا" فرمایا "جاؤ بچہ کو پورے دو سال دُودھ پلاؤ پھر میرے پاس آنا" جب وہ عورت آنکھوں سے غائب ہو گئی اور اتنی دور پہنچ گئی کہ حضرت کی آواز کو نہیں سنتی تھی تو حضرت نے پھر فرمایا "بار الٰہا! یہ اس عورت کی اپنے خلاف دو شہادتیں ہوئیں" جب دو سال بھی گزر گئے تو وہ باایمان عورت پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کی "یا حضرت! میں نے بچہ کو دو سال کامل دُودھ بھی پلایا ہے اب میری تطہیر کر دیجئے" حضرت نے پھر حسب سابق تجاہل فرمایا اور پوچھا "اے کنیز خدا! کس چیز سے طہارت طلب کرتی ہے تو نے کیا کیا ہے؟" اُس نے پھر وہی جواب دیا کہ "مولا! مجھ سے زنا سرزد ہوئی ہے" فرمایا "اس وقت تو شوہر دار تھی یا بے شوہر؟" عرض کیا "شوہر دار تھی" القصہ حسب سابق حضرت نے سوالات دُہرائے اور وہ اقرار کرتی گئی آخر میں حضرت نے فرمایا "جاؤ ابھی حد جاری نہیں ہو گی تمہارا بچہ چھوٹا ہے اس کی پرورش و پرداخت کرو یہاں تک کہ وہ اتنا

بڑا ہو کر اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ وہ کوٹھے سے نہیں گرے گا یا
کوئیں میں نہیں جا پڑے گا" اس دفعہ حد سے محرومی کا اس پاکباز کو اتنا
صدمہ ہوا کہ اب وہ امام کی خدمت سے روتی ہوئی واپس ہوئی جب
کافی دور پہنچ گئی تو حضرت نے پھر بارگاہ ایزدی میں عرض کی کہ "پالنے
والے! یہ تیسری شہادت تھی" راستہ میں اس عورت کو عمرو بن حریث ملا
اور اس نے پوچھا کہ "اے عورت تو کیوں گریہ کر رہی ہے؟" اس نے
اپنا پورا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ اپنی بدقسمتی پر رو رہی ہوں کہ گناہ
کرنے کے بعد اس کی حد شرعی سے بھی محروم رہی اب ڈرتی ہوں کہ
میں مر جاؤں اور یہ حد میری گردن پہ باقی رہ جائے جس کی وجہ سے
عذاب آخرت سے مجھ کو دوچار ہونا پڑے"۔ اس کا یہ کلام سن کر
عمرو بن حریث نے کہا "تم پلٹ جاؤ میں تمہارے بچہ کی پرورش کروں گا"
یہ عورت پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حضرت نے پھر
انجان بن کر اس سے حسب سابق سوالات کئے اس نے پھر مثل سابق
جوابات دیئے اور اپنے گناہ کا اقرار کیا جس وقت عورت کے آخری
الفاظ تمام ہوئے تو حضرت علیؑ نے اپنا سر جانب آسمان بلند کیا اور فرمایا
"بارالہا! میں نے چار گواہیاں اس عورت پر ثابت کر دیں اور تو نے
اپنے رسولؐ سے فرمایا ہے کہ جس نے حدود الٰہی کو معطل کیا اس نے

تجھ سے عناد کیا اور تجھ سے دشمنی کی ہے خدایا تو گواہ رہنا کہ میں تیرے حدود کو معطل کرنے والوں میں نہیں ہوں اور نہ تیرے احکام ضائع کرنا چاہتا ہوں بلکہ میں تیری اطاعت میں کوشاں ہوں" یہ الفاظ آپ کی زبان مبارک پر جاری تھے مگر حالت یہ تھی چہرہ آپ کا فرطِ غضب سے مثل انار کے سُرخ تھا اور آثار اندوہ آپ کی پیشانی انور سے نمایاں تھے، عمرو بن حریث نے جو حضرت کی یہ حالت مشاہدہ کی تو عرض کرنے لگا "مولا! میں نے جو اس عورت کے فرزند کی کفالت کا ذمہ لیا تو یہ اس وجہ سے تھا کہ میرا خیال تھا کہ آپ کی رضا اس میں ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ میرے اس فعل سے ناراض ہیں لہذا میں اپنے وعدہ کو واپس لیتا ہوں میں اس بچہ کی کفالت نہیں کرتا۔" یہ سُن کر حضرت نے ارشاد فرمایا :- اس عورت کے چار مرتبہ اقرار کر چکنے کے بعد اب یہ کہتا ہے اب تجھ کو علی الرغم اسکی پرورش کرنا پڑے گی (یعنی میں نے اس عورت کو حد کی تکلیف سے بچنے کے لئے راہ شرعی بتائی تھی جو تیری ناعاقبت اندیشی سے مسدود ہو گئی ورنہ خداوند کریم مرنے کے بعد اس کو معاف کر دیتا)۔

اس کے بعد امیرالمومنین بالائے منبر تشریف لائے اور قنبر کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز جماعت کے لئے بلائیں آواز اذان سنتے ہی اہل کوفہ

اطراف واکناف سے جمع ہونے لگے جب مسجد خوب بھر گئی تو حضرت کھڑے ہوئے اور بعد حمد خدا و ثنائے رسول ارشاد فرمایا " ایہا الناس! میں کل صبح کو بشت کوفہ پر اس عورت پر حد جاری کرنا چاہتا ہوں لہذا کل تم لوگ پتھر لے کر جمع ہونا لیکن اس بات کا خیال رہے کہ تم سب کے منہ چھپے ہوئے ہوں تاکہ ایک دوسرے کو نہ پہچانے یہاں تک کہ اپنے گھروں کو واپس لوٹو " یہ کہہ کر آپ منبر سے نیچے تشریف لے آئے -

راوی کا بیان ہے جب دوسرا روز ہوا تو اس عورت کو باہر لایا گیا اور تمام لوگ پتھروں کو اپنے دامن و آستین میں لئے ہوئے اپنے عماموں سے چہروں کو چھپائے ہوئے پشت کوفہ پر جمع ہوئے تھوڑی دیر میں حضرت علی بھی تشریف لے آئے آپ نے حکم دیا کہ ایک گڑھا کھودا جائے اور اس میں اس عورت کو تا کمر دفن کر دیا جائے چنانچہ جب وہ عورت زمین میں گاڑی جا چکی تو حضرت اپنے خچر پر سوار ہوئے اور پیروں کو خوب اچھی طرح رکاب میں جما کر آپ نے اپنی انگشت شہادت و وسطیٰ اپنے گوش مبارک میں رکھی اور بہ آواز بلند فرمایا " ایہا الناس : خداوند عالم نے اپنے نبیؐ سے یہ عہد لیا ہے کہ کوئی ایسا شخص حد نہیں جاری کر سکتا جس پر خود حد ہو لہذا جو شخص خود حد کے ساتھ ملوث ہو وہ اس عورت کو پتھر نہ مارے - راوی کا بیان

ہے کہ یہ سنتے ہی جتنے آدمی تھے سب کے سب شہر واپس چلے گئے صرف تین شخص باقی رہ گئے اور وہ تھے علیؑ و حسنؑ و حسینؑ لہٰذا ان تینوں نے اس عورت پر حد جاری کی۔

(بحار الانوار ج ۹ ص ۴۹۳ - کافی - تہذیب - محاسن برقی)

○

ایک شخص جس نے بدفعلی کا اقرار کیا

ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک جوان آیا اور اُس نے عرض کی یا امیر المومنین! میں نے ایک لڑکے کے ساتھ فعل بد کیا ہے مجھ کو آپ پاک کر دیں" آپ نے فرمایا "اے جوان اپنے گھر پلٹ جا معلوم ہوتا ہے کہ تیرا سر پھر گیا ہے"۔ چنانچہ وہ شخص چلا گیا لیکن دوسرے روز وہ پھر حاضر ہوا اور اُس نے پھر وہی کلام دہرایا امام نے حسب سابق جواب دیا اور وہ چلا گیا یہانتک کہ جب وہ چوتھی دفعہ آیا اور اس نے لواط کا اقرار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا "اے شخص سُن! رسولِ خدا نے اس گناہ کی پاداش میں تین حدیں مقرر کی ہیں۔ ۱۔ تیری گردن پر تلوار ماری جائے جتنا بھی اس سے زخم آئے وہی تیری سزا ہے۔ ۲۔ تیرے ہاتھ پیر باندھ کر پہاڑ سے نیچے پھینک دیا جائے۔ ۳۔ تجھ کو زندہ آگ میں ڈال دیا جائے۔ ان تینوں سزاؤں میں کونسی سزا اپنے لئے پسند کرتا ہے؟ اُس نے پوچھا یا امیر المومنین! ان تینوں میں سخت ترین عذاب کیا ہے؟" فرمایا "آگ

میں جلنا" اُس نے کہا "مولا میں نے یہی اپنے لئے اختیار کیا" امام نے فرمایا "تو پھر آمادہ ہو جا" اُس نے عرض کی "اتنی اجازت دیں کہ آخری مرتبہ دو رکعت نماز پڑھ لوں" فرمایا پڑھ لو" چنانچہ اُس نے وضو کر کے بہ کمال خضوع و خشوع دو رکعت نماز پڑھی نماز کے بعد اس کی دعا یہ تھی :-

"پالنے والے! میں نے جو گناہ کیا ہے تو اس سے واقف ہے۔
میں اس کے خوف سے تیرے نبیؐ کے وصیؑ کی خدمت میں حاضر
ہوا انہوں نے ۳ قسم عذاب میں مجھ کو اختیار دیا چنانچہ جو
سخت ترین عذاب تھا اس کو میں نے اپنے لئے اختیار کیا۔
بارالٰہا! تو اس کی تکلیف کو میرے گناہوں کا کفارہ قرار دے
اور روز آخرت مجھ کو آتش جہنم میں نہ جلانا"

یہ کہہ کر وہ روتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور ایک مرتبہ بھڑکتے ہوئے شعلوں میں اُس نے چھلانگ لگا دی اور اس میں پھالتی مار کر بیٹھ گیا۔ اس کی حالت پر تمام اصحاب معہ امیر المومنین کے رونے لگے اور بالآخر حضرت نے اس کو آگ کے شعلوں سے نکال لیا اور فرمایا :- قم یا ھذا فقد ابکیت ملائکۃ السماء والارض فان اللہ قد تاب علیک اے شخص اٹھ کھڑا ہو کیونکہ تو نے اپنی ادا سے آسمان و زمین کے فرشتوں کو رلا دیا

اللہ نے تیری توبہ قبول کر لی اب دوبارہ اس کا اعادہ نہ کرنا۔

(بحار الانوار ج ۹ ص ۹۳۴ کافی وافی ج ۲ ص ۱۵)

توضیح :- اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ امام نے حد واجب کو کیسے ترک کر دیا درانحالیکہ جرم جب ثابت ہو جائے تو حد کا جاری کرنا امام پر واجب ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام کو ایسی حد کے معاف کر دینے کا اختیار ہے جس میں گواہ قائم نہ ہوئے ہوں خواہ امام کو کسی اور ذریعہ سے معلوم ہوا ہو یا مجرم نے خود اقرار کر لیا ہو جیسا کہ مذکورہ واقعہ میں ہوا۔ پھر یہ بھی شرط ہے کہ وہ جرم حقوق الناس سے متعلق نہ ہو بلکہ حقوق اللہ میں سے ہو۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں :- لا یعفی عن الحد والتی للہ دون الامام (وافی جزو ۹ ص ۲۴) حسب ذیل روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے :-

ایک شخص جس کا نام ماعز بن مالک تھا اس نے رسول اللہ کے پاس آکر زنا کا اقرار کیا آپ نے اس کے رجم کیے جانے کا حکم دیا جب وہ سنگسار کیا جانے لگا تو گڑھے سے نکل کر بھاگا یہ دیکھ کر زبیر بن عوام نے اونٹ کے پیر کی ہڈی اس کو ماری جو اس کو لگ گئی اور وہ گر گیا۔ اس کے بعد دوسرے لوگ بھی وہاں پہنچ گئے اور انہوں نے پتھر اینٹیں مار کر اس کو ہلاک کر دیا۔ جب یہ واقعہ حضرت کے گوش گزار کیا گیا

تو آپ نے ارشاد فرمایا:۔ تم نے اس کو کیوں نہ چھوڑ دیا کیونکہ اس نے تو خود ہی اقرار کے ذریعہ حد کو اپنے اوپر عائد کیا تھا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا:۔ اگر علیؑ وہاں ہوتے تو تم لوگ گمراہ نہ ہوتے۔ اس کے بعد آپ نے بیت المال سے اس کی دیت ادا کی (وافی جز ۹ ص ۴۳) مزید تفصیل کے لئے دیکھو حدیث ص۸۴

O

احب علیا لا ابالی ان فشی
ذالک فضل اللہ یوتی من یشا

بے گناہ قاتل

ایک شخص کو ایک خرابہ میں لوگوں نے اس طرح پایا کہ اس کی دونوں آستینیں کہنی تک اوپر چڑھی ہوئی تھیں، ہاتھ میں خون بھرا خنجر تھا اور اس کے سامنے ایک لاش خاک و خون میں لتھڑی ہوئی تڑپ رہی تھی اس سے پوچھا کہ تو نے اس کو قتل کیا ہے؟ تو اس نے اقرار کیا لہذا اس کو قتل کرنے کی غرض سے لے چلے ابھی مقتل تک نہیں پہنچے تھے کہ ایک مرتبہ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور اس نے کہا ٹھہرو اس کو قتل کرنے میں جلدی نہ کرو بلکہ امیر المومنینؑ کی خدمت میں لے چلو جب آپ کی خدمت میں آئے تو اس شخص نے اقرار کیا کہ اصل قاتل میں ہوں اور یہ شخص بے گناہ ہے جو گرفتار کیا گیا ہے۔ تب آپ نے اس شخص سے پوچھا کہ تو نے کس لئے اقرار جرم کر لیا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ "یا امیر المومنین! میں اس خرابہ کے پاس گوسفند ذبح کر رہا تھا کہ مجھ کو پیشاب معلوم ہوا لہذا اس خرابہ میں آ گیا تو ایک آدمی کو دیکھا جو اپنے خون میں لوٹ رہا تھا۔ اتنے میں یہ لوگ وارد ہو گئے اور انہوں

خون بھری چھری میرے ہاتھ میں دیکھی میرے علاوہ کوئی دوسرا خرابہ میں نہ تھا انہوں نے مجھ سے سوال کیا اگر میں ان شواہد کے ہوتے ہوئے انکار کرتا تو یہ لوگ مجھ کو اتنا زدوکوب کرتے کہ مرنے کے قریب ہو جاتا اس لئے بوجہ خوف کے میں نے اقرار کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ دیکھا۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو میرے فرزند حسنؑ کے پاس لے جاؤ وہ فیصلہ کریں گے۔ جب آپ کی خدمت میں لے گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا امیر المومنین کی خدمت میں عرض کر دینا کہ قاتل نے اگرچہ ایک مرد کو مارا ہے لیکن اس نے ایک نفس کو ہلاکت سے بھی بچایا ہے اور خداوند کریم کا ارشاد ہے :۔ من احیاھا فکانما احیا الناس جمیعًا۔ لہٰذا اس قضیہ میں حکم یہ ہے کہ دونوں کو رہا کیا جائے اور مقتول کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے۔ یہ فیصلہ سن کر حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا کہ فیصلہ یہی ہے جو حسنؑ نے کیا۔

(بحار ج ۹ ص ۴۹۸ طرق حکمیہ ص ۵۵)

ایک ایسا ہی زنا کا واقعہ جناب رسالتمآب کے زمانہ میں بھی گزرا ہے جس میں آنحضرتؐ نے اسی طرح فیصلہ فرمایا ہے وہ واقعہ یہ ہے :۔

ایک عورت نماز صبح کے وقت مسجد کی طرف جا رہی تھی کہ ایک

شخص نے اس کو پکڑ لیا اور اس کے ساتھ زنا کی۔ وہ عورت چیخی تو دوسرا شخص اس کو بچانے آ گیا اتنے میں اور لوگ بھی جمع ہو گئے اور انہوں نے اس شخص کو پکڑ لیا جو بچانے آیا تھا یہ لاکھ چیختا رہا کہ میں نہیں تھا مگر کسی نے سماعت نہ کی بالآخر یہ رسول اللہؐ کے سامنے پیش ہوا گواہوں نے تو اس کے خلاف گواہیاں دیں ہی اس عورت نے بھی اشتباہ کرتے ہوئے اسی پر فرد جرم لگائی چنانچہ رسول اللہؐ نے اس کے رجم کئے جانے کا حکم دے دیا جب اس کو رجم کرنے کے لئے لے چلے تو اس مجمع میں سے ایک شخص بول اٹھا اس کو نہ مارو یہ بے خطا ہے اصل مجرم میں ہوں میں نے اس عورت سے زنا کیا ہے۔ اب رسول اللہؐ کے پاس تین شخص جمع ہو گئے ایک وہ جس نے زنا کی تھی، دوسرا وہ جو اس عورت کی مدد کو آیا تھا اور اشتباہاً پکڑا گیا تھا، تیسری خود عورت۔ رسول اللہؐ نے اصل مجرم سے ارشاد فرمایا: تیرا گناہ بخشا گیا! جس نے بچایا تھا اس کو تحسین کہی یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے کہا "میں اس شخص کو جس نے اعتراف گناہ کیا ہے رجم کئے دیتا ہوں۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا نہیں، اس نے وہ توبہ کر لی ہے کہ اگر ایسی توبہ تمام اہل مدینہ کر لیں تو سب کی توبہ قبول ہو جائے

(طرق حکمیہ ص ۵۷ طبع مصر)

اس واقعہ سے اہل بیت رسول کا شرف و مرتبہ دوسرے افراد پر

ظاہر ہوتا ہے کیونکہ امام حسن علیہ السلام اس واقعہ کے وقت کمسن ہوں گے یا ابھی پیدا نہ ہوئے ہوں گے مگر اس کے باوجود آپ نے وہی فیصلہ کیا جو رسالتمآبؐ بھی فرما چکے تھے۔

یہ امر بھی قابل توضیح ہے کہ معصوم غلط فیصلہ نہیں کر سکتا، آنحضرتؐ نے پہلے شخص کے رجم کئے جانے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ آپ کو اپنے علم باطن سے معلوم تھا کہ عنقریب اصل مجرم ظاہر ہو جائے گا اگر آنحضرتؐ ایسا نہ کرتے تو نہ اصل مجرم اقرار کرتا اور نہ لوگوں کو ایسے قضیہ کا فیصلہ معلوم ہوتا جس کے نتیجہ میں قیاس پر عمل ہوتا اور نہ معلوم کتنے بے گناہ مارے جاتے۔ (مولف)۔

○

جو شخص اقرار جرم واجب الحد کرے لیکن تفصیل نہ بتائے

ایک شخص نے اپنے متعلق اقرار کیا کہ اس پر حد واجب ہو گئی ہے لیکن اُس نے یہ نہیں بتایا کہ جرم کیا ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس کو اتنے تازیانے لگائے جائیں یہانتک کہ وہ اقرار جرم کرے۔

(وافی جزء ۹ ص ۷۶)

اقرار کے شرائط

ہوش و حواس و اختیار و بلوغ کے علاوہ حضرت نے شرائط اقرار میں حسب ذیل ارشاد فرمایا ہے:۔

مارنے باندھنے یا قید خانہ کے خوف سے یا کسی سختی کے خوف سے اگر چور چوری کا اقرار کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا۔ (وافی جزء ۹ ص ۶۲)

دھوکہ دہی

حیلہ پسر ابوسفیان

جس وقت سرورِ کائنات نے ہجرت اختیار فرمائی تو جملہ امانتوں کو حضرت علی علیہ السلام کے سپرد کر گئے کہ ان کو مالکوں کو دے دیں۔ امیر معاویہ کے بھائی اور ابوسفیان کے فرزند حنظلہ نے عمیر بن وائل ثقفی کو بلا کر کہا کہ علیؑ کے پاس جاؤ اور ان سے اسّی مثقال سونے کا مطالبہ کرو اور کہو کہ میں نے اتنا سونا محمد مصطفیٰؐ کے پاس امانت رکھوایا تھا اب وہ تو مدینہ چلے گئے ہیں اور آپ ان کے وکیل ہیں لہٰذا میری امانت دلوائیے۔ اور اگر علیؑ نے شاہد طلب کیا تو ہم لوگ سب کے سب گواہی دیں گے اور اس کام کے بدلہ میں ابھی تم کو سَو مثقال سونا جس میں دس مثقال کا ایک گردن بند میری ماں ہند کا ہے تم کو دیتے ہیں۔ یہ سن کر عمیر بن وائل حضرت علیؑ کے پاس آیا اور جس طرح اس کو سکھایا گیا تھا اس نے مال کا مطالبہ کیا حضرت نے اس سے امانت کی علامت پوچھی پھر اس کے بعد امانتوں کو جو تلاش کیا تو وہ امانت نہ ملی کیونکہ ہر امانت پر اس کے مالک کا نام لکھا تھا لیکن عمیر کا نام کہیں بھی نہ تھا۔ حضرت نے

عمیر کو نصیحت کرنا شروع کی اس ارادۂ فاسد سے باز آجا مگر اُس نے ایک نہ سُنی اور کہا کہ میں اپنے دعوے کے ثبوت میں کئی شاھد پیش کرسکتا ہوں ابوجہل ان کا لڑکا عکرمہ عقبہ بن معیط، ابوسفیان اس کا لڑکا حنظلہ یہ سب کے سب شہادت دینے کے لئے تیار ہیں کہ میں نے مذکورہ امانت آپ کے بھائی کے پاس رکھوائی تھی حضرت تو جان ہی گئے تھے کہ یہ سب حیلہ بازی ہے حکم دیا کہ شاھد لائے جائیں اس وقت آپ نے عمیر سے ایک ایسی جگہ پر سوالات کئے جہاں سے گواہ اس کی آواز نہیں سُن سکتے تھے آپ نے فرمایا کہ اے برادر ثقفی! بتلاؤ کہ تم نے دن کے کسی حصہ میں اپنی امانت رسولؐ اللہ کے سپرد کی تھی اس نے جواب دیا کہ دوپہر کو آنحضرتؐ نے وہ امانت مجھ سے لے کر اپنے غلام کو دی تھی اس کے بعد آپ نے ابوجہل کو بلایا اس نے شہادت دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھ پر واجب نہیں ہے کہ میں شہادت دوں پھر ابوسفیان کو بُلایا اُس نے کہا کہ غروب آفتاب کے وقت یہ امانت، اُس نے محمدؐ کو دی تھی اور آپ نے اس کو اپنی آستین میں رکھ لیا تھا اس کے بعد آپ نے حنظلہ کو بلایا اس نے کہا جس وقت سورج بیچ آسمان میں تھا اس وقت امانت دی تھی اور حضرت اس کو دیتے ہاتھ میں لئے رہے یہاں تک کہ عمیر واپس چلے آئے۔ پھر آپ نے

عقبہ کو بلایا اُس نے کہا کہ محمدؐ نے یہ امانت ہنگام عصر عمیر سے لی تھی
اور اس کو فوراً اپنے گھر بھجوا دیا تھا پھر آپ نے عکرمہ کو بلایا تو اُس نے
کہا کہ طلوع آفتاب کے وقت آپ نے امانت لی تھی اور اس کو فاطمہ
بنت اسد کے پاس بھجوا دیا تھا۔ عمیر نے جب ان متضاد بیانات کو
سنا تو اس کا چہرہ فق ہو گیا اور سمجھ گیا کہ اب رسوائی ہے امیر المومنینؑ
نے جب اس کا یہ حال دیکھا تو فرمایا کیا بات ہے تیرے چہرے کا رنگ
کیوں زرد ہو گیا تیری حالت کیوں دگرگوں ہے؟ عمیر نے جواب دیا
"یا علی! مکر و حیلہ کرنے والا رستگار نہیں ہوتا میں سچ سچ کہے دیتا ہوں
اس خانہ کعبہ کے مالک کی قسم! میں نے کوئی امانت محمدؐ کے پاس نہیں
رکھوائی تھی ابوسفیان اور حنظلہ ان دونوں باپ بیٹوں نے مجھ کو فریب
دیا تھا کہ ایسا کام کروں اور یہ دیکھئے یہ دینار و ہند کا گردن بند جس
پر اس کا نام کندہ ہے میرے پاس ہے جو اس کام کے بدلہ میں مجھ کو
دیا گیا ہے جواب میں ان کو پلٹاتا ہوں یہ ماجرا دیکھ کر جتنے قریشی و ابوسفیان
کے قرابت دار وہاں کھڑے تھے ان سب کے سر مارے شرم کے جھک
گئے۔ اس وقت حضرت علیؑ نے فرمایا کہ مکان کے گوشہ میں جو میری تلوار
پڑی ہے اس کو لے آؤ۔ جب تلوار آئی تو آپ نے اس کو ہاتھ میں
لے کر ابوسفیان کی جانب رُخ کیا اور فرمایا "اس تلوار کو پہچانتے ہو؟

ابوسفیان نے کہا "ہاں یہ حنظلہ کی تلوار ہے جو چرالی گئی ہے" حضرت نے فرمایا "ہاں حنظلہ ہی کی شمشیر ہے لیکن اس کو کسی نے چرایا نہیں ہے، تمہارا یہ مکر بھی میرے خلاف کچھ کارگر نہ ہوا اگر تم سچے ہو تو بتلاؤ کہ تمہارا حبشی غلام جس کا نام "مہلع" ہے کہاں ہے ابوسفیان نے کہا کہ کسی کام سے میں نے اس کو طائف بھیجا ہے" امام نے فرمایا کہ "افسوس! اب تم اس کو کبھی نہ دیکھ سکو گے اگر تم سچ کہتے ہو تو اس کو حاضر کر دو"

ابوسفیان یہ سن کر حیران و مبہوت رہ گیا پھر حضرت نے رؤساء قریش میں سے دس آدمیوں کو اپنے ہمراہ لیا اور ایک مقام پر پہنچ کر زمین کھدوائی تو اس میں سے "مہلع" کی نعش برآمد ہوئی اور لوگ اس کو اٹھا کر خانہ کعبہ کے پاس لائے اور حضرت سے اس کے قتل کے بارے میں سوال کیا حضرت نے فرمایا کہ اس کو بھی ابوسفیان نے رشوت دے کر میرے قتل کرنے کے لئے بھیجا تھا اور اس سے کہا تھا کہ اگر علی کو قتل کر دے تو تو آزاد ہے چنانچہ حنظلہ نے اس کو شمشیر دی اور یہ تاریکی میں چھپ کر میرے قتل کرنے کی نیت سے بیٹھ گیا جب میں اس کے قریب سے گزرا تو اس نے اٹھ کر میرے سر پہ شمشیر لگانا چاہی میں نے اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی اور ایک ضربت میں اس کا کام تمام کیا جب یہ حیلہ بیکار گیا تو اب انہوں نے اپنی خفت مٹانے کے لئے یہ دوسری چال چلی اور

عمیر کو بہکا کر میرے پاس بھیجا ہے۔ عمیر نے جب یہ داستان سُنی تو
تو نور ایمان اس کے دل میں روشن ہوا اور اس نے کہا اشہد ان
لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ۔ (بحار الانوار ج ۹ ص ۲۷۶
از واقدی و اسحٰق و طبری، مناقب ج ۲ ص ۱۷۶، ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۳۰)

○

جعل سازی

حضرت عمر کی خلافت کے زمانہ میں ایک شخص معن بن زائدہ نے
خلافت کی جعلی مہر کھدوالی اور اس کے ذریعے لوگوں سے کافی مال وصول
کر لیا بالآخر گرفتار ہو کر حضرت عمر کے سامنے پیش ہوا آپ نے صحابہ سے
مشورہ کیا کہ اس کو کیا سزا دینا چاہیے کسی نے کہا اس کا ہاتھ کاٹنا چاہیئے
کوئی بولا اس کو برسرِ عام سولی دینا چاہیے پھر آپ حضرت علی کی طرف متوجہ
ہوئے اور پوچھا ما تقول یا ابا الحسن! اے ابو الحسن آپ کیا کہتے ہیں؟
آپ نے ارشاد فرمایا:۔ رجل کذب کذباً عقوبتہ فی بشرتہ اس نے
جھوٹ بولا ہے لہٰذا بذریعہ تازیانہ اس کی کھال پر تعزیر کرنا چاہیئے۔
(فتوحات بلاذری قضا ۵)

توضیح :۔ بہ ظاہر یہ معن بن زائدہ معروف نہیں ہے جس کی سخاوت کے قصے مشہور و معروف ہیں کیونکہ یہ عصر حضرت عمر کے بعد گزرا ہے۔

○

سو دینار کی تھیلی

دو شخصوں نے سو دینار کی تھیلی ایک عورت کے پاس امانت رکھوائی اور کہا کہ جب ہم دونوں باہم تیرے پاس آئیں تب اس تھیلی کو واپس لوٹانا ورنہ نہ دینا۔ کچھ عرصہ کے بعد ان دو شخصوں میں سے ایک آیا اور اُس نے اظہار کیا کہ میرا ساتھی مر گیا ہے لہذا سو دینار دے دو اس عورت نے جب رقم دینے سے انکار کیا تو وہ شخص اس عورت کے کنبہ والوں کے پاس گیا اور اُن سے کہہ سُن کر اس پر اتنا دباؤ ڈالا کہ اس نے مجبور ہو کر وہ رقم اس کے حوالہ کر دی۔ ایک سال کے بعد اب اس کا دوسرا ساتھی آیا اور اُس نے دوبارہ سو دینار کا مطالبہ کیا عورت نے جواب دیا کہ تمہارا ساتھی آیا تھا اور تم کو مردہ بتا کر یہ رقم لے گیا وہ شخص نہ مانا یہانتک کہ کافی نزاع ہوئی اور مقدمہ

حضرت عمر کے دربار میں پیش ہوا خلیفہ نے مرد سے پوچھا تیرے پاس بینہ ہے؟ اُس نے جواب دیا یہ عورت خود میرا بینہ ہے اس پر آپ نے کہا کہ میری نظر میں بلاشک و شبہ تو اس مال کی ضامن ہے" خلیفہ سے یہ فیصلہ سُن کر اس عورت نے فریاد کی کہ :۔ خدارا مجھ کو حضرت ابو الحسنؑ کے پاس بھیج دو وہ میرے مقدمہ کا فیصلہ فرمائیں چنانچہ وہ حضرت علیؑ کے پاس بھیج دی گئی حضرت نے واقعہ سماعت فرمایا اور سمجھ گئے کہ اس عورت سے دھوکہ کیا گیا ہے۔ آپ نے اس شخص سے خطاب کیا کہ کیا تو نے یہ نہیں کہا تھا کہ جب تک ہم دونوں نہ ہوں مال نہ دینا؟ اس نے کہا جی ہاں کہا تو تھا" فرمایا" بس جا تیرا کیوں آیا ہے اپنے ساتھی کو لے کر آ۔ یہ سُن کر وہ شخص اپنے دعوے میں ماندہ رہ گیا اور ثابت ہو گیا کہ بینہ طور پر دھوکہ دینا چاہتا تھا اس فیصلہ کی اطلاع جب حضرت عمر کو ہوئی تو کہنے لگے" لا ابقانی اللہ بعد ابن ابی طالب" ابو طالب کے فرزند کے بعد خدا مجھ کو زندہ نہ رکھے۔ (طرق حکمیہ ص ۳۰۔ تذکرہ خواص الامۃ ص ۱۵۸ طعراق۔ ذخائر العقبیٰ ص ۶۷ طمصر۔ ناسخ ۳/۲۳۵)

علامہ سبط ابن جوزی نے مذکورہ واقعہ کو نقل کرنے کے بعد یہاں پر یہ شعر نقل کیے ہیں :۔

هل مثل علمك ان زلوا وان وهنوا   وقد هديت كما اصبحت تهديتا

هل مثل قولك اذ قالوا مجاهرة   لولا علی هلکنا فی فتنا و بینا

جس وقت لوگ ٹھوکر کھاتے ہیں اور کمزور پڑتے ہیں اس وقت یا علی آپ ہی کا بے مثال علم کام آتا ہے اور آپ کو ہر مشکل کی طرف ہدایت ہو جاتی ہے جس سے آپ ہماری ہدایت فرماتے ہیں۔

کیا آپ کے فرمان کے ہم پلہ کسی کا فرمان ہے؟ کیونکہ اصحاب نبیؐ نے بالاعلان یہ کہا ہے کہ اگر علی نہ ہوتے تو ہم فتویٰ دینے میں ہلاک ہو گئے تھے۔ (تذکرہ خواص ص ۱۵۸)۔

(۷)

دو فریبی

دو آزاد شخصوں نے اپنا پیشہ یہ قرار دیا تھا کہ شہر شہر پھرتے تھے اور بازار میں جا کر ان میں سے ایک دوسرے کو بیچ آتا تھا پھر دونوں دوسرے شہر چلے جاتے تھے اور وہاں بھی یہی حرکت کرتے تھے اس طرح نمعلوم کتنی مرتبہ انہوں نے خود کو فروخت کر کے لوگوں کو دھوکہ دیا تھا اور خوب مال لوٹا تھا حضرتؑ نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھ قلم کئے جائیں کیونکہ

یہ خود اپنے بھی چور ہیں اور لوگوں کے بھی چور ہیں۔ (طرق حکمیہ ابن قیم ص ۴۹)

○

شادی میں دھوکہ دہی

ایک شخص کی دو لڑکیاں تھیں ایک زن عربیہ سے تھی دوسری زن عجمیہ سے۔ ایک جوان نے اس لڑکی سے خطبہ کیا جو زن عربیہ سے تھی اور مہر نقد ادا کر دیا۔ جب شب زفاف حجلۂ عروسی میں داخل ہوا اور ہم بستر ہو چکا تو بعد میں پتہ چلا کہ اس کے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہے۔ یہ مقدمہ امیر معاویہ کے سامنے پیش ہوا تو وہ حیران ہوئے کہ اس کا کیا فیصلہ کریں ناچار بولے کہ کوفہ جاؤ اس کا فیصلہ حضرت علی بن ابی طالب ہی کر سکتے ہیں جب یہ لوگ حضرت کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا "لڑکی کا باپ اپنی اس لڑکی کو جو زن عربیہ سے ہے اتنے جہیز کے ساتھ رخصت کرے کہ جتنا داماد نے مہر ادا کیا ہے۔ اور جوان اپنی موجودہ بیوی کو ترک کر دے یہانتک کہ عدت کے ایام گزر جائیں پھر دوسری کو بیاہ لائے۔ اس کے بعد لڑکی کے باپ کو اس عمل کے مرتکب ہونے کے بدلہ میں حد لگائی جائیگی۔

(مستدرک ج ۲ ص ۶۰۳ - مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۱۹۷ - ناسخ التواریخ ج ۳ ص ۴۳۸)

○

مردِ خصّی

ایک مردِ خصی نے دھوکہ دے کر ایک عورت کے ساتھ شادی کر لی جب اس عورت پر انکشاف ہوا تو اُس نے امیرالمومنین کے سامنے مقدمہ پیش کیا آپ نے ان دونوں کے درمیان جدائی کر دی اور اس کا مہر اس مردِ خصی سے وصول کر کے اسے دیا اور اس دھوکہ دہی کے بدلہ اس کو تازیانہ بھی لگوائے۔ (وسائل ج ۳ ص ۱۰۱)۔

○

مبروصہ کا نکاح

ایک عورت مرض برص (سفید داغ) میں مبتلا تھی اس کی شادی

ایک مرد سے کر دی گئی جب شوہر کو پتہ چلا تو اُس نے مقدمہ حضرت کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا؛ اس عورت کا مہر شوہر پر واجب الادا نہیں ہے بلکہ اس کے ولی پر ہے جس نے اس کا نکاح دھوکہ سے کرایا ہے۔ اور اگر اس نے نہ کرایا ہوتا اس مرد نے خود کیا ہوتا دراں حالیکہ اس کو اس کے مرض کا پتہ نہ تھا تو عورت مہر کی مستحق نہ ہوتی۔

(قضاء تہا ص ۱۸۱)

شراب خوری

شراب خوری کی پاداشت

امام کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی اپنی کتاب مطالب السئول میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کی خلافت کے زمانہ میں شارب الخمر کو چالیس تازیانہ لگائے جاتے رہے اس کے بعد حضرت عمر کی حکومت کے اوائل میں بھی شارب الخمر کی اتنی ہی حد رہی لیکن جب لوگوں نے اس سزا کو شراب خوری کے مقابلہ میں سبک سمجھا اور اس وجہ سے اس معصیت میں منہمک رہے تو حضرت عمر نے لوگوں سے اس کی بابت مشورہ کیا تب حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا کہ: جب انسان نے شراب پی تو نشہ ہوا جب نشہ ہوا تو ہذیان بکا جب ہذیان بکا تو افترا کیا اور مفتری کی حد اسی تازیانہ ہیں لہذا شراب خور کو اسی تازیانہ لگائے جائیں لہذا حضرت عمر نے حضرت علیؑ کے قول کو قبول کیا اور اس وقت سے شراب خور کو اسی تازیانہ لگائے جانے لگے۔ (مطالب السئول ص ۸۵)۔

○

متعدد بار شراب پینے کی پاداش

فرمایا پہلی، دوسری و تیسری دفعہ شراب پینے والے کو اسّی تازیانہ لگائے جائیں گے چوتھی دفعہ اگر شرب خمر کرے تو قتل کیا جائیگا

(قضاوتہا ۱۶۲)

○

ماہ رمضان میں شراب پینے کی پاداش

ابو مریم سے روایت ہے کہ نجاشی نامی شاعر نے امیر المومنینؑ کے زمانہ میں ماہ رمضان میں شراب پی حضرت نے اس کو حاضر کر کے اسّی تازیانہ لگائے اور اس کو قید کر دیا دوسرے دن پھر اس پر بیس تازیانہ لگائے۔ نجاشی نے کہا شراب پینے کی حد اسّی تازیانہ آپ نے کل مجھ پر لگائے تھے اب یہ بیس کیسے ہیں؟ فرمایا یہ تیری اس جرأت کی سزا ہے کہ تو نے ماہ رمضان کا خیال نہیں کیا۔ (بحار ج ۹ ص ۹۵م)

غلط استنباط

حضرت عمر کے زمانہ میں قدامہ بن مظعون نے شراب پی لی۔ جب خلیفہ نے چاہا کہ ان پر حد جاری کریں تو قدامہ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کی: لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا وآمنوا وعملوا الصالحات۔ یعنی ایمان لانے والوں اور عمل صالح کرنے والوں کے لئے اس چیز میں کوئی حرج نہیں ہے جس کو وہ کھالیں جبکہ وہ تقویٰ اختیار کریں اور ایمان لائیں اور عمل صالح بجا لائیں۔ یہ بلیغ استدلال سن کر حضرت عمر نے اس کو معاف کر دیا یہ واقعہ جب حضرت علی کو معلوم ہوا تو آپ خلیفہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے سوال کیا کہ میں نے سنا ہے کہ قدامہ نے شراب پی اور تم نے اس کو حد سے معاف کر دیا۔ حضرت عمر نے جواب دیا کہ قدامہ نے یہ آیت پڑھی تھی لیس علی الذین آمنوا الخ اس لئے میں نے اس کو معاف کر دیا۔ حضرت نے فرمایا: قدامہ اس آیت کے اہل نہیں ہیں اور نہ وہ اس آیت میں داخل ہو سکتا ہے جو ان کی طرح حرام راستہ پر چلے کیونکہ آیت میں سب سے پہلے ہی کہہ دیا گیا ہے کہ جو ایمان لائے اور عمل صالح

بجا لائے ظاہر ہے کہ ایسا شخص حرام کو حلال نہیں کرے گا اور نہ کوئی برا عمل کرے گا لہذا قدامہ کو واپس بلا کر اُس نے جو کچھ کہا ہے اس پر توبہ منگواؤ اور اگر توبہ نہ کرے تو قتل کردو کیونکہ وہ ایسی بات کہنے کی وجہ سے ملّتِ اسلام سے خارج ہو گیا کیونکہ وہ اس بات کا قائل ہو گیا کہ کوئی حرام حرام نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر بھی متنبہ ہوئے اور ادھر قدامہ حضرت علیؑ کے اس فیصلہ سے خبردار ہوئے تو انہوں نے فوراً توبہ کی پھر حضرت عمر اس امر میں متفکر ہوئے کہ قدامہ پر شراب پینے کی حد کس طرح جاری کی جائے کیونکہ کوڑوں کی تعداد نہیں معلوم تھی تو آپ نے حضرت علیؑ سے مشورہ طلب کیا کہ قدامہ کو کتنے تازیانہ لگائے جائیں آپ نے فرمایا: "اسّی تازیانہ کیونکہ آدمی جب شراب پیئے گا تو بدمست ہو گا جب بدمست ہو گا تو اول فول بکے گا جب اول فول بکے گا تو افترا کرے گا اور مفتری کی حد ۸۰ کوڑے ہیں چنانچہ حضرت عمر نے حضرت علیؑ کے قول کو اختیار کیا۔

(بحار ج ۹ ص ۴۸۳)

○

وفات رسولؐ کے بعد پہلا مقدمہ

امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک ایسا فیصلہ کیا جو آپ سے قبل کسی نے فیصل نہیں کیا تھا اور یہ سب سے پہلا قضیہ ہے جو حضرت نے بعد وفات رسولؐ فیصل کیا۔

ایک شخص نے عہد حضرت ابوبکر میں شراب پی جب اس کو پکڑ کر لایا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ کیا تو نے شراب پی ہے؟ تو اس نے اقرار کیا۔ پھر پوچھا کیوں پی؟ کہا کہ میں اسلام لایا اور میرا گھر ان لوگوں کے پاس ہے جن کو شراب پینے کی عادت ہے اگر مجھ کو یہ معلوم ہوتا کہ شراب پینا حرام ہے تو نہ پیتا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر حضرت عمر کی طرف متوجہ ہوئے کہ اس آدمی کے ساتھ کیا کیا جائے۔ حضرت عمر نے جواب دیا معضلۃ لیس لھا الا ابو الحسن۔ یہ بھی منجملہ ان مشاکل کے ہے جس کو صرف ابوالحسن ہی حل کر سکتے ہیں اس کے بعد ہر دو بزرگ اس شخص کو لے کر حضرت علیؑ کے پاس آئے اور واقعہ بیان کیا حضرت نے فرمایا کہ اس کو چند لوگوں کے ساتھ جماعت مہاجرین و انصار میں گھماؤ اور پوچھو کہ کسی نے اس کے سامنے آیہ حرمت خمر پڑھی

ہے کہ نہیں اگر پڑھی ہو تو اس کی گواہی دے چنانچہ اس کو ہر طرف پھرایا گیا لیکن کسی نے اس امر کی گواہی نہ دی لہٰذا آپ نے حکم دیا کہ اس کو چھوڑ دیا جائے آئندہ اگر پیئے تو حد جاری کی جائے۔ (ناسخ التواریخ ج ۲/ ۷۳۱، بحار ج ۹/ ۴۸۳، مناقب ج ۲/ ۱۷۸)۔

○

لواط و سحق

لواطہ کی پاداش

خالد بن ولید نے حضرت ابوبکر کو لکھا کہ یہاں ایک مرد ہے جو عورت کی طرح فعل کراتا ہے جناب ابوبکر نے اصحاب سے مشورہ کیا بعض نے کہا اس کو سنگسار کر دینا چاہیئے۔ بعض نے کہا اس کو قتل کرنا چاہیئے۔ اس وقت حضرت ابوبکر نے حضرت علی سے کہا کہ عرب کے لوگ مثلہ کرنے کو بہت برا جانتے ہیں آپ کی اس میں کیا رائے ہے آپ نے فرمایا: میرے نزدیک اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو آگ میں ڈال دیا جائے چنانچہ وہ آگ میں ڈال دیا گیا۔

(ارجح المطالب ص ۱۲۶)

اسی طرح حضرت عمر کے زمانہ میں دو مرد بدفعلی کرتے ہوئے پائے گئے، ان میں سے ایک تو بھاگ گیا دوسرا پکڑا گیا۔ خلیفہ نے لوگوں سے مشورہ کیا کہ اس کے بارے میں کیا کیا جائے تو کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ اس وقت انہوں نے حضرت علیؑ سے پوچھا۔ اے ابوالحسن! آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے کہا: اس کی گردن مارو۔ چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا جب لوگ اس کی نعش کو اٹھا کر لے چلے تو آپ نے فرمایا: ۔ ٹھہرو

ابھی ایک اور عقوبت باقی ہے۔ پوچھا گیا وہ کیا؟ فرمایا: لکڑی کا گٹھا لا دیا جب لکڑیاں لائی گئیں تو اس کو ان میں باندھ کر آگ لگا دی گئی۔

(وافی جزو ۹ ص ۵۱)

حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کا ارشاد ہے اگر انسان کو دو مرتبہ رجم کرنا سزاوار ہوتا تو لوطی دو مرتبہ رجم کیا جاتا (وافی جزو ۹ ص ۵۰)

توضیح :- اس جرم کی سزا میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ مفعول (عام اس سے کہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ) قتل کر دیا جائے گا اور اس کی نعش کو جلایا جائے گا۔ فاعل اگر غیر شادی شدہ ہے تو اس کو ۱۰۰ تازیانہ لگائے جائیں گے اور اگر شادی شدہ ہے زوجہ تک پہنچنے میں کوئی مانع بھی نہیں ہے تو اس کے لئے چار سزائیں ہیں ۱- تلوار سے گردن زدنی ۲- بلندی سے ہاتھ پیر باندھ کر گرانا ۳- رجم ۴- آگ میں ڈال دینا- پہلی تین سزاؤں میں اختیار ہے لیکن آخری سزا یعنی آگ میں جلایا جانا جیتا یا میتاً ضروری ہے- یہ احکام اسی صورت میں ہیں کہ جرم کرنے والا بالغ عاقل مختار ہو، مجرم نے خود چار مرتبہ اقرار کیا ہو یا چار عادل گواہوں کی عینی شہادت ہو ——— اور مجرم نے قبل تکمیل بینہ توبہ نہ کر لی ہو اگر ان شرائط میں سے ایک بھی مفقود ہے تو حد ساقط ہے۔

اس فعل شنیع کی سزا اس لئے سنگین ہے کہ اس سے نسل انسانی کی تباہی ہے۔ لواط اس لئے کہتے ہیں کہ ابلیس لعین نے حضرت لوطؑ کے زمانہ میں ان کی امت کو یہ گناہ کرنا سکھایا تھا اسی بنا پر ان کا طبقہ اُلٹ دیا گیا۔

○

قصہ حضرت لوطؑ

سید نعمت اللہ جزائری علیہ الرحمہ قصص الانبیاء میں تحریر فرماتے ہیں ــــــــ

لوط حضرت ابراہیم کے خالہ زاد بھائی اور برادر نسبتی تھے کیونکہ جناب سارہ آپ کی حقیقی بہن تھیں۔ کتاب ثواب اعمال میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ قوم لوط اپنے عصر کے لوگوں میں از روئے عمل سب سے بڑھی ہوئی تھی جب شیطان نے ان کی بڑھتی ہوئی عبادت و ریاضت کو دیکھا تو وہ ان پر حسد کرنے لگا چنانچہ اس نے یہ ترکیب چلی کہ جب یہ لوگ اپنے اپنے کاموں کو گھروں سے چلے جاتے تھے تو وہ ان کی غیبت میں گھروں کا سامان درہم برہم کر دیتا تھا۔ ان لوگوں نے

آپس میں مشورہ کیا کہ چھپ کر دیکھنا چاہیئے کہ یہ خرابی کون پیدا کرتا ہے
چنانچہ جب انہوں نے پوشیدہ طور پہ دیکھا تو شیطان ایک خوبصورت
لڑکے کی شکل میں نمودار ہوا اور اُس نے ان کے سامان کو چھیڑنا شروع کیا
ان لوگوں نے اسے پکڑ لیا اور پوچھا کہ تو ہی ہر روز گھر کے سامان کو خراب
کرتا ہے؟ اُس نے جواب دیا: ہاں میں ہی ہوں سب نے چاہا کہ اس
کو کافی سزا دیں رات کا وقت ہو چکا تھا اس لیئے اس کو ایک شخص کے
حوالہ کیا کہ وہ اس کی نگرانی کرے اور صبح کو اس کو سزا دی جائے۔
اس شخص نے اس بچہ نما شیطان کو اپنے گھر میں رکھا جب رات کا کچھ
حصّہ گزرا تو اس نے رونا شروع کیا۔ اس شخص نے پوچھا کیا بات ہے؟
وہ بولا میں اکیلا سونے ڈرتا ہوں میرا باپ مجھ کو اپنے سینہ پر سلایا کرتا
تھا۔ اس مرد کو رحم آگیا اور اس نے اس کو اپنے سینہ پر لٹایا بس اب کیا تھا
جذبات برانگیختہ ہوئے اور اس نے اپنی حرکتوں سے اس مرد کو اس
گناہ کا طریقہ بتلا دیا اور صبح ہونے ہونے وہ اپنا منہ کالا کر چکا تھا۔
اس کے بعد شیطان ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا جب باقی لوگ
اس کو لینے کے لئے آئے اور اس کو نہ پایا تو اس شخص نے سارا ماجرا سنایا
اس کی حکایت سے دوسروں کو بھی گناہ کی ترغیب ہوئی اور نتیجہ میں
یہ گناہ تمام قوم میں پھیل گیا اور مرد مردوں سے مبتلا ہو گئے پہلے تو یہ لوگ

آپس ہی میں مشغول رہے ازاں بعد انہوں نے قافلوں کو تاکنا شروع کیا اور کوئی شخص ادھر سے نہیں گزرتا تھا الا یہ کہ اس کو پکڑ کر یہ لوگ اپنا منہ کالا کرتے تھے یہاں تک کہ یہ عادت قبیحہ دوسرے مقامات کے لوگ بھی جان گئے۔

جب شیطان نے دیکھا کہ اس کا داؤں مردوں پر خوب اچھی طرح چل گیا تو اب وہ عورتوں کی طرف متوجہ ہوا اور عورت کا بھیس بدل کر آیا ان سے کہا کہ تمہارے مردوں نے تم کو چھوڑ دیا ہے میں تم کو بھی وہ طریقہ بتلائے دیتی ہوں جس کے بعد تم کو بھی ان کی ضرورت نہ رہے گی چنانچہ عورتیں "سحق" میں مبتلا ہو گئیں۔ حضرت لوط نے ان کو بہت کچھ سمجھانا چاہا مگر ان کی ایک نہ چلی جب اچھی طرح سے وہ اتمام حجت کر چکے تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل و میکائیل و اسرافیل کو خوبصورت لڑکوں کی شکل میں بھیجا جو بہترین قبائیں پہنے ہوئے تھے یہ لوگ حضرت لوط کے سامنے سے جب گزرے تو وہ اپنے کھیت میں ہل جوت رہے تھے حضرت لوط نے ان کو دیکھ کر پوچھا کہاں کا ارادہ ہے میں نے تم سے زیادہ خوبصورت انسان کبھی نہیں دیکھے! انہوں نے جواب دیا: ہم کو ہمارے مالک نے اس آبادی کے سردار کے پاس بھیجا ہے۔ حضرت لوط نے کہا: کیا تمہارے مالک نے تم سے یہ نہیں بتلایا کہ اس قریہ کے لوگ کیا کرتے ہیں۔ اے بیٹو!

یہ لوگ بدفعلی کی عادت میں مبتلا ہیں اور ہر گزرنے والے کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: ہمارے مالک نے تو ہم کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم ان لوگوں کے بیچوں بیچ سے گزریں۔ تب لوط نے کہا: اچھا میری ایک عرض سن لو۔ پوچھا وہ کیا۔ کہا اتنا ٹھہر جاؤ کہ رات کا اندھیرا ہو جائے اس وقت تم چلے جانا چنانچہ جب شام کا جھٹپٹا ہوا تو حضرت لوط اپنے ناشناس مہمانوں کو لئے ہوئے چلے اور انہوں نے دیواروں سے لگے لگے گزرنا شروع کیا تاکہ کوئی دیکھ نہ لے مگر ان کو حیرت ہوئی جب انہوں نے دیکھا کہ وہ لڑکے درمیان میں چل رہے ہیں آپ نے کہا بیٹو! میرے ساتھ چلو انہوں نے جواب دیا " جی نہیں " ہمارے مالک کا اسی طرح حکم ہے۔ ادھر ابلیس نے یہ حرکت کی کہ کسی عورت کے بچہ کو اس کنوئیں میں ڈھکیل دیا جو حضرت لوط کے دروازہ کے پاس تھا جونہی آپ مع ان فرشتوں کے جو دیکھنے میں بہت خوبصورت لڑکے معلوم ہوتے تھے اپنے مکان پر پہنچے تو سب نے آپ کو گھیر لیا اور لڑکوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے بولے اچھا اب آپ بھی ہمارے عمل میں شریک ہو گئے حضرت لوط نے جواب دیا: یہ میرے مہمان ہیں خدا کے لئے ان کو رسوا نہ کرو ان لوگوں نے بہ کمال وقاحت جواب دیا: یہ تین ہیں، آپ کے ساتھ ہم اتنی رعایت کر سکتے ہیں کہ ان میں سے ایک کو آپ اپنے لئے رکھ لیجئے

باقی دو کو ہمارے حوالے کیجئے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: یاقوم ھولاء بناتی ھن اطھر لکم فاتقوا اللہ ولا تخزون فی ضیفی الیس منکم رجل رشید (قرآن) اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں تمہارے لئے زیادہ صاف ستھری ہیں لہذا خدا کا خوف کرو اور میرے مہمان کو ذلیل کر کے مجھ کو ذلیل و رسوا نہ کرو کیا تم میں کوئی بھی سمجھ دار آدمی نہیں ہے۔ صاحب تفسیر بیضاوی و دیگر مفسرین یہاں پر بیان کرتے ہیں کہ آپ نے جن لڑکیوں کو اپنی بیٹیاں کہا وہ امت کی لڑکیاں تھیں۔ القصہ انہوں نے جواب دیا لقد علمت مالنا فی بنتک من حق وانک لتعلم ما نرید (قرآن) آپ جانتے ہیں کہ آپ کی لڑکیوں میں ہمارا کوئی حقہ نہیں ہے اور جو بات ہم چاہ رہے ہیں اس سے آپ بخوبی واقف ہیں جب آپ کی کسی طرح پیش نہ چلی تو آپ نے کسی نہ کسی طرح ان کو حجرہ میں داخل کر کے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ اب انہوں نے دروازہ پر ہجوم کیا اور اس کو توڑنے لگے اس وقت حضرت لوطؑ جو ابتک ان فرشتوں کی حقیقت سے بے خبر تھے بہت پریشان ہوئے اور فرمایا: لو ان لی بکم قوۃ او آوی الی رکن شدید (قرآن) کاش میرے پاس تمہارا مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا کسی مضبوط پناہ گاہ میں چلا جاتا ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں ادھر وہ بد بخت لوگ دروازہ توڑنے میں مشغول تھے چنانچہ

تھوڑی دیر میں دروازہ ٹوٹ گیا اور لوگ اندر گھس آئے اور حضرت لوط پر حملہ آور ہوئے تب حضرت جبرئیل نے ایک مٹھی ریت اٹھا کر ان کے چہروں پر ماری اور وہ سب کے سب اندھے ہو گئے اس وقت فرشتوں نے حضرت لوط سے اس امر کا اظہار کیا کہ ہم خدا کی طرف سے بھیجے گئے ہیں انہوں نے کہا: فاسر باھلک بقطع من الیل ولا یلتفت منکم احد الا امراءتک انہ مصیبھا ما اصابھم (قرآن)

تم اپنے اہلبیت کو لے کر رات ہی رات یہاں سے چلے جاؤ تم میں سے کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے تم بچائے جاؤ گے لیکن تمہاری بیوی نہیں بچ سکتی اس پر وہی گزرے گی جو ان پر گزرے گی۔ لوط نے کہا یہ کس وقت ہو گا انہوں نے کہا سحر کے وقت لوط نے کہا ابھی ان پر عذاب کرو انہوں نے جواب دیا: ان موعدھم الصبح الیس الصبح بقریب (قرآن) ان کے عذاب کا وعدہ صبحدم ہے کیا صبح قریب نہیں! چنانچہ جب وقت عذاب آیا تو ان پر عذاب خدا اس طرح نازل ہوا جس طرح قرآن کریم میں اس کی تصویر کشی کی گئی ہے ارشاد ہوتا ہے: فلما جاء امرنا جعلنا عالیھا سافلھا وامطرنا علیھا حجارۃ من سجیل منضود۔

جب ہمارا حکم عذاب آ پہنچا تو ہم نے اس بستی کے طبق کو الٹ کر اوپر کا نیچے اور نیچے کا اوپر کر دیا پھر ان پر کھرنجے دار پتھروں کا مینہ برسایا۔ پتھروں

کے برسنے کی کیفیت یہ تھی کہ جو لوگ ان میں سے آبادی سے باہر تھے ان کے اوپر بھی وہ پتھر آکر گرے۔ حضرت لوطؑ کی بیوی جو آپ کے پیچھے بھاگی چلی آرہی تھی اس نے جس وقت عذاب کی آواز سنی تو پیچھے مڑ کر دیکھا اور اس کی زبان سے نکلا ہائے میری قوم! اتنے میں اس پر بھی ایک پتھر آکر گرا اور وہ بھی وہیں ڈھیر ہو گئی اس کا جرم یہ تھا کہ یہ منافقہ تھی حضرت لوطؑ کی خبریں آپ کے دشمنوں کو پہنچایا کرتی تھی۔ اس عذاب الٰہی سے لوطؑ کے ساتھ ان کی "آل" محفوظ رہی جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: الا آل لوط نجیناھم بسحر۔ ہم نے ان پر عذاب کی ہوا چلائی سوائے آل لوط کے کہ ان کو وقت صبح بچا لیا۔

بہر حال یہ اس تفصیلی سرگذشت کا خلاصہ تھا جو قوم لوطؑ سے متعلق ہے اور عبرت کے لیے قرآن کریم میں جا بجا اس کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اغلام کتنا سنگین جرم ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے: ما من عبد یخرج من الدنیا یستحل عمل قوم لوط الا رماہ اللہ بحجر من تلک الحجارۃ۔ کوئی شخص دنیا سے عمل قوم لوط کو حلال سمجھتا ہوا نہیں گذرتا الا یہ کہ خداوند عالم اس کو قوم لوط کے پتھروں میں سے ایک پتھر مارتا ہے جس سے اس کی موت واقع ہوتی ہے لیکن لوگ اس کو نہیں دیکھتے۔

(قصص الانبیاء ص ۱۶۲)

سحق کی پاداش

از امام جعفر صادقؑ منقول است کہ جماعتی نزد حضرت علی علیہ السلام آمدند کہ مسئلہ بپرسند لکن حضرت را نیافتند۔ از آنہا امام حسن فرمود شما قضیہ تان را بیان کنید اگر درست جواب دادم از طرف خدا و امیر المومنین محسوب میشود و اگر درست نگفتم پس از من است و امیر المومنین عنقریب میرسد و از خدا امیدی کنم کہ خطا نخواہم کرد۔ آنہا گفتند قضیہ ما اینست کہ مردی با عیال خود جماع کرد و آن زن با حرارت جماع بر خواست با دختر باکرہ مساحقہ نمود و نطفہ مرد را بآن دختر ریخت آن دختر حاملہ شد امام حسن فی الفور جواب داد کہ مہر این دختر از این زن گرفتہ میشود زیرا کہ بچہ بدون رفتن بکارتش بیرون نمی آید و انتظار می کنند تا آن بزاید و بر آن حد جاری میشود و مولود بہ صاحب نطفہ ملحق میشود و زن شوہر دار رجم میشود۔ آن جماعت بعد از شنیدن این جواب برگشتند و در راہ حضرت علیؑ را دیدند و قضیہ را نقل کردند و گفتند امام حسن بہ ما چنان گفتند فرمود: واللہ لو ان ابا الحسن لقیتم ما کان عندہ الا ما قال الحسن۔ قسم بخدا! اگر پدر حسن را ہم دیدہ بودید نزد او جوابی غیر از جواب حسن نبود (وافی جزو ۹ ص ۵۲ وسائل ج ۳ ص ۴۴۴، مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۲۵۴)۔

و نیز حضرت کے سامنے ایسی دو عورتیں پیش کی گئیں جو ایک لحاف میں پائی گئی تھیں اور انہوں نے سحق کیا تھا، بینہ (چار گواہ) بھی قائم ہو چکے تھے۔ آپ نے قنبر کو حکم دیا کہ نطع (چمڑے کا فرش) اور شمشیر حاضر کریں پھر آپ نے ان دونوں عورتوں کو شمشیر سے دو ٹکڑے کر دیا اور حکم دیا ان کی نعشوں کو آگ میں جلا دیا جائے۔ (وافی جزو ۹ ص ۵۱)

توضیح :۔ ملحوظ رہے کہ یہ ایسا دلدوز و حیا سوز گناہ ہے جس کے تصور سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ نسل انسانی کے دشمن شیطان نے حضرت لوط کے زمانہ میں لواط کے ساتھ اس کو بھی تعلیم کیا تھا اس لئے شرع مطہر نے ان دونوں جرموں کی سخت سے سخت سزا رکھی ہے۔ اور اس کی پیش بندی کے لئے دو غیر مردوں یا عورتوں کا ایک لحاف یا چادر کے نیچے سونا ممنوع قرار دیا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: دو عورتیں بیچ میں روک رکھے بغیر ایک لحاف میں نہ سوئیں، اگر وہ ایسا کریں تو پہلے تو ان کو منع کیا جائے۔ اگر منع کرنے کے باوجود نہ مانیں تو ان کو الگ الگ حد لگائی جائے، جب چوتھی مرتبہ ایک اوڑھنی کے نیچے سوئیں تو ان کو قتل کیا جائے گا۔

امام جعفر صادق ؑ کی خدمت میں کچھ عورتوں نے حد سحق کی بابت

دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اس کی حد وہی ہے جو زنا کی حد ہے (یعنی شوہر دار کے لئے رجم غیر شوہر دار کے لئے سو تازیانے) پھر انہوں نے سوال کیا کہ قرآن میں تو اس کا ذکر نہیں ہے۔ فرمایا: کیوں نہیں ہے "اصحاب رس" سے یہی لوگ مراد ہے (وافی جزو ۹ ص ۵۲)

قرآن کریم میں اصحاب رس کا ذکر اس طرح ہے: کذبت قبلہم قوم نوح واصحاب الرس وثمود وعاد وفرعون واخوان لوط و اصحاب الایکۃ وقوم تبع، کل کذب الرسل فحق وعید (ق ۱۴) ان سے پہلے نوح کی قوم جھٹلا چکی ہے اور اصحاب رس وثمود و فرعون و لوط کی قوم واصحاب الایکہ و تبع کی قوم، ان سب نے رسولوں کی تکذیب کی پس ان کے لئے (عذاب) کا وعدہ پورا ہوا۔ "رس" ایک نہر کا نام ہے جس کے کنارہ یہ قوم آباد تھی جو اسی گناہ کی پاداش میں عذاب الٰہی سے تہس نہس ہو گئی (اس جرم اور اس کی مزید تشریح کے لئے دیکھئے حدیث ۲۰۷)

عنقا کی حقیقت

(قصہ اصحاب رس)

زباں زد مثل ہے کہ "فلاں شے عنقا ہو گئی" یعنی غائب ہو گئی۔

عنقا کے متعلق مختلف قسم کی روائتیں لوگوں میں مشہور ہیں بعض کا خیال ہے کہ عنقا ایک طائر ہے۔ یہ خیالات اگرچہ مفروضات کی حد سے آگے نہیں تاہم اتنا ماننا پڑتا ہے کہ تا نباشد چیزکے مردم نگویند چیزہا چنانچہ اس سلسلہ میں جدامجد سید نعمت اللہ جزائری کی ایک روایت ملتی ہے جس سے عنقا کی سندی حیثیت معلوم ہوتی ہے۔ آپ اپنی کتاب قصص الانبیا میں اصحاب الرس کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ ——

اصحاب رس پر اللہ نے ایک نبی مبعوث فرمایا تھا جن کا نام حنظلہ ابن صفوان تھا۔ ان لوگوں کی سرزمین میں ایک عظیم الشان پہاڑ بھی تھا جس کی چوٹی آسمان سے باتیں کرتی تھی۔ اس پر کسی بشر کے پیر نہیں جا سکتے تھے۔ اس پہاڑ کی چوٹی پر ایک طائر رہتا تھا جس کا نام عنقا" تھا جو تمام ان طیور سے بڑا تھا جو دنیا میں پائے جاتے ہیں، اس کے جسم پر ہر قسم کے رنگوں سے گلکاری کی ہوئی تھی اور گردن بہت لمبی تھی اس لیے لوگ اس کو عنقا "گردن دراز" کہتے تھے۔ اس پرند کی بسر اوقات دوسرے پرندوں پر تھی جو پرند بھی ادھر سے گزرتا تھا یہ اس کا شکار کر لیتا تھا اور اس سے اپنا پیٹ بھرتا تھا۔ ایک مرتبہ یہ بھوکا ہوا اور اس کو شکار کرنے کے لیے کوئی پرند نہ ملا اس لیے اس نے پہاڑ سے اتر کر آبادی پر حملہ کر دیا اور ایک بچہ کو اپنے ان دو پروں میں دبوچ کر

لے گیا جو اس کے بڑوں پیڑوں کے نیچے اللہ تعالیٰ نے خلق فرمائے تھے اس امر کی شکایت لوگوں نے اپنے نبی سے کی چنانچہ انہوں نے خدا کی بارگاہ میں عرض کیا کہ پالنے والے! اس طائر کو فنا کر دے اور اس کی نسل کو بھی منقطع کر دے۔ اس وقت آسمان سے ایک بجلی گری جس نے اس کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا جس کے بعد اس کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہا اور لوگ اپنی حکایات و اشعار میں اس کا ذکر کرنے لگے۔ اس کے بعد اصحاب رس نے اپنے نبی کے احسان کا بدلہ یوں چکایا کہ ان کو بے جرم و گناہ قتل کر دیا کیونکہ وہ ان کو اللہ کے راستے پر بلاتے تھے جس کی وجہ سے اللہ نے ان کو بھی ہلاک کر دیا اور دو سو سال تک وہ نہر اور ان کے مکانوں کے کھنڈرات اسی طرح پڑے رہے یہاں تک کہ اللہ نے پھر ایک اور قوم کو ان اطراف میں اتارا۔ یہ لوگ کچھ عرصہ تک تو نیک اعمال کرتے رہے پھر اس کے بعد وہ بھی بد اعمالیاں کرنے لگے، اپنی لڑکیوں، بہنوں اور بیویوں کو ہمسایہ مردوں کو صلات و عطایا کی طمع میں بخشنے لگے اس کے بعد انہوں نے گناہ میں اور ترقی کی یہاں تک کہ انہوں نے جنسی تسکین میں عورتوں کو ترک کر دیا اور لڑکوں سے دل لگا لیا۔ اس وقت شیطان مونث نے جس کا نام "دلہاث" تھا ایک حسین و جمیل عورت کا روپ دھارا اور عورتوں کو وہ مذموم طریقہ سکھایا جس کا نام "سحق" ہے۔ پس اس گناہ کی

موجود" دھاش" شیطانہ ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے اول شب میں ان لوگوں پر بھی صاعقہ گرایا اور آخر شب میں ان کو زمین میں دھانس دیا اور صبح کے وقت دوسری مرتبہ اور زمین میں دھانس دیا اور اس طرح وہ بالکل نسیاً منسیا ہو گئے (قصص الانبیاء ص ۱۷۷)۔

○

حد ناقص

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: حضرت علی علیہ السلام کے سامنے اگر ایسے دو مرد یا دو عورتیں پیش کی جاتی تھیں جو ایک لحاف میں قابل اعتراض حالت میں پائی جاتی تھیں تو آپ دونوں کو (ناقص) حد لگاتے تھے۔ (وافی جزو ۹ ص ۴۰)۔

توضیح:۔ ایسی ہی روایت مرد و عورت کے بارے میں بھی وارد ہوتی ہے۔ ناقص حد کی حد تیس ۳۰ تازیانہ سے لے کر ننانوے تازیانوں تک ہے یہ اس وقت ہے جب فعل واقع نہ ہو لیکن اگر شرعی طور پر (بذریعہ چار گواہ عادل) گناہ کا ثبوت بہم پہنچ جائے تو اس پر پوری حد

ہے جیسا کہ واقعۂ ذیل سے ظاہر ہے۔

ایک شخص کہتا ہے میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا (میرے ماں باپ آپ پر فدا) اگر مرد دوسرے مرد کے ساتھ ایک لحاف میں سوئے تو کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ دونوں قریبی عزیز ہیں؟ میں نے کہا نہیں! فرمایا یہ بنائے ضرورت لیٹے ہیں؟ میں نے کہا نہیں! فرمایا دونوں کو تیس تیس کوڑے لگائے جائیں گے۔ میں نے عرض کیا انہوں نے اگر بد اخلاقی بھی کی ہو تو ۔ ۔ ۔ ؟ فرمایا ان کو ایستادہ کر کے گردن پر تلوار ماری جائے گی جہاں تک بھی اتر جائے میں نے کہا یہ تو قتل ہوا فرمایا یہی حکم ہے۔ پھر میں نے پوچھا اچھا اگر مرد کی جگہ عورتیں ایک لحاف میں سوئیں؟ فرمایا: آپس میں قریبی عزیز ہیں؟ میں نے کہا نہیں! فرمایا کسی ضرورت سے لیٹی ہیں؟ میں نے کہا نہیں! فرمایا ان کو بھی تیس۳۰ تیس۳۰ تازیانہ لگائے جائیں گے۔ میں نے کہا: اور اگر انہوں نے بھی فعل بد کیا ہو؟ یہ سن کر آپ نے فرمایا: اف! اف! اف!!! پھر فرمایا ان پر پوری حد لگے گی (یعنی رجم) (وافی جزء ۹ ص ۴۸۔

○

دیگر تعزیرات

شطرنج کھیلنے کی پاداش

عجائب الاحکام میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو شطرنج کھیل رہے تھے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا: ما ھذہ التماثیل التی انتم لہا عاکفون (آیہ قرآن) پھر ان کو سخت سزا دی اور سخت دھوپ میں قید کروا دیا۔ (قضاو تہا ص ۱۷۲)۔

○

جادوگر کی سزا

حضرت علی علیہ السلام جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اگر دو عادل شخص کسی کے متعلق یہ گواہی دیں کہ وہ جادوگر ہے تو اس کا خون مباح ہے۔ (یعنی حاکم عادل کو اس کے قتل کرنے کا حق حاصل ہے) (وافی جز ۹ ص ۶۹۔

و نیز آپ نے فرمایا: اگر کسی نے جادو سیکھا تو اس کے پروردگا

سے یہ اس کا آخری عہد ہو گا اور اس کی حد شرعی قتل ہے الا یہ کہ وہ توبہ کر لے (دانی جز ۹ ص ۶۹)۔

و نیز آپ نے فرمایا: "الساحر کالکافر" جادوگر مثل کافر کے ہے"
(مکاسب شیخ)

○

جادو کی ممانعت

جادو یا ساحری وہ خطرناک فن ہے جس کو انسان بالعموم دوسروں کو نقصان پہنچانے میں استعمال کرتا ہے اور بسا اوقات غیر مرئی قوتوں کو اپنا تابع بنانے کے شوق میں الٹا اپنے کو نقصان پہنچا لیتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک زبردست مفسدہ اس کا یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے جب خارق عادت امور ظاہر کرنے لگتا ہے تو اس کو لوگوں سے خود کو پجواتے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے اور خدا سے غافل ہو کر جادو ٹونا کرنے والے سے اپنی مشکلات کا حل چاہنے لگتے ہیں ان امور کی بنا پر دین میں جادو وغیرہ کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

۱۔ لا یفلح الساحرون (قرآن) جادوگر رستگار نہیں ہیں۔
۲۔ ولا یفلح الساحر حیث اتی (قرآن) اور ساحر جہاں بھی آئے رستگار نہیں ہے۔

۳۔ حضرت رسالت مآبؐ کا ارشاد ہے: مسلمانوں میں اگر کوئی جادو کرے تو وہ قتل کیا جائے گا اور کفار میں سے جو جادو کرے وہ قتل نہیں ہوگا کسی نے پوچھا کفار کا جادوگر کیوں قتل نہیں کیا جائے گا؟ فرمایا اس کا سحر و شرک ایک ساتھ مل گئے ہیں اور شرک کا جرم زیادہ سنگین ہے (لہذا اس کو شرک کی سزا آخرت میں ملے گی)۔ (مکاسب شیخؒ)۔

۴۔ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا: تین شخص جنت میں نہیں داخل ہو سکتے ایک عادی شرابی دوسرے عادی جادوگر تیسرے قطع رحم کرنے والا (مکاسب)۔

○

جادو کیا ہے؟

علامہ حلی رحمۃ اللہ علیہ نے جادو کی تعریف یہ کی ہے کہ "انسان اپنے

کلام یا تحریر وغیرہ سے کسی پر اس کو چھوئے بغیر ایسے تاثیرات کرے جس سے دوسرے کو نقصان پہنچے"۔

شہید ثانی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ شیاطین کو تابع بنایا جائے تاکہ وہ غیب کی خبریں دیں اور بیماریوں کی دوا بتائیں"۔

علامہ علیؒ کے صاحبزادے فخر المحققینؒ نے اپنی کتاب الیضاح میں جادو کی جو توضیح فرمائی ہے اس سے اس کی اتنی قسمیں مستفاد ہوتی ہیں:

سحر:۔ یعنی تاثیرات نفسانیہ کے ذریعہ امور خارق عادت کا ظاہر کرنا۔

طلسمات:۔ کواکب سیارات و دیگر افلاکی قوتوں کے ذریعہ خارق عادت امور کا ظاہر کرنا۔

نیر نجات:۔ ارواح کو قابو میں لا کر خارق عادات افعال کا اظہار کرنا۔ یہ تھے علماء کے ارشادات۔

امامؑ کا نظریہ

ایک دفعہ ایک دہریہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ: سحر کی حقیقت کیا ہے اور انسان اس کے ذریعہ کیونکر خارق عادت امور کے کرنے پر قادر ہوتا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا: سحر کی کئی قسمیں ہیں، ایک قسم اس کی وہ ہے جو بمنزلہ علم طب کے ہے۔ جس طرح

اطبا نے ہر مرض کی کوئی نہ کوئی دوا دریافت کی ہے اسی طرح اس علم کے جاننے والے نے بیمار ڈالنے اور اچھا کرنے کے حیلے ڈھونڈھ نکالے ہیں۔

دوسری قسم وہ ہے جس میں تیزی چالاکی (ہاتھ کی صفائی) کے ذریعہ خارق عادت امور کا اظہار ہوتا ہے۔

تیسری قسم وہ ہے جس کو انسان نے شیطان سے سیکھا ہے۔ اس نے کہا: شیطان نے جادو کس سے سیکھا؟ فرمایا جس سے اطبا نے طب سیکھا کچھ تجربہ کے ذریعہ کچھ علاج کے ذریعہ۔ پھر اس نے پوچھا کیا جادوگر کسی انسان کو کتا وغیرہ بنا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ اس سے عاجز ہے اگر وہ کسی سے اس کا قالب وجود چھین کر دوسرا قالب دیدے تو وہ اللہ کا شریک ہو جائے کیونکہ یہ کام افعال خداوندی میں سے ہے اگر جادوگر کو ایسے کاموں پر قدرت ہے تو وہ پہلے خود کو بڑھاپے، امراض، آفات سے بچالے، اپنے بالوں کی سفیدی دور کر لے اپنے گھر سے مفلسی کو نکال دے پھر آخر میں آپ نے فرمایا جادو کی سب سے بڑی قسم وہ ہے جس سے دو محبوبوں کے درمیان جدائی ڈالی جائے۔

(احتجاج طبرسی)

جادو کس حد تک جائز ہے

جادو کی حرمت سے صرف اتنا استثناء ملتا ہے کہ جس سے خود جادو کی توڑ کی جائے اس مقصد کے لئے اس کے سیکھنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے جیسا کہ قرآن کریم کی اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت وما یعلمان من احد حتی یقولا انما نحن فتنۃ فلا تکفر (بقرہ ۹۶) اور ان لوگوں نے اس چیز کا اتباع کیا جو بابل میں ہاروت وماروت دو فرشتوں پر نازل کی گئی تھی حالانکہ وہ اسے کسی کو بھی اس وقت تک تعلیم نہیں کرتے تھے جبتک کہ اس سے یہ کہہ نہ دیتے تھے کہ ہم تمہاری آزمائش کے لئے بھیجے گئے ہیں پس کسی پر جادو کر کے کفر نہ کرنا۔" اس قصہ کی تفصیل میں وارد ہوا ہے کہ طوفان نوح کے بعد سحر وساحری کی بہت کثرت ہو گئی تھی اور لوگ جادو کے ذریعے شوہر و زوجہ میں تفرقہ ڈال دیتے تھے اس لئے خداوند عالم نے ہاروت وماروت کو بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو جادو کی حقیقت بتلا دیں لیکن وہ دونوں فرشتے تعلیم دیتے وقت ہر ایک سے کہہ دیتے تھے کہ اس سے صرف جادو کی کاٹ کرنا دوسرے کے ضرر میں استعمال نہ کرنے لگنا مگر انہوں نے ان کی نصیحت پر عمل نہ کیا اور جادو کی سب سے بری قسم

یعنی شوہر و زوجہ کے درمیان تفرقہ اندازی میں وہ اس کو استعمال کرنے لگے۔

○

آگ لگانے کی سزا

حضرت کے سامنے ایک ایسا شخص پیش کیا گیا جس نے دوسرے شخص کا مکان جلا کر خاکستر کر دیا تھا آپ نے فیصلہ فرمایا کہ مکان و سامان کی یہ شخص قیمت ادا کرے پھر اس کو قتل کر دیا جائے۔

(وافی ج ۳ ص ۱۲۲)

○

اجتماعِ جرائم

ایک شخص نے قتل و سرقہ و شراب خوری تینوں جرم کئے تھے حضرت نے حکم صادر فرمایا: پہلے اس پر شراب خوری کی حد (۸۰ تازیانہ) لگائے جائیں گے بعدازاں چوری کی پاداش میں ہاتھ کاٹا جائے گا اس

کے بعد قتل کے بدلہ قتل ہوگا۔ (قضاوتہا ص ۱۸۳)

○

جماع با بہائم

فرمایا جس شخص نے کسی حیوان سے جماع کیا ہو اس کے لئے پوری حد (۱۰۰ تازیانہ) سے کم حد ہے اور اس حیوان کی قیمت اس سے لے کر صاحب حیوان کو دی جائے گی کیونکہ وہ اب مالک کے کام کا نہ رہا۔

(قضاوتہا ۱۶۳)

○

بحالت حیض جماع کرنے کی پاداش

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اگر مرد اوّل حیض میں اپنی عورت سے مقاربت کرے تو ایک دینار تصدق دے اور امام اس کو پچیس تازیانہ لگائے جو زانی کی حد کی ¼ ہے اور اگر آخر ایام حیض میں اس سے یہ

فعل سرزد ہو تو نصف دینار تصدق کرے اور امام ۱۲½ تازیانہ اس کو لگائے دونوں حالتوں میں بعد کو گناہ نہ کرنے کے ارادہ کے ساتھ توبہ و استغفار کرے (فضاد تہا - ۱۶)۔

توضیح :- ۱۲½ تازیانہ میں آدھا تازیانہ آہستہ سے لگایا جائیگا یا تازیانہ کا نصف حصہ ہاتھ میں پکڑ کر سزا دی جائے گی۔ (مؤلف)

○

ماہ رمضان میں جماع کرنے کی پاداش

حضرت نے فرمایا کہ اگر کوئی روز ماہ رمضان میں اپنی زوجہ کے ساتھ جبراً جماع کرے تو اس پر دو کفارہ ہیں دو بندہ آزاد کرے یا ایک سو بیس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا چار ماہ روزے رکھے اور امام اس کو پچیس تازیانہ لگائے۔ اور اگر زوجہ راضی ہو تو کفارہ میں وہ نصف کی ذمہ دار ہو گی۔ (وافی ج ۲ ص ۴۰۰)۔

○

جلق کی سزا

حضرت کے پاس ایک شخص لایا گیا جو اپنے ذکر سے کھیلتا تھا آپ نے اس کے ہاتھ پر اتنا مارا کہ وہ سُرخ ہو گیا پھر بیت المال سے پیسہ دے کر اس کی شادی کرا دی۔ (کتاب قضا ۱۶۱)۔

○

فاسق علماء جاہل طبیب مفلس کرایہ دار کی سزا

ابن بابویہ فرماتے ہیں کہ:

حضرت کا ارشاد ہے کہ امام پر واجب ہے کہ فاسق علماء، جاہل طبیب اور مفلس کرایہ دار کو قید کر دے۔

نیز طبیب کی بابت فرمایا کہ وہ جس وقت کسی انسان یا حیوان کسی کا علاج کرے تو اس کے ولی سے براءۃ نامہ حاصل کرے ورنہ وہ ضامن

ہوگا۔ (وافی ج ۳ ص ۱۲۱)۔

○

ہجو کی سزا

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ہجو کرنے والے کو کوڑے لگاتے تھے لیکن پوری حد اس وقت لگاتے تھے جب ہجو حد افترا تک پہنچتی تھی۔ (وافی جز ۹ ص ۷۴)۔

○

مسجد میں قِصّہ گوئی کی سزا

حضرت جب کسی کو مسجد میں باطل قِصّہ گوئی کرتے ہوئے دیکھتے تھے تو دُرہ سے سزا دیتے تھے۔ (وافی جز ۹ ص ۷۴)۔

○

دشمن کی سرزمین پر حد نہیں ہے

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ دشمن کی سرزمین پر حد نہیں ہے کیونکہ اس طرح اس کے دشمن سے مل جانے کا اندیشہ ہے۔

(وافی جزو ۹ ص ۴۵)

○

خبردار کرنے والا مجرم نہیں

دو لڑکے آپس میں کھیل رہے تھے ان میں سے ایک نے کھیل کی لکڑی جو اُڑائی تو وہ دوسرے کے منہ پر آکر پڑی جس سے اس کے آگے کے چاروں دانت ٹوٹ گئے حضرت کے سامنے جب یہ معاملہ پیش ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ لکڑی اچھالتے وقت "خبردار" کہہ دیا تھا؟ اس نے کہا جی ہاں! پھر آپ نے اس پر گواہی طلب کی تو لوگوں نے اس امر کی شہادت بھی پیش کی تب آپ نے فرمایا جس نے خبردار کر دیا وہ معذور ہے۔ (وافی ج ۳ ص ۱۲۲)۔

دیوانہ مُجرم

محمد بن ابوبکر نے حضرت سے لکھ کر پوچھا کہ ایک دیوانہ نے جان بوجھ کر ایک شخص کو قتل کر دیا ہے اس کے متعلق کیا کیا جائے۔ آپ نے تحریر فرمایا مقتول کی دیت دیوانہ کی قوم پر ہے اور دیوانہ کی خطا و عمد مساوی ہے۔ (وافی جز۹ ص ۹۰)۔

○

بچّوں اور غُلام کیلئے تادیبا سزائیں

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ امیرالمومنین علیہ السلام کے سامنے اگر ممیز لڑکا یا لڑکی جو حد بلوغ کو نہیں پہنچے ہوتے تھے، لائے جاتے تھے تو آپ ان پر بھی حد جاری فرماتے تھے اور حدود الٰہی میں سے کسی حد کو رائگاں نہ جانے دیتے تھے۔ چنانچہ بچوں کو ان کے سن و سال کی مناسبت سے نصف تازیانہ یا ربع تازیانہ یا ثلث تازیانہ لگاتے تھے۔ نصف و ربع و ثلث تازیانہ کے معنی یہ ہیں کہ نصف تازیانہ یا ثلث، و ربع تازیانہ کو

ان کے سن کے اندازہ کے مطابق ہاتھ میں لے کر مارتے تھے۔

(قضاوتہا ۱۶۴)

حضرت علیؑ کے سامنے ایک لڑکی پیش کی گئی جس نے کچھ مال چرایا تھا۔ یہ ابھی اتنی کمسن تھی کہ اس کو حیض آنا شروع نہیں ہوا تھا آپ نے اس کو چند تازیانے لگا کر چھوڑ دیا اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔ (وافی جزء ۹ ص ۶۷)

اسی طرح حضرت کے سامنے ایک لڑکا پیش کیا گیا جس نے کچھ مال چرایا تھا آپ نے اس کی انگلیوں کو زخمی کر کے خون آلودہ کر دیا اور فرمایا اگر تو نے اعادہ کیا تو میں تیری انگلیاں قلم کر دوں گا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ عمل سوائے میرے اور رسول اللہ علیہ وسلم کے کسی نے نہیں کیا۔

(وافی جزء ۹ ص ۶۶)

توضیح:- بچے اگر پہلی دفعہ چوری کریں تو ان کے لئے صرف فہمائش ہے بلکہ بعض اخبار سے مستفاد ہوتا ہے کہ دوسری دفعہ بھی ان کو سزا سے معاف رکھا جائے گا جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ کسی نے آپ سے لڑکے کے چرانے کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا ایک دو دفعہ اس کو معاف کر دیا جائیگا تیسری دفعہ تعزیر کی جائے گی اس کے بعد بھی اگر وہ نہ مانے تو اس کی انگلیوں کی نوکیں تراشی جائیں گی پھر بھی اعادہ کرے تو اس کی انگلیوں کی پوریں کاٹ دی جائیں گی۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:۔ اگر کوئی کہے کہ بچہ تو مرفوع القلم ہے اس کے لئے تکالیف شرعیہ ثابت نہیں ہیں لہذا اس صورت میں مذکورہ تعزیر کیوں ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ مرفوع القلم ہے اس لئے ثبوت جرم کے بعد بھی اس کے لئے پہلی و دوسری دفعہ معافی ہے اس کے بعد بھی پوری حد نہیں ہے اتنا بھی اس لئے ہے کہ وہ اس عادت قبیحہ میں گرفتار نہ ہو جائے کہ جس کے نتیجہ میں جب وہ بڑا ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے یعنی مذکورہ سزا چونکہ اس کو بڑی سزا سے محفوظ رکھنے کے لئے ہے اس لئے فی الحقیقت سزا نہیں لطف ہے۔

بچوں اور غلام کیلئے تادیبانہ سزا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی علیہ السلام کے سامنے اسکول کے بچوں نے اپنی اپنی تختیاں پیش کیں تاکہ آپ ان کو نمبر دیں آپ نے فرمایا: اس میں کبھی غلط فیصلہ کرنا ایسا ہے جیسا مقدمات میں غلط فیصلہ کرنا پھر آپ نے ان سے فرمایا: تم اپنے معلم سے کہہ دینا کہ اگر اس نے تم کو تادیب کے لئے تین ضربوں سے زیادہ

لگائیں تو میں اس کا قصاص لوں گا۔ (وافی جز ۹ ص ۷۵)

دوسری روایت میں ہے کہ بروز قیامت اس کا قصاص دینا پڑے گا۔

و نیز حضرت کا ارشاد ہے کہ یتیم کو اس طرح تادیب کرو جس طرح تم اپنے بچوں کو تادیب کر دیتے ہو (وافی جز ۹ ص ۷۵)

توضیح:۔ چونکہ بچوں کی تادیب کے سلسلہ میں ہر شخص سزا دینے کے ساتھ مبتلا ہوتا ہے اس لئے مناسب ہے کہ چند مناسب مقام حدیثوں کو نقل کر دیا جائے تاکہ ہم کو اندازہ ہو کہ ہم کس حد تک تعلیمات ائمہ پر عمل کرتے ہیں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے بچے یا غلام کی تادیب کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: پانچ یا چھ ضربیں وہ بھی نرمی سے (وافی جز ۹ ص ۷۴)۔

پہلا حکم یعنی تین ۳ ضربیں بہ ظاہر استاد کے لئے ہے اور پانچ چھ کا حکم والدین یا آقا کے لئے ہے جیسا کہ آئندہ روایات اسکی مؤید معلوم ہوتی ہے۔

اسحاق بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ میں بعض اوقات اپنے غلام کو غلطی پر مارتا ہوں آپ نے پوچھا کتنا مارتے ہو؟ میں نے کہا بعض اوقات سو تازیانے۔ یہ سن کر آپ نے بڑی بے چینی سے فرمایا:۔ سو تازیانے! سو تازیانے!! یعنی حد زنا! خدا کا خوف کرو!! عمار کہتے ہیں میں نے پوچھا: پھر کتنا ماروں؟ آپ نے فرمایا

ایک ضرب۔ یہ سن کر میں نے عرض کی کہ: خدا کی قسم اگر ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں ان کو ایک تازیانہ ماروں گا تو پھر وہ میرے گھر کی کوئی چیز بھی صحیح حالت میں باقی نہیں رکھیں گے۔ امام نے فرمایا: تو پھر ۲ دو۔ میں نے کہا: اس میں بھی میری بربادی ہے! عمار کہتے ہیں میں اسی طرح امام سے سزا بڑھانے پر اصرار کرتا رہا یہاں تک کہ نوبت پانچ تک پہنچی اس کے بعد آپ کو غصہ آگیا فرمایا:۔ اگر تجھ کو معلوم ہو گیا ہے کہ اس نے وہ جرم کیا ہے جس پر حد ہے تو اس پر حد ہو گی جس سے تجاوز روا نہیں۔

(وافی جز۹ ص ۷۵)

ناجائز سفارش

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ: بات جب امام تک پہنچ جائے تو خبردار کوئی سفارش کو نہ آئے کیونکہ پھر امام کو بھی معاف کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ ہاں جو بات امام کے سامنے ابھی ثابت نہ ہوئی ہو اور مجرم سے ندامت کا اظہار بھی ہو اس کی سفارش میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس میں بھی شرط یہ ہے کہ جس کی سفارش کی جائے وہ راضی ہو۔ (وافی جز۹ ص ۷۹)۔

باب الشہادات

زنا کیلئے حاکم کی چشم دید گواہی بھی کافی نہیں

ام کلثوم دختر حضرت ابو بکر حضرت عمر سے روایت کرتی ہیں کہ ———— حضرت عمر ایک رات کو چرہ ہائے مدینہ میں گشت فرما رہے تھے کہ آپ نے ایک مکان میں ایک مرد و زن کو زنا کرتے ہوئے دیکھا جب صبح ہوئی تو آپ نے اصحاب سے پوچھا ایہا الناس! اگر تمہارا امام اپنی آنکھ سے کسی کو زنا کرتے دیکھے تو کیا وہ اس پہ حد جاری کر سکتا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا بیشک آپ امام واجب الطاعت ہیں آپ کا عمل بلا شبہ درست ہے۔ وہاں حضرت علی بھی موجود تھے آپ نے فرمایا: اگر تم نے ایسا کیا تو ہم تم پر حد لگائیں گے (یعنی حد قذف) کیونکہ خداوند عالم نے زنا کے ثبوت میں چار شاہدوں سے کم کی گواہی کو قبول نہیں کیا ہے۔ چنانچہ چند دفعہ حضرت عمر نے صحابہ سے یہی سوال کیا اور انہوں نے مذکورہ جواب دیا اور حضرت علی نے بھی وہی جواب دیا۔ (کنز العمال کتاب حدود حرف ح۔

ازالۃ الخفا و مکارم الاخلاق خرائطی میں بھی یہ حدیث مرقوم ہے۔

(اقضا و تنہا ص ۴۳)

گواہی گلے پڑی

ایک دفعہ تین شخصوں نے کسی کے خلاف زنا کی شہادت دی۔ حضرت علی نے ان کی گواہی سُن کر فرمایا چوتھا گواہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا ابھی آنا ہے۔ آپ نے حکم دیا ان پر حدقذف کے اسّی تازیانہ لگائے جائیں کیونکہ اجرائے حد میں ایک گھڑی بھی تاخیر نہیں ہونا چاہیئے

(قضا ص ۵۵)

○

چار غیر عادل گواہ

ایک دفعہ چار آدمیوں نے حضرت علیؑ کے سامنے زنا کی گواہی دی تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ چاروں عادل نہیں ہیں بلکہ خود متہم ہیں آپ نے حکم دیا کہ ان چاروں پر حد لگائی جائے۔ (قضاء نہا ص ۱۶۶)۔

○

ایک گواہ پر بھی فیصلہ ہو سکتا ہے

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام
دین (قرض) کے مقدمہ میں ایک گواہ اور مدعی کی قسم کے اوپر
فیصلہ صادر فرما دیتے تھے۔ (وافی ج ۳ ص ۱۴۸)۔

تشریح:۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر حکومت
ہمارے ہاتھ میں ہو تو ہم ایک نیک شخص کی گواہی پہ مقدمہ فیصل کر دیں
بشرطیکہ مقدمہ حقوق الناس سے تعلق رکھتا ہو۔ اور اگر وہ معاملہ حقوق اللہ
کا ہے یا رویت ہلال کا ہے تو اس میں ایک شخص کی گواہی کافی نہیں ہے
(وافی ج ۳ ص ۱۴۹)

○

عورتوں کی گواہی

حضرت نے فرمایا کہ عورتوں کی گواہی نکاح میں تو جائز ہے لیکن
طلاق میں جائز نہیں۔ و نیز آپ نے فرمایا اگر تین مرد اور دو عورتیں

گواہی پیش کریں تو یہ گواہی رجم میں جائز ہے اور اگر دو مرد و چار عورتیں ہوں تو جائز نہیں ہے۔ (وافی ج ۳ ص ۱۴۲)۔

○

عورتوں کے مخصوصات میں عورتوں کی گواہی

آپ کے پاس ایک باکرہ لڑکی لائی گئی جس کے متعلق شکایت کی گئی تھی کہ اس نے زنا کیا ہے آپ نے عورتوں کو حکم دیا کہ اس کا معائنہ کریں چنانچہ انہوں نے دیکھنے کے بعد کہا کہ یہ لڑکی باکرہ ہے آپ نے فرمایا میں اس کو کیونکر سزا دے سکتا ہوں جس پر قدرتی مہر لگی ہوئی ہے آپ اس قسم کے معاملات میں عورتوں کی گواہی جائز قرار دیتے تھے۔ (وافی ج ۳ ص ۱۴۳)۔

○

وصیّت میں عورت کی گواہی

ایک شخص کی وصیت کے متعلق صرف ایک عورت گواہ تھی آپ نے

فیصلہ فرمایا کہ وصیت کے چوتھائی حصہ میں اس عورت کی وصیت مانی جائے گی۔ (وافی ج ۳ ص ۱۴۴)۔

○

غلام کی گواہی

آپ نے فرمایا کہ غلام اگر عادل ہو تو اس کی گواہی میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (وافی ج ۳ ص ۱۴۴)۔

○

بچوں کی گواہی

و نیز آپ نے فرمایا بچوں کی گواہی ان کے درمیان جائز ہے قبل اس کے کہ وہ متفرق نہ ہوں یا اپنے اہل کے پاس جائیں۔

(وافی ج ۳ ص ۱۴۵)

○

دشمن کی گواہی

فرمایا دشمن کی گواہی قابل قبول نہیں ہے (وافی ج ۳ ص ۱۴۸)

○

جاسوس و قیافہ شناس و چور کی گواہی

حضرت نے فرمایا میں جاسوس و قیافہ شناس و چور کی گواہی نہیں مانتا اور نہ کسی فاسق کی گواہی قبول کرتا ہوں الا یہ کہ وہ خود اپنے خلاف گواہی دے۔ (وافی ج ۳ ص ۱۴۸)۔

○

تعارض در شہادات

حضرت امام صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ کے پاس جب دو قسم کے شاہد آتے تھے اور دونوں متضاد گواہیاں

دیتے اور دونوں عدد و عدل میں مساوی ہوتے تو آپ ان کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے تھے اور یہ فرماتے تھے :-

اللھم رب السموات السبع ایھما کان لہ الحق فادہ الیہ

یعنی پالنے والے ! ان دونوں میں جس کا حق ہو اس کو دلا دے اس کے بعد جس کے حق میں قرعہ نکلتا اس سے حلف لے کر اس کے حق میں فیصلہ فرماتے تھے ۔ (قضا ۱۲۳) ۔

○

گواہی میں اختلاف

قدامہ بن مظعون کو حضرت عمر کے پاس لائے اور ان کے خلاف گواہوں نے بیان دیا کہ انہوں نے شراب پی ہے دو آدمیوں نے ان کے خلاف گواہی دی ایک ان میں سے خصی تھا ایک نے گواہی دی کہ میں نے اس کو شراب پیتے دیکھا ہے دوسرے نے کہا کہ میں نے اس کو شراب قے کرتے دیکھا ہے حضرت عمر حیران ہوئے کہ کس طرح فیصلہ کریں کیونکہ گواہوں کے بیان میں صریحاً اختلاف تھا لہذا آپ نے صحابہ کی جماعت کو مع حضرت علی کے بلوایا اور آپ سے سوال کیا

یا ابوالحسن! آپ اس قضیہ میں کیا فرماتے ہیں کیونکہ آپ ہی وہ ہیں جن کے بارے میں رسول اللہؐ نے اعلم امت کا خطاب دیا ہے اور فرمایا ہے کہ آپ حق کے ساتھ فیصلہ فرمائیں گے یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا ان دونوں آدمیوں کے بیان میں اگرچہ ظاہراً اختلاف ہے لیکن فی الحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ اس نے قے جب ہی کی ہے جب شراب پی۔ پھر حضرت عمر نے کہا اچھا مرد خصی کی گواہی مقبول ہے حضرت نے فرمایا: کیوں نہیں عضو خاص کا نہ رہنا مثل دیگر اعضا کے کم ہو جانے کے ہے یعنی جس طرح دیگر اعضا کے کٹ جانے سے آدمی کی گواہی میں کوئی نقص نہیں آتا اسی طرح اس کے کٹ جانے کے بعد بھی اس کی گواہی درست ہے۔ (کافی قضاص ۲۰۴)

جھوٹے گواہ کی سزا

حضرت علی علیہ السلام کے پاس اگر جھوٹی گواہی دینے والا لایا جاتا تھا تو اگر وہ مسافر ہوتا تھا تو اس کو اس کے شہر میں اور اگر کوفہ کے رہنے والا ہوتا تھا تو کوفے کے بازاروں میں تشہیر کروا کر قید کر دیتے تھے (وافی جزو ۹ ص ۷۳)

کتاب الدیات

تمام اعضائے جسمانی کی تفصیلی دیت

حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے دیات اعضائے جسم انسانی پر مشتمل ایک کتاب بھی تحریر فرمائی ہے جو کتب اخبار و احادیث میں "کتاب علیؑ" کے نام سے مشہور ہے جس کے راوی ظریف بن ناصح ہیں وسائل و وافی وغیرہ نے اس کو مفصل ذکر کیا ہے یہ کتاب دراصل حضرت کے وہ فرامین ہیں جو آپ اپنے عمال کو بھجواتے رہتے ہیں اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حضرت نے سر سے لے کر ناخن پا تک ہر ہر عضو کی دیت بیان فرمائی ہے جو آپ کے بے پناہ علم قضاوت کی زبردست دلیل ہے۔

آج کل ——— اس کا فائدہ یہ ہے کہ وہ شخص جس کے کسی عضو کو ضرر پہنچایا گیا ہے اگر دیت کا مطالبہ کرے تو اس کا دینا لازم ہے۔ اگر عمداً نقصان پہنچایا ہے تو قصاص و دیت دونوں میں سے جو چاہے اس کو اختیار ہے اور اگر عمداً نہیں ہے بلکہ خطاءً ہے تو اس صورت میں قصاص ساقط ہے دیت متعین ہے۔

یہاں پہ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ مقدار دیات میں لفظ دینار استعمال

کیا گیا ہے جو سونے کا سکہ ہے اور اشرفی کی جگہ بلاد اسلامی میں اب بھی رائج ہے اس کا حساب حسبِ ذیل ہے :-

ا دینار = ا مثقال شرعی

ا مثقال شرعی = ۲۰ قیراط

ا قیراط = ۳ دانہ جو

ا مثقال شرعی = ۳/۴ مثقال صیرفی (جو آجکل عراق میں مستعمل ہے)

نتیجہ :- ا دینار = ۶۰ دانہ جو یا ۳/۴ مثقال صیرفی

تفصیلِ دیات

جان کی دیت = ۱۰۰۰ دینار

بصارت = ۱۰۰۰ دینار

سماعت = ۱۰۰۰ دینار

ناک = ۱۰۰۰ دینار

ناطقہ = ۱۰۰۰ دینار

دونوں ہونٹ = ۱۰۰۰ دینار

دونوں ہاتھ = ۱۰۰۰ دینار

دونوں پیر = ۱۰۰۰ دینار

ریڑھ کی ہڈی	=	۱۰۰۰ دینار
انثیین	=	۱۰۰۰ دینار
آلہ تناسل	=	۱۰۰۰ دینار
سرین پر اگر ایسی ضرب پڑے کہ مضروب بول و براز روکنے پہ قادر نہ رہے۔	=	۱۰۰۰ دینار

وہ اعضا جو جفت ہیں ان کی مجموعی دیت (جیسا کہ ذکر ہوا) ۱۰۰۰ دینار ہے اور ایک کی ۵۰۰ دینار لیکن اس قاعدہ سے ہونٹ و انثیین مستثنیٰ ہیں اوپر کے ہونٹ کی دیت ۴۰۰ دینار نیچے کے ہونٹ کی دیت ۶۰۰ دینار ہے۔ ظریف کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے نیچے کے ہونٹ کی دیت اس لئے زیادہ قرار دی ہے کہ نچلا ہونٹ کھانے پینے میں معاون ثابت ہوتا ہے وہ کھانے پانی کو باہر نکلنے سے روکتا ہے

اسی طرح انثیین میں داہنے بیضہ کی دیت ۶۶۶ ۲/۳ دینار یعنی پوری دیت کا ۲/۳ دینار ہے اور بائیں طرف کے بیضہ کی دیت ۳۳۳ ۱/۳ دینار ہے۔ راوی کہتا ہے میں نے امام سے پوچھا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ جو اعضا جفت ہیں ان میں سے ایک کی دیت آدھی ہے فرمایا داہنے بیضہ سے

لڑکے کی خلقت ہوتی ہے اس لیئے اس کی دیت زیادہ ہے۔

(وسائل کتاب دیات)

سر کے زخموں کی دیت

اگر صرف خون نکل آئے = ۱۰ دینار

اگر ہڈی نمودار ہو جائے = ۵۰ دینار

اگر ہڈی نکل جائے = ۱۵۰ دینار (۱۰۰ ہڈی نکلنے کے ۵۰ زخم کے)

اگر وار دماغ تک پہنچ جائے = ۳۳۳ ۱/۲ دینار

(وافی و وسائل کتاب الدیات)

چہرہ کی دیت

اگر ایسا زخم ہو جس سے منہ کے اندر کی فضا دکھائی دینے لگے = ۲۰۰ دینار

اگر مذکورہ زخم بھرنے کے بعد ایسا نشان باقی رہے جو چہرہ کو عیب دار کرے = ۵۰ دینار

اگر زخم جبڑے تک پہنچ جائے = ۱۵۰ دینار

اگر اسلحہ دونوں کلوں کو چھید دے = ۱۰۰ دینار

اگر کلے میں ایسا چھید ہو جائے جو بعد میں نہ بھرے = ۱۰۰ دینار

اگر ہڈی پھٹ جائے = ۸۰ دینار

اگر ایسا زخم ہو کہ ہڈی نمودار ہو جائے = ۵۰ دینار

اگر بقدر درہم یا اس سے زیادہ گوشت جدا ہو جائے = ۳۰ دینار

اگر زخم کا نشان باقی رہ جائے = ۱۲½ دینار

معمولی زخم کے لئے = ۱۰ دینار

طمانچہ کی دیت

اگر گال سیاہ ہو جائے = ۶ دینار

اگر نیل پڑ جائے = ۳ دینار

اگر صرف سرخ ہو جائے = ۱½ دینار

(وسائل وافی کتاب الدیات)

دانتوں کی دیت

ایک دانت کی دیت جبکہ وہ گر جائے = ۵۰ دینار

اگر سیاہ ہو جائے اور سال بھر تک اسی حال پر رہے = ۵۰ دینار

اگر ہلنے لگے = ۵۰ دینار

اگر دانت سیاہ (کرم خوردہ) ہو = ۱۲½ دینار

(وسائل و وافی دیات الانسان)

کان کی لو اور نتھنا

کان کی لو اگر کٹ جائے تو کان کا ⅓ یعنی = ۱۶۶ ⅔ دینار
ناک کا نتھنا اگر شق ہو جائے تو ناک کا ⅓ یعنی = ۳۳۳ ⅓ دینار

(روافی (کتاب الدیات)

ڈاڑھی کی دیت

ڈاڑھی اگر دوبارہ نہ نکل سکے = ۱۰۰۰ دینار
اگر دوبارہ نکل آئے = ۳۳۳ ⅓ دینار

ہنسلی

اگر ٹوٹ جائے ۴۰ دینار، پھٹ جائے ۳۲ دینار، اگر زخم کے اندر سے ہڈی دکھائی دینے لگے ۲۵ دینار، اگر ہڈی ٹوٹ کر نکل جائے

ل امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اگر عورت کے سر پر کھولتا پانی ڈالا جائے جس سے اس کے بال نہ اُگ سکیں تو ۱۰۰۰ دینار اسکی دیت ہے

(روافی ج ۲ ص ۱۰۲)

۲۰ دینار، اگر سوراخ ہو جائے ۱۰ دینار۔

مونڈھا

اگر ٹوٹ کر ٹھیک ہو جائے ۱۰۰ دینار، پھٹ جائے ۸۰ دینار اگر ہڈی دکھائی دینے لگے ۲۵ دینار، اگر ہڈی نکل جائے ۵۰ دینار، اگر چھید ہو جائے ۲۵ دینار، اگر ٹوٹ کر ٹھیک نہ ہو ۳۳ 1/3 دینار۔ اگر اکھڑ جائے ۳۰ دینار۔

بازو

اگر ٹوٹ جائے ۱۰۰ دینار، اگر زخم سے ہڈی دکھائی دینے لگے ۲۵ دینار، اگر ہڈی نکل جائے ۵۰ دینار، اگر چھید ہو جائے ۲۵ دینار۔

کہنی

اگر ٹوٹ جائے اور ٹھیک ہو جائے ۱۰۰ دینار، پھٹ جائے ۳۲ دینار، اگر زخم سے ہڈی دکھائی دینے لگے ۲۵ دینار، اگر ہڈی نکل جائے ۵۰ دینار، اگر چھید ہو جائے ۲۵ دینار، اگر ٹوٹ کر ٹھیک نہ ہو سکے ۳۳ 1/3 دینار، اگر صرف اکھڑ جائے ۳۰ دینار۔

پہنچا

اگر ٹوٹ کر ٹھیک ہو جائے ۱۰۰ دینار، اگر پھٹ جائے ۸۰ دینار، اگر ہڈی نمودار ہو جائے ۲۵ دینار، اگر ہڈی نکل جائے ۱۰۰ دینار، اگر سوراخ ہو جائے ۲۵ دینار، اگر زخم ہڈی تک آ نہ جائے ۵۰ دینار، اگر ہاتھ کی ایک نلی ٹوٹ جائے ۵۰ دینار، کلائی اگر ٹوٹ جائے ۱۰۰ دینار۔

پنجہ

اگر ٹوٹ جائے ۱۰۰ دینار، اگر ہڈی نمودار ہو جائے ۲۵ دینار، اگر ہڈی نکل جائے ۵۰ دینار، اگر سوراخ ہو جائے ۲۵ دینار، اگر زخم ہڈی تک اتر جائے ۱۰۰ دینار، اگر اکھڑ جائے ۶۶ ۲/۳ دینار۔

انگوٹھا[1]

انگوٹھے کے دو حصے ہیں اُوپر کا حصہ، نچلا حصہ ہر ایک کا حکم علیحدہ ہے:۔

---

[1] بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انگلیوں کی دیت برابر ہے شیخ نے ان کو انگوٹھے کے غیر پر حمل کیا ہے۔

اوپر کا حصہ اگر ٹوٹ جائے اور ٹھیک ہو جائے ۱۶ $\frac{2}{3}$ دینار، اگر پھٹ جائے ۱۳ $\frac{1}{3}$ دینار، اگر ہڈی نمودار ہو جائے ۴ $\frac{1}{6}$ دینار، اگر ہڈی نکل جائے ۵ دینار، اگر سوراخ ہو جائے ۴ $\frac{1}{6}$ دینار۔ نچلا حصہ اگر ٹوٹ کر ٹھیک ہو جائے ۳۳ $\frac{1}{3}$ دینار، اگر پھٹ جائے ۲۶ $\frac{2}{3}$ دینار، ہڈی نمودار ہو جائے ۸ دینار، ہڈی نکل جائے ۱۶ $\frac{2}{3}$ دینار، سوراخ ہو جائے ۸ $\frac{1}{3}$ دینار، اکھڑ جائے ۱۰ دینار، پورا انگوٹھا اگر کٹ جائے تو ہاتھ کا $\frac{1}{3}$ یعنی ۱۶۶ $\frac{1}{3}$ دینار، اگر پورے سے کم کٹے تو اسی نسبت سے دیت ہوگی۔

ہاتھ کی انگلیاں و ناخن

ہر انگلی کے تین حصے ہیں ہر ایک کا حکم جدا ہے :۔

۱۔ نچلا حصہ جو ہتھیلی سے ملا ہے :۔ اگر ٹوٹ جائے ۱۶ $\frac{2}{3}$ دینار، پھٹ جائے ۱۳ $\frac{1}{3}$ دینار، ہڈی نمودار ہو جائے ۴ $\frac{1}{6}$ دینار، ہڈی نکل جائے ۸ $\frac{1}{3}$ دینار، سوراخ ہو جائے ۴ $\frac{1}{6}$ دینار، اکھڑ جائے ۵ دینار، پوری انگلی اگر جدا ہو جائے تو ہاتھ کا $\frac{1}{6}$ یعنی ۸۳ $\frac{2}{3}$ دینار۔

۲۔ وسطی حصہ :۔ اگر ٹوٹ جائے ۱۱ $\frac{1}{9}$ دینار، اگر پھٹ جائے ۸ $\frac{1}{2}$ دینار، اگر ہڈی نمودار ہو جائے ۲ $\frac{7}{9}$ دینار، اگر ہڈی نکل جائے ۵ $\frac{1}{2}$ دینار، اگر سوراخ ہو جائے ۲ $\frac{1}{2}$ دینار، اگر اکھڑ جائے ۳ $\frac{2}{3}$ دینار،

اگر کٹ کر الگ ہو جائے ۵۵ ۱/۲ دینار۔

۳۔ اوپر کا حصہ :۔ اگر ٹوٹ جائے ۵ ۴/۵ دینار، پھٹ جائے ۴ ۱/۵ دینار، اگر ہڈی نمودار ہو جائے ۲ ۱/۴ دینار، ہڈی نکل جائے ۵ ۱/۴ دینار، سوراخ ہو جائے ۲ ۲/۴ دینار، اکھڑ جائے ۳ ۲/۴ دینار، کٹ کر جدا ہو جائے ۲۷ دینار۔

۴۔ ناخن :۔ اگر دوبارہ نکل آئے تو فی ناخن ۵ دینار اور اگر نہ نکلے یا سیاہ نکلے تو ۱۰ دینار۔

سینہ اور پشت

سینہ اگر ٹوٹ جائے اور دونوں طرف اندر جھک جائے تو ۵۰۰ دینار، اگر ایک طرف ٹوٹے تو ۲۵۰ دینار، اگر دونوں طرف کے سینہ کے ساتھ پہلو بھی ٹوٹیں تو ۱۰۰۰ دینار، ایک جانب کے لئے ۵۰۰ دینار، اگر کوئی ایسا عیب عارض ہو جائے کہ مڑنے پر قادر نہ رہے تو ۵۰۰ دینار، اگر ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ کر درست ہو جائے تو ۵۰۰ دینار، پستان مرد کا ۱۲۵ دینار، دونوں ۲ ۱/۲ سو دینار، پستان عورت کا ۵۰۰ دینار، دونوں ۱۰۰۰ دینار، اوپر کی پسلیاں جو دل کی محاذاۃ میں ہیں :۔ اگر ٹوٹ جائے ۲۵ دینار، پھٹ جائے ۱۲ ۱/۲ دینار، ہڈی نمودار ہو جائے ۶ ۱/۴ دینار، ہڈی نکل جائے

۷½ دینار، چھید ہو جائے ۶¼ دینار۔

اوپر کی پسلیاں جو بازوؤں کی محافظ میں ہیں:۔ اگر ٹوٹ جائے ۱۰ دینار، پھٹ جائے ۷ دینار، ہڈی نمودار ہو جائے ۲½ دینار، ہڈی نکل جائے ۵ دینار، چھید ہو جائے ۲½ دینار۔

اگر ہتھیار سینہ یا شکم میں اندر تک اتر جائے تو ۳۳۳⅓ دینار اور اگر دوسری طرف سے بھی نمودار ہو جائے تو ۴۳۳⅓ دینار۔

کوٹھے

کوٹھے کی ہڈی اگر ٹوٹ جائے ۲۰۰ دینار، پھٹ جائے ۱۶۰ دینار، ہڈی نمودار ہو جائے ۵۰ دینار، ہڈی اگر نکل جائے ۱۷۵ دینار، اگر اکھڑ جائے ۳۰ دینار، ٹوٹ کر کج درست ہو ۳۳۳⅓ دینار۔

ران

ران کی ہڈی اگر ٹوٹ جائے ۲۰۰ دینار، پھٹ جائے ۱۶۰ دینار، ہڈی نمودار ہو جائے ۵۰ دینار، ہڈی نکل جائے ۱۰۰ دینار، اگر صرف سوراخ ہو جائے ۵۰ دینار، ٹوٹ کر کج ہو جائے ۳۳۳⅓ دینار۔

زانو

ٹوٹ جائے ۲۰۰ دینار، ہڈی اگر چٹ جائے ۱۶۰ دینار، زخم سے اگر ہڈی نمودار ہو جائے ۵۰ دینار، اگر ہڈی نکل جائے تو ۵۰ دینار (مجموعی) اگر اکھڑ جائے ۳۰ دینار، اگر صرف سوراخ ہو جائے ۵۰ دینار، اگر ٹوٹ کر ٹھیک نہ ہو سکے ۳۳۳ ⅓ دینار۔

پنڈلی

اگر ٹوٹ جائے ۲۰۰ دینار، اگر ہڈی چٹ جائے ۱۶۰ دینار، اگر ہڈی نمودار ہو جائے ۵۰ دینار، اگر ہڈی نکل جائے ۵۰ دینار، سوراخ ہو جائے ۲۵ دینار، ٹوٹ کر ٹھیک نہ ہو سکے ۳۳۳ ⅓ دینار۔

قدم

ٹوٹ جائے ۲۰۰ دینار، ہڈی ظاہر ہو جائے ۵۰ دینار، ہڈی نکل جائے ۱۰۰ دینار، سوراخ ہو جائے ۵۰ دینار۔

پیر کی انگلیاں

انگوٹھا پورا ۳۳۳ ⅓ دینار

انگوٹھے کا نچلا حصہ جو پیر سے متصل ہے: ٹوٹ جائے ۶۶ ۲/۳ دینار پھٹ جائے ۲۶ ۲/۳ دینار، ہڈی نمودار ہو جائے ۸ ۱/۳ دینار، ہڈی نکل جائے ۲۶ ۲/۳ دینار، سوراخ ہو جائے ۴ ۱/۶ دینار، اکھڑ جائے ۱۰ دینار

انگوٹھے کا اوپری حصہ جس میں ناخن ہے:- ٹوٹ جائے ۱۶ ۲/۳ دینار، پھٹ جائے ۱۳ ۱/۳ دینار، ہڈی نمودار ہو جائے ۴ ۱/۶ دینار، ہڈی نکل جائے ۸ ۱/۳ دینار، سوراخ ہو جائے ۴ ۱/۶ دینار، اکھڑ جائے ۵ دینار اگر جدا ہو جائے پورے کی نصف دیت۔

انگوٹھے کا ناخن:- ۳۰ دینار۔

پیر کی انگلیوں کی نلیاں جو قدم میں ہیں:- اگر ٹوٹ جائے ۱۶ ۲/۳ دینار، پھٹ جائے ۱۳ ۱/۳ دینار، ہڈی نمودار ہو جائے ۴ ۱/۶ دینار، ہڈی نکل جائے ۸ ۱/۳ دینار، سوراخ ہو جائے ۴ ۱/۶ دینار۔

پوری انگلی کی دیت:- ۸۳ ۱/۳ دینار

انگلی کا نچلا حصہ جو قدم سے متصل ہے: ٹوٹ جائے ۱۶ ۱/۳ دینار پھٹ جائے ۱۳ ۱/۳ دینار، ہڈی نمودار ہو جائے ۴ ۱/۶ دینار، ہڈی نکل جائے ۸ ۱/۳ دینار، سوراخ ہو جائے ۴ ۱/۶ دینار، اکھڑ جائے ۵ دینار۔

وسطی حصہ:- اگر ٹوٹ جائے ۱۱ ۲/۳ دینار، پھٹ ۸ ۲/۵ دینار، ہڈی نمودار ہو جائے ۲ دینار، ہڈی نکل جائے ۵ ۲/۳ دینار، سوراخ ہو جائے

۲ ۲/۳ دینار، اکھڑ جائے ۸ دینار، کٹ کر جدا ہو جائے ۵۵ ۱/۳ دینار۔

اوپر کا حصہ جس میں ناخن ہے:۔ اگر ٹوٹ جائے ۵ ۴/۵ دینار، چھٹ جائے ۴ ۱/۵ دینار، ہڈی نمودار ہو جائے ۱ ۱/۳ دینار، ہڈی نکل جائے ۲ ۱/۵ دینار، سوراخ ہو جائے ۱ ۱/۳ دینار، اکھڑ جائے ۲ ۴/۵ دینار، کٹ کر علیحدہ ہو جائے، ۲۷ ۴/۵ دینار

ناخن انگشت پا:۔ ۱۰ دینار فی ناخن۔

(وافی و وسائل کتاب الدیات)

نوٹ:۔ مذکورہ صورتوں میں ہڈی نکل جانے کی جو دیت ہے وہ صرف ہڈی کے نکلنے کی ہے ورنہ ہڈی ٹوٹنے کی اور نمودار ہونے کی نصف دیت اس پر مستزاد ہے۔

یک چشم کی ایک آنکھ کی دیت

حضرت امیر المومنینؑ کے سامنے ایک ایسا شخص پیش کیا گیا جو یک چشم تھا اور کسی نے اس کی صحیح آنکھ پھوڑ دی تھی تو آپ نے دو فیصلے فرمائے۔ ۱۔ مجرم کی ایک آنکھ پھوڑ دی جائے اور نصف دیت

۵۰۰ دینار) اس سے وصول کیے جائیں۔ ۲۔ مجرم پوری دیت دے اور اس کی آنکھ معاف کر دی جائے۔ فرمایا اس شخص کو مجرم کے بارے میں مذکورہ دو فیصلوں میں سے ایک کا اختیار حاصل ہے۔

(وافی و وسائل کتاب الدیات)

علقہ کی دیت

ارشاد شیخ مفید ؒ سے منقول ہے کہ ایک مرد نے ایک حاملہ عورت کو مارا جس کے صدمہ سے اس کا حمل ساقط ہو گیا جو ابھی ابتدائی مراحل میں علقہ کی صورت میں تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ چالیس دینار دیت کے ادا کرے (بہ شرطیکہ زن مضروبہ قصاص نہ طلب کرے)

اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

لقد خلقنا الانسان من سلالة من طین ثم جعلناه نطفة فی قرار مکین ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاما فکسونا العظام لحما ثم انشاناه خلقا آخر فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

اس کے بعد آپ نے اس کی تفصیل میں ارشاد فرمایا کہ :-

نطفہ کی دیت : بیس دینار

علقہ کی دیت : چالیس دینار

مضغہ کی دیت : ساٹھ دینار

ڈھانچہ کی دیت (شکل بننے کے قبل) : اسی دینار

شکل کی دیت (روح پڑنے سے قبل) : سو دینار

اور جب اس میں رُوح آجائے تو : ایک ہزار دینار ہے یعنی جاندار انسان کی خلقت کے از روئے قضائے قرآن پانچ مدارج ہیں لہذا پوری دیت انہی کے حساب سے تقسیم ہو گی۔ (قضاص ۱۶۳)۔

○

زبان کے کچھ حصّہ کی دیت

مجموعہ ابن مرزبان میں ہے کہ خلافت حضرت عمر کے زمانہ میں ایک شخص آیا اور اس نے شکایت کی کہ فلاں شخص نے مجھ کو مارا جس کے نتیجہ میں میری زبان کا ایک حصہ کٹ کر الگ ہو گیا جس کی وجہ سے گفتگو کرنے میں دشواری ہوتی ہے"۔ حضرت عمر حیران ہوئے کہ اس

سے پوری زبان کی دیت لی جائے یا بعض کی اور بعض کی صورت میں وہ دیت کتنی ہو۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اس سے حروف ابجد الف ب ت ث، ی تک کہلواؤ جتنے حرف اس کی زبان سے صحیح نکل سکیں اس کی نسبت سے دیت میں سے وضع کر لو باقی کی دیت بہ شخص ضارب سے لے لے۔ (قضاوتہا ص ۸۶ قضا ص ۱۴۶)۔

دست بریدہ کی دیت

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کسی ایسے شخص کو قتل کر دیا جس کا داہنا ہاتھ کٹا ہوا تھا۔ حضرت نے اس مقدمہ کا فیصلہ اس طرح فرمایا کہ اگر اس مقتول کا ہاتھ کسی جنایت کی وجہ سے کاٹا گیا ہے یا کسی نے ظلماً کاٹا ہے لیکن اس کی دیت اس نے وصول کر لی تھی تو ایسی صورت میں مقتول کے اولیا دو باتوں میں سے ایک کے مجاز ہیں۔ چاہیں تو قاتل کو قتل کر دیں لیکن اس کے اولیا کو وہ دیت واپس کر دیں جو اس کے ہاتھ کے عوض وصول کی تھی اور چاہیں تو اپنے مقتول کی دیت سے ہاتھ کی دیت کم کر کے باقی قاتل سے وصول کر لیں

اور اگر اس کا ہاتھ نہ تو کسی جنایت کی پاداش میں کاٹا گیا ہو اور نہ اس کی دیت لی گئی ہو تو مقتول کے اولیا کو اختیار ہے چاہیں اس کو قتل کر دیں اور کچھ نہ دیں اور چاہیں تو پوری دیت وصول کر لیں۔

(کافی بحوالہ قضاص ص ۵۷)

○

شرابیوں کی دیت

چار آدمیوں نے شراب پی کر آپس میں جھگڑا کیا نوبت خنجر زنی تک پہنچی جس سے دو نفر ہلاک ہو گئے اور دو مجروح آپ نے مجروحین کو اسی تازیانہ لگائے جانے کا حکم دیا اور ان کی جراحتوں کی دیت کا حکم مرنے والوں کی دیت ان سے دلوائی اور فرمایا کہ اگر مجروحین میں سے کوئی مر جائے تو ان کے اولیا پر کچھ نہیں ہے۔

ایک دوسری روایت کی بنا پر آپ نے فرمایا کہ مقتولین کی دیت چار شخصوں کے قبیلوں پر ہے جبکہ زخمی اشخاص کے زخموں کی دیت وضع کر لی جائے گی اور یہ اس لئے ہے کہ شاید ان دونوں مقتولوں میں سے ایک نے دوسرے کو ہلاک کیا ہو۔ (مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۲۰۰)۔

اگر اولیا میں سے بعض معاف کریں بعض نہ کریں

آپ کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا گیا کہ مقتول کے اولیا میں سے ایک نے تو خون معاف کر دیا ہے لیکن دوسرا معاف کرنے پر تیار نہیں ہے یہ سُن کر آپ نے فرمایا: اگر وہ ولی جو معاف نہیں کرتا قاتل کا قتل چاہتا ہے تو اس کو قتل کیا جائے گا اور آدھی دیت اس سے لے کر اس کے اولیا کو دی جائے گی۔ (دافی ج ۳ ص ۱۲۹)۔

○

دریا میں غرق ہونیوالے کی دیت

چھ نفر فرات میں شناوری کر رہے تھے ان میں سے ایک شخص غرق ہو گیا دو نے حضرت علی کے پاس شہادت دی کہ بقیہ تین نے اس کو غرق کیا ہے ان تینوں نے کہا کہ ان دونوں نے اس کو غرق کیا ہے حضرت نے فیصلہ کیا کہ اس کی دیت کے پانچ حصہ کئے جائیں دو ان دو شخصوں سے اور تین ان تینوں سے وصول کر کے اولیاء مقتول کو دیئے جائیں۔

(مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۲۰۰ دسائل)

حضرت عمر کے خوف سے اسقاط حمل

اسماعیل بن صالح نے روایت کی ہے کہ ——————

حضرت عمر نے ایک عورت کو بلوایا جب سپاہی اس کو لینے پہنچے تو وہ خوفزدہ ہو گئی اور لرزتی ہوئی چلی راستہ میں اس کا حمل ساقط ہو گیا اور بچہ مر گیا۔ جب یہ خبر حضرت عمر کو معلوم ہوئی تو آپ نے اپنے اصحاب سے اس امر میں مشورہ طلب کیا تو سب نے بیک زبان جواب دیا کہ: آپ پر کچھ نہیں ہے آپ نے تو خیر کا ارادہ کیا تھا۔ اس مجلس میں حضرت علیؑ بھی خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر نے کہا کہ اے ابوالحسنؑ! آپ کی اس معاملہ میں کیا رائے ہے؟ فرمایا " جو لوگوں نے کہا ہے وہ سن لیا اب مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ اپنی رائے سے بھی مطلع کیجیے۔ تب امامؑ نے فرمایا: اگر ان لوگوں نے ازراہ چاپلوسی ایسا کہا ہے تو یہ جان لو کہ جان بوجھ کر تم کو دھوکہ دیا ہے۔ اور اگر مسئلہ دین میں رائے سے کام لیا ہے تو اس میں بھی یہ تقصیروار ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس بچہ کی دیت تمہارے ذمہ ہے کیونکہ یہ قتل خطا ہے جو تمہاری وجہ سے ہوا۔ یہ سُن کر حضرت

عمر نے اس کی دیت ادا کی۔ (بحار ج ۹ ص ۴۸۳ مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۱۸۸)

○

چار آدمی لقمۂ شیر

علی بن ابراہیم قمی نے عجائب احکام میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسالت مآب نے حضرت علی کو جب یمن بھیجا تو وہاں یہ قضیہ درپیش آیا کہ کچھ لوگوں نے شیر کا شکار کرنے کے لئے ایک اندھا کنواں کھود رکھا تھا جس میں شیر پھنسا ہوا تھا شیر کی گرفتاری کی خبر سن کر لوگوں نے ہجوم کیا تو ایک شخص اس کنویں میں گر پڑا لیکن گرتے وقت اس نے ایک دوسرے آدمی کے دامن کو پکڑ لیا دوسرے نے تیسرے کو تیسرے نے چوتھے کو۔ چاروں آدمی اس کنویں میں گر گئے اور شیر نے سب کو ہلاک کر دیا آخر میں ایک شخص نے تلوار سے اس شیر کو ہلاک کر دیا۔ تینوں شخصوں کے وارث پہلے شخص کے وارثوں کے پاس گئے اور ان سے ہر سہ نفر کے خون بہا کا مطالبہ کیا ان لوگوں نے جواب دیا ہمارے آدمی نے ایک نفر سے زائد کا دامن نہیں پکڑا تھا لہذا وہ اسی کے خون کا ذمہ دار ہے ہم صرف ایک شخص کا خون بہا دیں گے اسی بات پر معاملہ بڑھا اور نوبت تلوار

تک پہنچی ان میں سے ایک شخص بول اٹھا کہ حضرت علیؑ کے پاس چلنا چاہیئے
تاکہ وہ ہمارے درمیان اپنا فیصلہ صادر کریں پس سب کے سب ان حضرت
کے پاس گئے اور سارا قصہ بیان کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ بیکار پیکار نہ کرو
کیونکہ آپس میں جنگ کرنے کی صورت میں تمہارا زائد نقصان ہوگا میں تو
تمہارے درمیان موجود ہوں میرے فیصلہ کو سنو اور اس پر عمل کرو یہ سن کر
سب کا جوش فرو ہوا اور حضرت کے فیصلہ کے منتظر ہوئے۔ آپ نے فرمایا
کہ میں تمہارے درمیان ایک فیصلہ کرتا ہوں اگر اس پر راضی ہو گئے تو
بہتر ورنہ پھر تمہارے درمیان رسالتمآبؐ فیصلہ فرمائیں گے۔ لوگ
یہ سن کر خاموش ہوئے آپ نے اپنا فیصلہ صادر فرمایا۔

"کوئیں کے پاس جتنے لوگ تھے سب سے حسب تفصیل ذیل دیت
طلب کی جائے۔

ایک پوری دیت۔ ایک نصف (½) دیت۔ ایک ثلث (⅓) دیت
ایک ربع (¼) دیت پہلے شخص کے وارثوں کو ربع دیت دی جائے
دوسرے کو ثلث، تیسرے کو نصف، چوتھے کو پوری دیت دی جائے"

یہ فیصلہ بعض کو منظور ہوا اور بعض کو ناپسند ہوا آپ نے فرمایا صبر
کرو یہاں تک حضرت رسالتمآبؐ سے ملاقات کرو اور آنحضرتؐ تمہارے
درمیان فیصلہ کریں۔ چنانچہ حج کے موقعہ پر یہ لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں

اس وقت حاضر ہوئے جبکہ آپ مقام ابراہیم میں تھے اور اپنا معاملہ پیش کیا حضرت نے جب فیصلہ کرنا چاہا تو ایک شخص بول اٹھا کہ اس نزاع کا حضرت علی فیصلہ کر چکے ہیں آپ یہ سن کر رک گئے اور پوچھا کہ انہوں نے کیا فیصلہ کیا؟ لوگوں نے وہ فیصلہ بیان کیا حضرت نے فرمایا کہ وہی فیصلہ درست ہے جو حضرت علی کی زبان حق بیان نے صادر کیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا "علیؑ نے وہی فیصلہ کیا جو اللہ کا فیصلہ عرش پر ہے"

(ذخائر العقبیٰ ص ۸۴، مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۱۷۶ وغیرہ کلینی رہ نے بھی اس واقعہ کو تھوڑے سے فرق کے ساتھ درج کیا ہے۔)

تفصیل:- پہلے شخص کے مرنے کے چار سبب تھے ایک لوگوں کا دھکا دینا پھر تین شخصوں کا اس پر گرنا لیکن اگر یہ ان کو نہ کھینچتا تو وہ اس پر نہ گرتے اس لئے اس نے اپنی موت کا ۳/۴ سبب خود اپنے ہاتھوں فراہم کیا، لہٰذا اس کو صرف ۱/۴ دیت امامؑ نے دی اس طرح دوسرے کی موت کے تین سبب تھے ایک ہجوم، اس پر دو شخصوں کا گرنا، تیسرے کے دو سبب تھے ایک ہجوم دوسرے چوتھے کا اس پر گرنا، چوتھے کی موت کا تنہا مجمع ذمہ دار تھا اس لئے علی الترتیب ۱/۳، ۱/۲ اور پوری دیت دی گئی۔

یہ نہ کہا جائے کہ مجمع چوتھے اور تیسرے اور دوسرے کی موت کا تنہا ذمہ دار نہیں ہو سکتا کیونکہ سابق نے لاحق کو کھینچا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ جس نے بھی کھینچا اُس نے مجمع کے زور ڈالنے کی بنا پر کھینچا اس لیئے اصل ذمہ دار مجمع ہی ہو گا لیکن جس نے جتنا سبب موت اپنے ہاتھوں فراہم کر لیا اس کی دیت میں اتنی ہی کمی ہو جائیگی چوتھے نے چونکہ اپنی موت میں کچھ دخل نہیں دیا اس لیئے اس کو پوری دیت ملے گی۔ (مؤلف)

○

تین بازیگر لڑکیاں

علی بن ابراہیم قمی نے عجائب الاحکام میں روایت کی ہے کہ ایک نوجوان لڑکی اپنی ہمجولیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی اسی کھیل کود میں وہ اپنی سہیلی کی گردن پر سوار ہو گئی، تیسری نے جو لڑکی اٹھائے ہوئے تھی اس کے ایک چٹکی۔ لے لی جس سے گھبرا کر اس نے اوپر والی لڑکی کو زمین پر گرا دیا جس سے اس کے اتنی سخت چوٹ لگی کہ وہ جانبر نہ ہو سکی اس قضیہ کو جب حضرت علیؑ کے سامنے لائے تو آپ نے فیصلہ فرمایا کہ مرنے والی لڑکی کی دیت کے تین حصے کیئے جائیں گے ایک حصہ وہ

رقم کی ادا کرے جو اٹھائے ہوئے تھی دوسرا حصہ وہ دے جس نے چٹکی لی تھی تیسرا حصہ ساقط ہے کیونکہ مرنے والی بازی گری کے شوق میں اپنی سہیلی کی گردن پر چڑھی تھی اور اس نے اپنے ہلاک کرنے میں ایک تہائی کی وہ خود بھی شریک تھی۔ اس فیصلہ کی اطلاع جب جناب سرورکائنات صلعم کو ہوئی تو آپ نے اس کی تصدیق فرمائی۔

(ارشاد مفید مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۱۷۱ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۰۷)

گھوڑے کی لگد سے ہلاکت

جب جناب رسالت مآبؐ نے حضرت علیؑ کو یمن بھیجا اتفاقاً ایک گھوڑا اپنے مالک کے پاس سے بھاگ گیا اور راستہ میں اس نے ایک شخص کو لات مار کر ہلاک کر دیا اس شخص کے وارث آئے گھوڑے کے مالک کا گریبان پکڑ کر کھینچتے ہوئے حضرت علیؑ کے پاس لائے اور اس سے دیت کا مطالبہ کیا اور شاہد گزارے کہ مرنے والے کی موت اس شخص کے گھوڑے کی لگد سے واقع ہوئی ہے۔ حضرت نے فیصلہ فرمایا کہ اس شخص پر دیت نہیں ہے۔ جب ہلاک ہونے والے کے وارث جناب

رسالت مآبؐ کے پاس آئے تو انہوں نے آپ کی خدمت میں شکایت کی کر "یا رسول اللہ! علی نے ہمارے ایک آدمی کا خون رائگاں کر دیا اور ہم پر ظلم کیا حضرت ختمی مرتبتؐ نے ارشاد فرمایا کہ "علی ستم گار نہیں ہے وہ ظلم کرنے کے لئے نہیں پیدا ہوا ہے کیونکہ میرے بعد علی کے لیے ولایت مخصوص ہے اور حکم وہی ہے جو علی کریں اور فیصلہ وہی ہے جو وہ کریں کوئی دائرہ ایمان میں رہتے ہوئے علی کی ولایت و حکم و فیصلہ کو رد نہیں کر سکتا" جب اہل یمن نے علیؑ کے بارے میں جناب رسالت مآبؐ کی اس تقریر کو سنا تو عرض کرنے لگے کہ اے رسول اللہ! ہم لوگ علی کے فیصلہ پر راضی ہوئے اور ان کی بات کو ہم نے پسند کیا ہے" رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا علی کے حکم پر رضامند ہونا ہی تمہاری گذشتہ گفتگو کے مقابلہ میں توبہ محسوب ہو گی۔ (بحار الانوار ج ۵)

منوط :۔ حضرت نے گھوڑے کے مالک کو جو بری کیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بے قصور تھا کیونکہ گھوڑا اس کی نگرانی سے باہر ہو کر آزاد ہو چکا تھا البتہ اگر اس کی گرفت میں رہتے ہوئے کسی کو ہلاک کرتا تو وہ ضرور ذمہ دار ہوتا۔

آپ نے کھڑے ہوئے چوپائے کے متعلق یہ فیصلہ فرمایا کہ اگر اس کی اگلی ٹانگوں سے ہلاکت ہو تو اس کا مالک ضامن ہوگا اور اگر پچھلی

ٹانگوں سے ہلاکت ہو تو اس پر ضمان نہیں ہے اور یہ کہ کسی کے مارنے کی وجہ سے اس نے دولتی چلائی ہو اور وہ کسی کے پڑ گئی ہو تو وہ ضامن ہے جس نے اس کو چھیڑا تھا۔ (دوانی ج ۳ ص ۱۲۵)۔

○

سگ گزیدہ کا حکم

اگر کسی کا کتا دن میں کاٹتا تھا تو آپ اس کے مالک کو ضامن قرار دیتے تھے اور اگر رات کو کاٹتا تھا تو اس کو ذمہ دار قرار نہیں دیتے تھے (کیونکہ رات کے وقت ہر شخص کو اپنے مکان کی حفاظت کا اختیار ہے)۔ (دوانی ج ۳ ص ۱۲۶)۔

اسی طرح آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم کسی کے مکان میں بغیر اجازت کے داخل ہو اور گھر کا کتا کاٹ کھائے تو صاحب خانہ ذمہ دار نہیں ہے ہاں اگر اس کی اجازت کے ساتھ داخل ہوئے ہو تو صاحب خانہ ذمہ دار ہے۔ (وسائل، دوانی ج ۳ ص ۱۲۵)۔

○

تاوان چوپایان

اگر چوپائے دن میں کسی کی زراعت کو نقصان پہنچاتے تھے تو حضرت چوپائے کے مالک کو اس نقصان کا ضامن نہیں گردانتے تھے فرماتے تھے کہ زراعت کے مالک پر لازم ہے کہ وہ اپنی زراعت کی حفاظت کرے لیکن اگر رات کے وقت کوئی جانور کسی کی کھیتی کو نقصان پہنچاتا تو اس کے مالک سے اس خسارہ کو وصول کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رات برائے آرام ہے اور انسان کی غفلت اس وقت برمحل ہے اس وقت حیوان کے مالک کو اس کی نگہداشت کرنا چاہیئے۔

(وسائل ج ۳ ص ۴۹۲)

○

اژدحام کا مقتول

فرمایا جو شخص جمعہ یا عرفہ کے اژدحام میں کچل کر مرجائے اور اس کا قاتل نہ معلوم ہو سکے تو اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے۔

(وافی ج ۳ ص ۱۲۴)

خطا در قضاوت

اگر قاضی (جج) کی غیر اختیاری غلطی سے کوئی قتل کیا جائے (مثلاً
جھوٹی گواہیوں کی بنا پر قاضی کسی کو رجم کرے اور بعد میں ثابت ہو کہ
وہ شخص بے گناہ تھا) تو آپ نے فرمایا کہ اس کی دیت بیت المال سے
ادا کی جائے۔ (وافی ج ۳ ص ۱۲۷)۔

○

گھوڑے کی آنکھ کی دیت

ایک شخص نے کسی کے گھوڑے کی آنکھ پھوڑ دی آپ نے فرمایا کہ
شخص جنایت کار گھوڑے کی قیمت کا چوتھائی حصہ ادا کرے۔ قیمت کا
اعتبار اس روز کیا جائیگا جس روز جنایت کی ہے۔

(وافی ج ۳ ص ۱۳۰)

○

خنزیر کی دیت

ایک مسلمان نے کسی نصرانی کا خنزیر (سور) مار ڈالا تو آپ نے اس شخص سے اس کی قیمت ادا کروائی۔ (وافی ج ۳ ص ۱۳۱)۔

○

بربط کا توڑنے والا ضامن نہیں ہے

آپ کے پاس ایسے شخص کا مقدمہ پیش کیا گیا جس نے کسی کا بربط (باجا) توڑ ڈالا تھا تو آپ نے اس مقدمہ کو خارج کر دیا (وافی ج ۲ ص ۱۳۱)۔

○

مالیات

مسئلہ دیناریہ

ایک شخص کے پاس کسی نے دو دینار امانت رکھوائے دوسرے نے ایک دینار امانت رکھوایا (یہ تین دینار ہوئے) ان میں سے ایک دینار کھو گیا حضرت نے فیصلہ فرمایا کہ جس کے دو دینار تھے ان باقی ماندہ دو دیناروں میں سے ایک دینار اس کو دیا جائے دوسرے دینار کو دونوں شخصوں میں آدھا آدھا تقسیم کیا جائے۔ (قضاص ۲۹)۔

توضیح :۔ جو دینار گم ہوا ہے اگر اس شخص کا تھا جس کا ایک دینار تھا تو دینار والے کا حصہ دو دینار محفوظ ہے اور اگر اس کے دو دیناروں میں سے ایک دینار گم ہوا ہے تب بھی اس کا ایک دینار باقی ہے۔ ہر دو حال میں اس کا ایک دینار محفوظ ہے لہذا نقص دوسرے دینار پر وارد ہوگا اس لئے دونوں شخص نقصان میں برابر کے شریک ہوں گے۔

(مؤلف)

○

مشترک اُونٹ

تین آدمیوں نے مل کر ایک اونٹ خرید کیا ان میں سے ایک شریک نے اونٹ کی دونوں اگلی ٹانگیں باندھ دیں تاکہ چل نہ سکے اور خود چلا گیا اس کے پیچھے باقی دو شخص آئے اور انہوں نے اس کی ایک ٹانگ کھول دی اور چلے گئے اس اثنا میں اونٹ اپنی ایک کھلی ٹانگ کے سہارے چل نکلا اور قریب کے کنوئیں میں گر کر زخمی ہوگیا جب وہ دونوں شخص واپس آئے اور انہوں نے اونٹ کو زخمی حالت میں کنوئیں میں گرا پایا تو اس کو باہر نکال کر نحر کر دیا اور اس کا گوشت فروخت کر ڈالا تاکہ کچھ قیمت نکل آئے اتنے میں پہلا شخص آیا جس نے اونٹ کی دونوں ٹانگیں باندھی تھیں جب اس کو صورت حال سے آگاہ کیا گیا تو اُس نے اعتراض کیا کہ تم نے اس کی ٹانگ کیوں کھولی جو وہ کنوئیں میں گرا جب حضرتؑ کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا گیا تو آپ نے ان دونوں سے فرمایا کہ تم اونٹ کی ایک تہائی قیمت اس کو ادا کرو کیونکہ اُس نے اپنے حصّہ کی حفاظت کا انتظام کر دیا تھا اور اونٹ کو باندھ دیا تھا اور تم نے اس کو کھول دیا۔ پھر جب فروخت شدہ گوشت کی قیمت دیکھی گئی تو وہ اونٹ کی قیمت کی ایک

نہائی تھی چنانچہ آپ نے وہ ساری قیمت اس شخص کو دلوا دی اور دوسرے دو اشخاص خالی ہاتھ واپس گئے۔ (مناقب ج ۲ ص ۱۰۲)۔

○

گائے و اُونٹ کا فیصلہ

ایک شخص ایک دوسرے شخص کا گریبان پکڑے ہوئے حضرت عمر کے پاس آیا اور کہا کہ اس کی گائے نے میرے اونٹ کا پیٹ سینگ مار کر پھاڑ ڈالا ہے جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہو گیا حضرت عمر نے فرمایا:- "حیوانات پر دیت نہیں ہے" حضرت علیؑ نے فرمایا میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ لا ضرر ولا ضرار کوئی شخص کسی کو ضرر نہیں پہنچا سکتا اگر پہنچائے تو اس کا ذمہ دار ہے اگر گائے والے نے اونٹ کی گزرگاہ پر اپنی گائے لا کر باندھی تھی تو دوسرا فرد ذمہ دار ہے۔ اور اس کو دیت دینا چاہئے ورنہ نہیں"۔ چنانچہ جب سوال کیا گیا تو معلوم ہوا واقعتاً گائے اونٹ کے راستہ پر باندھی گئی تھی لہذا حضرت عمر نے گائے کے مالک سے اونٹ کے دام وصول کر کے اونٹ والے کو ادا کئے۔

(قضاوتہا ص ۷۸ قضا ۱۵۸ طبع ۱)

○

گدھے و گائے کا فیصلہ

ایک دفعہ دو شخص رسولؐ اللہ کے پاس اس امر پہ جھگڑتے ہوئے آئے کہ ایک کی گائے نے دوسرے کے گدھے کو مار ڈالا تھا، ان دونوں نے حضرت سے فیصلہ چاہا تو آپ نے حضرت ابو بکر کے پاس بھیج دیا جب یہ لوگ ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ تم لوگ رسولؐ اللہ کو چھوڑ کر میرے پاس کیوں آئے ہو، انہوں نے جواب دیا کہ خود رسولؐ اللہ نے ہی ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے لہذا آپ اپنا فیصلہ صادر فرمائیں۔ انہوں نے کہا کہ جانور نے جانور کو مار ڈالا اس میں جانور کے مالک پہ نہ کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور نہ اس پر اس کی قیمت ہے جاؤ یہی رسولؐ اللہ سے کہہ دینا جب انہوں نے حضرت ابو بکر کا فیصلہ رسولؐ اللہ کو سنایا تو آپ نے حضرت عمر کے پاس بھیج دیا آپ نے بھی وہی فیصلہ کیا جو حضرت ابو بکر نے کیا تھا۔ جب اس شخص نے رسولؐ اللہ سے بیان کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اب علی بن ابی طالب کے پاس جاؤ اور ان کے سامنے اپنے مقدمہ کو پیش کرو چنانچہ یہ دونوں حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ارشاد

فرمایا کہ " کیا دونوں بندھے تھے ؟ انہوں نے کہا " نہیں " فرمایا " کیا دونوں کھلے تھے ؟ " کہا " نہیں " فرمایا " گائے بندھی تھی گدھا کھلا تھا ؟ " کہا " یہ صورت بھی نہ تھی " فرمایا " کیا گائے کھلی تھی گدھا بندھا تھا ؟ " انہوں نے کہا " جی ہاں یہی شکل تھی " فرمایا " تو پھر گائے کے مالک کے ذمہ گدھے کی قیمت واجب الادا ہے ۔ یہ سن کر رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا لقد قضی بینکما بقضاء اللہ ۔ علی نے تم دونوں کے درمیان وہی فیصلہ کیا ہے جو اللہ فیصلہ کرتا ۔ (مطالب السئول ص ۵ ۱۳ ارشاد مفید مناقب ج ۲ ص ۱۷۷ ط عراق ، ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۱۳۷) ۔

توضیح :- امام کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی صاحب مطالب السئول نے اس واقعہ کو تھوڑے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ جس وقت یہ مقدمہ رسول اللہؐ کے سامنے پیش ہوا ہے تو خاص خاص صحابہ رسول اللہؐ کے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے جب انہوں نے غلط فیصلہ کیا تب آنحضرتؐ نے حضرت علی سے فیصلہ کرنے کی فرمائش کی آخر میں اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ :-

" وفی ہذہ الواقعۃ بخصوصہا دلالۃ واضحۃ للناظرین وحجۃ راجحۃ عند المعتبرین وانہ لدی رسول اللہؐ امین مکین حیث قضاہ بحضرتہ وعندہ اعیان من الصحابۃ ثم قرر حکمہ

والفقة قضاءه وذالك علی ماذکرناه دلیل امین وفی متانة مکانتة فی العلم آیات للتموسمین"۔ (مطالب السئول ۸۵)۔ اس واقعہ میں خاص طور سے ناظرین کے لئے کھلی ہوئی دلیلیں ہیں اور صاحبان اعتبار کے لئے قابل ترجیح حجت ہے اس امر پر کہ علی بن ابی طالب رسول اللہ کے ایسے امین و معتمد تھے کہ آپ نے رسول اللہ کے محضر مبارک میں اور بڑے بڑے صحابہ کی موجودگی میں قضاوت کی اور رسول اللہ نے آپ کے فیصلہ پر امضا فرمایا اور یہ اس امر کی ایک مستحکم دلیل ہے جو ہم نے سابق میں درج کیا ہے (یعنی آپ صحابہ میں سب سے اعلم و افضل تھے) اور اس واقعہ سے صاحبان بصیرت کو آپ کے بے پناہ علم کا اندازہ ہوتا ہے۔

○

ایک ناقہ کے دو دعویدار

ایک ناقہ پر دو آدمیوں کا قبضہ تھا اور دونوں نے آپ کے سامنے اس کی گواہی پیش کی کہ اس چوپائے نے اس کے ہاں بچہ جنا ہے تب آپ نے دونوں سے کہا قسم کھاؤ! ان میں سے ایک نے تو قسم کھالی اور دوسرے نے انکار کیا۔ آپ نے قسم کھانے والے کے حق میں فیصلہ کردیا

اس پر کسی نے سوال کیا کہ اگر یہ ناقہ دونوں میں سے کسی کے قبضہ میں نہ ہوتا اور دونوں ثبوت پیش کرتے تب آپ کا کیا فیصلہ ہوتا؟ حضرت نے فرمایا: دونوں سے قسم لیتا اور قسم کھانے والے کو ناقہ دے دیتا اور اگر دونوں قسم کھا لیتے تو ناقہ کو ان دونوں میں آدھا آدھا بانٹ دیتا پھر انہوں نے پوچھا اچھا اگر ان میں سے ایک کے قبضہ میں ہوتا لیکن دونوں ثبوت پیش کرتے فرمایا ایسی صورت میں اس شخص کا مال ہوتا جس کا اس پر قبضہ ہوتا اور قسم بھی کھاتا (وافی ج ۳ ص ۱۳۸)۔

○

دو کشتیوں کا تصادم

فرمایا اگر دو کشتیاں آپس میں ٹکرائیں تو وہ کشتی جس نے ٹکر لگائی ہے ٹکر کھانے والی کشتی کے ضائع شدہ مال کی ضامن ہے مصدومہ کشتی ضامن نہیں ہے۔

(قضاوتہا ص ۷۵)

دو گھوڑوں کا تصادم

اسی طرح اگر دو گھوڑے آپس میں ٹکرا جائیں اور ایک ان میں سے ہلاک ہو جائے تو اس کا ہرجانہ اس کے ذمہ ہے جس کے گھوڑے نے ٹکر لگائی تھی۔ (وسائل۔ قضا و تہا ص ۱۷۵)۔

○

حضرت عمر کے خلاف مقدمہ

انس کہتے ہیں میں ایک دفعہ حضرت عمر کے ساتھ منیٰ میں تھا اتنے میں سامنے سے ایک اعرابی آیا اس کے پاس کچھ اونٹ تھے۔ حضرت عمر نے مجھ سے کہا کہ اس سے پوچھو کہ اونٹ بیچتا ہے میں نے پوچھا تو اس نے کہا ہاں بیچتا ہوں" یہ سن کر حضرت عمر اٹھے اور اس سے چودہ اونٹ خرید لئے اور مجھ سے کہا "اے انس! ان اونٹوں کو تھام لو۔ اس اعرابی نے کہا ان کے پالان و سرجیں اتار لو اور اونٹ لے جاؤ۔ یہ سن کر حضرت عمر نے کہا میں نے تو یہ اونٹ مع ساز و سامان کے لئے

ہیں آخر الامر فریقین نے اپنا معاملہ حضرت علیؑ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے فرمایا "اے عمر! کیا تم نے پالان و سرج کی شرط کی تھی۔ حضرت عمر نے کہا نہیں فرمایا تو پھر تمہارے صرف اونٹ ہیں باقی سامان اعرابی کا ہے۔ یہ سُن کر حضرت عمر نے انس سے کہا پالان اتار کر اعرابی کو دے دو اور خالی اونٹ اس سے لے لو۔ (بحار ج ۹ ص ۴۸۷، مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۱۸۵ ط عراق)۔

شکار کا فیصلہ

ایک شخص نے ایک طائر کو دیکھا اور اس کا پیچھا کیا یہاں تک کہ وہ جاکر ایک درخت پر بیٹھ گیا اس وقت ایک دوسرے شخص نے اس کا شکار کر لیا پہلے شخص نے مطالبہ کیا کہ شکار میں میرا بھی حصہ ہے کیونکہ میں نے اس کا تعاقب کیا ہے دوسرا بولا بلکہ میرا ہے کیونکہ میں نے شکار کیا ہے جب معاملہ حضرت کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے تعاقب کرنے والے سے فرمایا: تیرا نصیب اس طائر کو صرف دیکھنا تھا تو وہ تجھ کو مل گیا طائر شکار کرنے والے کا حق ہے۔ (قضاوتہا ۱۸)۔

میراث

بڈھے کی اولاد

علامہ شہیر سید محسن عاملی نے عجائب احکام میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک عورت کو حضرت عمر کے پاس لائے جس کے خلاف زنا کا الزام تھا کیونکہ اس کی شادی ایک پیر فرتوت سے ہوئی تھی جس کا انتقال حال جماع میں ہوا تھا۔ قضارا حمل قرار پاگیا اور وہ عورت ایک بچہ جنی۔ اس پیر مرد کے دوسری زوجہ سے اور بھی لڑکے تھے انہوں نے اس عورت کو پکڑ کر دربار خلافت میں پیش کر دیا اور کہا کہ یہ زنا سے بچہ جنی ہے اور اس کے خلاف گواہیاں بھی فراہم ہو گئیں چنانچہ خلیفہ نے اس کے رجم کئے جانے کا فیصلہ کر دیا اتنے میں پاس طرف سے حضرت علیؑ کا گزر ہوا آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا بات ہے لوگوں نے قصہ بیان کیا آپ نے پوچھا کہ "اس عورت نے تم سے یہ بیان کیا ہے کہ کس روز اس کی شادی ہوئی تھی اور کس روز موافقت عمل میں آئی اور کس وقت اس کے شوہر کی جان نکلی؟" لوگوں نے کہا جی ہاں! اس نے یہ سب بیان کر دیا ہے" فرمایا تو پھر" کل صبح کو اس کو میرے پاس لانا" جب وہ صبح کو آئی تو فرمایا اس کے بچہ کو بھی لاؤ چنانچہ

جب بچّہ بھی آگیا تو آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ اپنے ہم سن بچوں کے ساتھ کھیلے جب وہ کھیل کود میں مشغول ہو گئے آپ نے ایکبارگی بچّوں سے فرمایا "بیٹھ جاؤ!" بچے بیٹھ گئے پھر فرمایا "کھڑے ہو جاؤ!" سب بچّے کھڑے ہو گئے لیکن اس عورت کا بچّہ اپنے دونوں ہاتھوں کو ٹیک کر کھڑا ہوا حضرت نے ارشاد فرمایا یہ عورت زانیہ نہیں ہے یہ بچہ پیر مرد کا ہے آپ نے اس کو میراث دلوادی اور جن لوگوں نے اس عورت کے خلاف گواہی دی تھی ان کے متعلق حکم دیا کہ ان پر حد مفتری جاری کی جائے حضرت عمر نے پوچھا کہ "اے ابوالحسن! آپ نے یہ کہاں سے جانا کہ یہ بچّہ حلالی ہے؟" فرمایا "جب وہ کھڑا ہوا تو بوجہ ناتوانی اس نے اپنے دونوں ہاتھ ٹیک دیئے اس سے معلوم ہوا کہ اسی مرد پیر کی اولاد ہے" دشخص جو ان کے نطفہ میں قوت ہوتی ہے") (کافی، عجائب الاحکام، مناقب ج ۲ ص ۹۰ طعراق)۔

توضیح:- ظاہر ہے کہ حضرت نے اپنے علم لدنی کی بنا پر یہ مقدمہ فیصل کیا تھا اس لئے اس بچہ کے پیر مرد کی اولاد ہونے کی جو نشانی آپ نے بتلائی تھی وہ اس کی علت نہیں بن سکی تاکہ دوسرے مواقع پر اسی کو دلیل بنایا جاسکے۔

○

خون کی تاثیر

ایک دفعہ ایک لڑکے نے حضرت عمرؓ کے سامنے ایک ایسے شخص کی میراث کا دعویٰ کیا جو کسی دوسرے شہر میں مرا تھا اس نے دعویٰ کیا کہ مرنے والا میرا باپ تھا اس لئے مجھ کو اس کی میراث ملنا چاہئے لیکن چونکہ اس کے پاس اپنے دعوےٰ پر کوئی ثبوت نہ تھا اس لئے حضرت عمرؓ نے اس کی بات نہ مانی اور اسے دربار سے نکال دیا جب وہ مایوس ہو کر چلا تو راستہ میں حضرت علیؓ سے ملاقات ہوئی آپ نے اس کا واقعہ پوچھا تب اس نے اپنا پورا قصہ بیان کیا حضرت نے فرمایا آج میں وہ فیصلہ کروں گا جو خدائے متعال نے آسمانوں پر کیا ہے اور ایسا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا سوائے اس کے جس کو خود اللہ نے چنا ہو اور اس کو اپنے علم کا سرچشمہ بنایا ہو۔ اس کے بعد حضرت اس لڑکے کو لے کر مع حضرت عمرؓ کے اس کے باپ کی قبر پہ آئے اور حکم دیا کہ قبر کو کھودو جب قبر کھد گئی تو فرمایا اس مردہ کی پسلی کی ہڈی نکالو پھر اس لڑکے سے فرمایا کہ "اس ہڈی کو ناک سے لگا کر خوب سونگھو" جب اس نے ایسا کیا تو اس کے دماغ سے خون جاری ہو گیا تب آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ "اس

مرنے والے کی میراث اس لڑکے کو دے دو کیونکہ یہ اسی کا فرزند ہے"
حضرت عمر نے کہا "یا علی! صرف اس کی ناک سے خون جاری ہو جانے پر اس کو یہ مال دیدوں"! فرمایا "اے عمر! خدا کی قسم! یہ لڑکا اس میت کے مال کا تم سے اور ساری خلق سے زیادہ مستحق ہے" اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ یہ ہڈی دوسرے لوگ بھی اپنی ناک کے پاس لے جا کر سونگھیں جس طرح اس لڑکے نے سونگھا تھا" چنانچہ سب نے سونگھا مگر کسی کی ناک سے خون کا ایک قطرہ نہ ٹپکا۔ پھر آپ نے دوبارہ اس لڑکے سے کہا "تو سونگھ" اس نے پھر سونگھا اور دوبارہ خون جاری ہو گیا۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا:۔ انہ ابوہ فسلم الیہ المال واللہ ما کذبت ولا کذبت۔
یہ مرنے والا اس کا باپ ہے لہذا مال اس کے سپرد کر دو خدا کی قسم! نہ تو میں نے کبھی جھوٹ بولا ہے اور اس نے جس نے مجھ کو یہ علم دیا ہے۔

(مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۱۸۲ ط عراق)

○

ہاشمیہ وانصاریہ

ایک شخص کی دو بیویاں تھیں ایک انصار میں سے دوسری بنی ہاشم

میں سے اُس نے انصاریہ کو طلاق دے دی اور بعد میں مر گیا۔ حضرت عثمان کے سامنے وہ انصاریہ مدعی ہوئی کہ میں ابھی مرنے والے کے عدہ میں ہوں لہذا مجھ کو میراث ملنا چاہیئے اور اس نے بینہ بھی قائم کر دیا حضرت عثمان نے کہا کہ مجھ کو نہیں معلوم کہ کیا کرنا چاہیئے لہذا حضرت علی کے پاس یہ مقدمہ بھجوایا آپ نے فیصلہ کیا کہ انصاری عورت اس بات کی قسم کھائے کہ طلاق کے بعد سے اب تک اس نے تین حیض نہیں دیکھے ہیں اور وارث ہو جائے۔ حضرت عثمان نے ہاشمیہ سے کہا کہ تم بھی اپنے ابن عم کے فیصلہ پر راضی ہو؟ اُس نے کہا "کیوں نہیں حلف کھا لے اور وارث ہو جائے" لیکن اس عورت نے قسم مذکور نہ کھائی اور صرف ہاشمیہ وارث ہوئی۔

(بحار ج ۹ ص ۴۸۵۔ مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۱۹۳۔ ناسخ التواریخ ج ۳ ص ۷۳۷۔ ارجح المطالب ص ۱۲۶)۔

○

دو سر کا بچّہ

ایک دفعہ آپ سے ایسے بچہ کے متعلق سوال کیا گیا جس کے دو سر، دو سینہ ایک کمر تھی حضرت سے سوال کیا گیا کہ اس کو دو کی میراث ملے گی

یا ایک کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ سو جائے، اس کے بعد اس کے پاس آکر پکارو پس اگر دونوں ایک ساتھ بیدار ہوں تو ایک شخص سمجھا جائے گا اور ایک میراث ملے گی اور اگر ایک بیدار ہو دوسرا نہ ہو تو دو شخصوں کو میراث ملے گی۔

(بحار الانوار ج ۹ ص ۴۸۵ ۔ طرق حکمیہ ابن قیم ص ۵۲)

علامہ ابن قیم اس واقعہ کو لکھنے کے بعد تحریر کرتے ہیں ۔۔۔

"اگر کوئی کہے کہ ایسے بچہ کی تزویج کیونکہ عمل میں آئے گی تو میں کہوں گا کہ یہ وہ مسئلہ ہے جس کا کوئی ذکر میں نے کتب فقیہہ میں نہیں دیکھا ہاں! ابو جبلہ نے بیان کیا ہے کہ فارس میں میں نے ایک ایسی عورت دیکھی تھی جس کے دو سر دو سینے ایک کمر تھی اس عورت کی شادی ہو چکی تھی اور ایک دوسرے سے غیرت کرتی تھی۔ اب عملاً بر قیاس اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی شادی بھی اسی طرح ہو گی جس طرح عام عورتوں کی ہوتی ہے اور مرد دونوں فرجوں سے متمتع ہو گا کیونکہ یہ خلقت میں زیادتی ہے"

(انتہی کلامہ)

میں عرض کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا واقعہ میں اس مسئلہ کا جواب موجود ہے کیونکہ یہ بچہ یا دو کا مجموعہ ہے یا ایک ہے اور اس کو بیدار کر کے یہ جانا جا سکتا ہے جیسا کہ حضرت نے بتایا ہے، پس اگر ایک ہے تو قیاس

کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ موضوع ایک ہے اور اگر دو ہیں تو اس کا حل بھی امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے بتلا دیا ہے اور اتفاق سے خود علامہ ابن قیم نے اپنی اسی کتاب میں اس کو لکھا ہے ہم نے بھی اس کو بروایت علی نقی ابو تراب (جلد اول ص ۲۰۳) میں درج کیا ہے لیکن ہم اس وقت یہاں خود ان کی روایت سے نقل کرتے ہیں —

حضرت عمر کے پاس ایک دفعہ ایک ایسا انسان لایا گیا جس کے دو سر دو منہ، چار آنکھیں، چار ہاتھ، چار پیر، دو پیشاب کی جگہ، دو پاخانہ کے مقام تھے آپ سے پوچھا گیا کہ اس کو میراث کیونکہ دی جائے تو آپ نے حضرت علیؑ کو بلایا اور آپ سے اس کی بابت پوچھا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اس کو دو طرح سے حل کیا جا سکتا ہے: ایک یہ کہ یہ جب سو جائے تو دیکھنا چاہیئے کہ دونوں ایک ساتھ خراٹے لیتے ہیں تو ایک نفس ہیں اور اگر الگ الگ لیتے ہیں تو دو نفس ہیں۔ دوسری ترکیب یہ ہے کہ دونوں کو کھلایا پلایا جائے پس اگر دونوں ایک ساتھ پیشاب پاخانہ کریں تو ایک نفس ہے ورنہ دو نفس ہیں۔ (چنانچہ ایسا ہی کیا گیا) کچھ عرصہ کے بعد دونوں نکاح کے خواستگار ہوئے تب پھر حضرت علیؑ سے پوچھا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا اللہ کی جانب سے نہیں ہو سکتا کہ) فرج فرج میں ہو اور کوئی آنکھ دیکھ رہی ہو۔ پھر آپ نے فرمایا: اگر دونوں میں شہوت

آگئی ہے تو عنقریب یہ دونوں مر جائیں گے چنانچہ تھوڑا عرصہ گزرا تھا کہ دونوں تھوڑے وقفہ کے ساتھ مر گئے۔ (طرق حکمیہ ص۵۲)

○

ایک ماں اور بچہ کی میراث

جنگ جمل کے بعد حضرت کا گزر ایک طرف سے ہوا تو آپ نے دیکھا کہ ایک عورت کی نعش پڑی ہوئی ہے اور اس کے پاس ہی اس کا اسقاط شدہ بچہ بھی مرا پڑا ہے آپ نے کیفیت پوچھی تو بتلایا گیا کہ جنگ کو دیکھ کر اس کا حمل ساقط ہوا ہے اور اسی سے دونوں کی ہلاکت واقع ہوئی۔ پھر آپ نے پوچھا ان دونوں میں سے پہلے کون مرا؟ جواب ملا اس کا بچہ پہلے مرا۔ تب آپ نے اس عورت کے شوہر کو تلاش کر کے بلوایا اور اس بچہ کی دیت کے تین حصہ کئے ایک حصہ ماں کا رکھا دو حصہ شوہر کو دیئے، پھر ماں کے ۱/۳ حصہ کو دو حصوں پر منقسم کیا ایک شوہر کو دیا دوسرا ماں کے قرابت داروں کو دیا۔ اس کے بعد عورت کی دیت کا نصف بھی اس کے شوہر کو دیا باقی آدھا اس کے قرابت داروں کو دیا اور یہ سب دو ہزار پانچسو درہم تھے جو بصرہ کے بیت المال سے ادا کئے گئے۔

(مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۱۹۴، تاریخ التواریخ ج ۳ ص ۷۳۸)

غلام و کنیز کے مسائل

آقا کا قاتل

قاضی نعمان اپنی کتاب شرح الاخبار میں بیان کرتے ہیں کہ ایک غلام حضرت عمر کے پاس لایا گیا جس نے اپنے آقا کو قتل کر دیا تھا حضرت عمر نے غلام سے ضروری پوچھ گچھ کے بعد حکم دیا کہ اس کی گردن مار دی جائے۔ حضرت علی نے غلام کو اپنے پاس بلا کر پوچھا کہ تو نے اپنے آقا کو قتل کیا ہے اس نے اقرار کیا فرمایا "کیوں قتل کیا ہے؟ اس نے کہا کہ "وہ میرے ساتھ بدفعلی کرنا چاہتا تھا میں نے منع کیا مگر وہ نہ مانا آخر میں مجبور ہو کر میں نے اس کو قتل کر دیا"۔ حضرت نے پوچھا "کیا مقتول کو دفن کر دیا گیا ہے" اس کے وارثوں نے جواب دیا "جی ہاں" پھر حضرت نے خلیفہ سے فرمایا کہ "اس غلام کو قید کر دو اس سے کچھ نہ بولنا یہاں تک کہ تین روز گزر جائیں" اور مقتول کے وارثوں سے فرمایا "جب تین روز گزر جائیں تب میرے پاس آنا" چنانچہ جب تین روز کا عرصہ گزر گیا تو آپ کے پاس وہ لوگ پھر آئے آپ ان لوگوں کو لے کر حضرت عمر کا ہاتھ پکڑے مقتول کی قبر پر آئے اور حکم دیا کہ قبر کھود دی جائے قبر جب کھد چکی تو آپ نے حکم دیا کہ "اندر اتر کر میت کو لحد سے باہر لے آؤ" ان لوگوں نے

اٹھ کر جو دیکھا تو لحد میں کفن تو تھا لیکن میت ندارد تھی۔ یہ حال دیکھ کر آپ نے دو مرتبہ تکبیر کہی اور فرمایا نہ میں جھوٹ بولتا ہوں اور نہ وہ جس نے مجھ کو خبر دی ہے کیونکہ رسالت مآبؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بھی میری امت سے عمل قوم لوط کرے گا تو زمین اس کو مرنے کے بعد تین دن کی مہلت دے گی تیسرے روز وہیں پھینک دے گی جہاں قوم لوط ہے اور بروز قیامت انہی کے ساتھ محشور ہو گا۔ (مناقب ج ۲ ص ۱۸۶ نقلاً عن ابی القاسم الکوفی والقاضی نعمان فی کتابین۔ ناسخ التواریخ ج ۳ ص ۳۴۷)

غلام شوہر

ایک شخص نے اپنی کنیز سے ہم بستری کی جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا اس کے بعد اس کو اپنے سے جدا کر دیا اور اپنے غلام سے اس کا عقد کر دیا اس کے بعد آقا مر گیا۔ اب یہ کنیز آزاد ہو گئی کیونکہ اب اس کا لڑکا اس کے مالک کا وارث ہوا اور کنیز اپنے لڑکے کی ملک میں نہیں آسکتی اس لئے آزاد ہو گئی۔ اس کے بعد لڑکا بھی مر گیا اس لئے اب یہ اپنے لڑکے کی وارث شرعی ہوئی جن چیزوں کی وارث ہوئی ان میں اس کا شوہر بھی

تھا کیونکہ وہ پہلے اس کے مالک و شوہر کا غلام تھا اس کے مرنے کے بعد اس کے فرزند کی ملکیت میں آیا اس کے مرنے کے بعد خود اس کی ملک میں آگیا اب دونوں میں نزاع ہوئی مرد عورت سے کہتا تھا کہ میں تیرا واجب الاطاعت شوہر ہوں عورت کہتی تھی تو میرا غلام ہے جب یہ قضیہ حضرت عثمان کے سامنے پیش ہوا تو وہ بھی حیران ہوئے اور بولے واقعاً عجیب مشکل معاملہ ہے اس کو سوائے ابوالحسن کے اور کوئی حل نہیں کر سکتا ناچار آپ سے دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا اس غلام سے پوچھو کہ اُس نے اپنی بیوی سے اس کے وارث ہونے کے بعد جماع کیا ہے اس نے کہا نہیں۔ فرمایا خیر گذری ورنہ میں تجھ پہ حد جاری کرتا کیونکہ اب یہ تیری زوجہ نہیں رہی بلکہ مالکہ ہے۔ پھر آپ نے اس عورت سے کہا کہ اب تو اس غلام کی مالک ہے چاہے اس کو اپنی بندگی پر باقی رکھ چاہے آزاد کر دے چاہے بیچ ڈال۔ (مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۱۹۲ - ناسخ ج ۳ ص ۴۷ بحار ج ۹ ص ۴۸۴)۔

○

آقا کے امر سے اگر غلام کسی کو قتل کر دے

ایک شخص نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ وہ فلاں آدمی کو قتل کر دے

اس غلام نے اپنے آقا کے امتثال میں شخص مذکور کو قتل کر دیا حضرت نے حکم دیا کہ مقتول کے بدلہ میں آقا کو قتل کیا جائے۔ کیونکہ غلام کی حیثیت مثل آقا کے تازیانہ یا تلوار کے ہے۔

(مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۱۹۶، وافی جزو ۹ ص ۹۲)

شیخ الطائفہ علیہ الرحمہ نے مذکورہ بالا روایت کو مخالف نص قرآن "النفس بالنفس" گردانتے ہوئے تاویل کی ہے۔ ملا محسن فیض کاشانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس حدیث کے مخالف قرآن ہونے میں نظر ہے خصوصاً جب کہ حضرت نے خود توضیح و تعلیل فرما دی کہ غلام کی حیثیت اپنے آقا کے ہاتھ میں تازیانہ جیسی ہے اور وہ ایک آلہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ غلام غالباً کم عقل ہوتا ہے اور اپنے آقا کے ہاتھ میں اسیر ہوتا ہے اس سے ہر وقت خائف رہتا ہے آقا کو اس پر ہر قسم کا تسلط حاصل ہے یہانتک کہ اگر آقا اس کو قتل کر دے تو وہ غلام کے بدلہ قتل بھی نہیں کیا جا سکتا[1] لہذا ان حالات و مجبوریوں کے ہوتے ہوئے غلام کی حیثیت انتہائی کمزور ہے اور

---

[1] بلکہ صرف سو تازیانہ لگائے جائیں گے اور ایک سال قید کیا جائے گا اور اس سے غلام کی قیمت وصول کر کے صدقہ کی جائے گی۔

وہ مثل ایک بے جان آلہ کے ہے اس لئے اگر وہ آقا کے حکم کے بموجب کسی کو قتل کر دے تو صرف آقا ہی قدمہ ہوگا اور یہ مخالف قرآن نہ ہوگا۔

(واللہ العالم)

○

بیت المال کا غلام

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے بیت المال سے کچھ چوری کی۔ ایک ان میں سے بیت المال کا غلام تھا حضرت نے فیصلہ فرمایا کہ یہ شخص جو بیت المال کا غلام ہے یہ مال اللہ ہے اور بیت المال کا مال بھی مال اللہ۔ مال خدا نے مال خدا لے لیا لہٰذا اس پر حد نہیں ہے لیکن دوسرے پر حد شدید ہے۔

(الکافی - وافی ج ۹ ص ۶۳ نہج البلاغہ کلمات قصار ج ۳)

○

غلام کو بلا وجہ حد لگانے کی پاداش

فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے غلام کو اتنے تازیانہ مارے کہ وہ بحد حد

پہنچ جائیں تو اس عمل کا کفارہ یہ ہے کہ وہ غلام آزاد کر دیا جائے۔

(قضاوتہا ص ۱۶۹)

غلام کا قاتل

حضرت کے سامنے ایک ایسے شخص کا مقدمہ پیش کیا گیا جس نے اپنے غلام کو اتنے دکھ دیئے تھے کہ وہ مر گیا۔ آپ نے اس کو سو تازیانے لگائے اور اس سے غلام کی قیمت وصول کر کے غلام کی طرف سے خیرات کی پھر آقا کو ایک سال کے لیے قید بھی کیا۔ (وافی جز۹ ص ۹۳)۔

غلام مبعض کی سزا

غلام مبعض (یعنی جس کا نصف آزاد و نصف غلام تھا) نے زنا کیا تو حضرت نے فرمایا کہ اس کو نصف آزاد کی حد یعنی پچاس تازیانہ اور نصف غلام کی حد (یعنی پچیس تازیانہ) لگائے جائیں گے۔ (قضاوتہا ص ۱۶۲)

کنیز معض پر قذف کرنے کی سزا

ایک شخص نے اپنی کنیز کو آدھا آزاد کر دیا اس کے بعد اس پر زنا کی تہمت لگائی حضرت نے حکم دیا کہ اس مرد کو پچاس تازیانہ لگائے جائیں۔

(وسائل ج ۳ ص ۴۳۹)

○

عبد زناکار کی آدھی سزا

فرمایا اس کو نصف حد ماری جائے گی (پچاس تازیانہ) اگر پھر عود کرے تو پھر نصف حد ہو گی یہاں تک کہ آٹھویں مرتبہ قتل کر دیا جائیگا کسی نے سوال کیا کہ یا امیرالمومنین بندہ آٹھویں مرتبہ کیوں قتل کیا جائیگا درانحالیکہ آزاد اگر زنا کرے تو پہلی دفعہ قتل کیا جاتا ہے؟ فرمایا خداوند عالم نے غلام پر رحم کرتے ہوئے یہ نہ چاہا کہ وہ آزادی کی نعمت سے بھی محروم رہے اور شخص آزاد کی سزا بھی پائے۔ (قضاوتہا ۱۶۱)

○

عبدِ خطاکار کی پوری سزا

ایک غلام نے ایک مردِ آزاد پہ قذف (تہمت) کیا۔ حضرت نے حکم دیا کہ اس پہ پوری حد جاری کی جائے گی لوگوں نے کہا یا امیرالمومنین اس کی کیا وجہ ہے کہ چوری و زنا و شرب خمر میں اس پر پوری حد نہیں ہے فرمایا یہ حقوق الٰہی ہیں اللہ نے غلام پر سے اپنا نصف حق اٹھا لیا ہے لیکن انسانی حقوق اس کے ذمہ پورے ہیں اس لئے اس کی پوری حد ہے

(وسائل ج ۳ باب قذف - وافی ج ۲ ص ۵۷)

○

ایک شخص جو کنیز سے متہم ہوا

ایک شخص کو حضرت علیؑ کے سامنے پیش کیا گیا جس پہ الزام یہ تھا کہ اس نے اپنی زوجہ کی کنیز سے ہمبستری کی تھی اور وہ حاملہ ہو گئی تھی لیکن اس شخص کا بیان یہ تھا کہ میری زوجہ نے یہ کنیز مجھ کو ہبہ کر دی تھی جب زوجہ سے پوچھا گیا تو اُس نے انکار کیا۔ حضرت نے اس شخص سے

فرمایا کہ تو اسکے ہبہ ہونے پر بینہ پیش کرو ورنہ سنگسار ہو جائیگا۔ جب عورت نے یہ دیکھا تو گھبرا کر بول اٹھی کہ میں نے کنیز کو ہبہ کیا تھا اس وقت حضرت نے اس عورت پر حد قذف جاری کی۔

(وسائل ج ۳ ص ۴۲۷)

○

جان بچی لاکھوں پائے

ایک ایسی ہی عورت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے اپنے شوہر کی شکایت پیش کی کہ وہ اس کی کنیز سے زنا کرتا ہے حضرت نے فرمایا:۔

"ان کنت صادقۃ رجمناہ وان کنت کاذبۃ جلدناک"

اگر تو سچی ہے تو اس کو رجم کروں گا اور اگر جھوٹی ہے تو تجھ کو دُرے لگاؤں گا۔ یہ سن کر اس عورت نے اپنے ساتھیوں سے کہا مجھ کو واپس لے چلو اب سوائے گھر دیکھنے اور اندر ہی اندر سلگنے کے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ (مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۲۰۱)

○

كان علي يقول لو اختصم الي رجلان فقضيت بينهما ثم مكثا احوالا كثيرة ثم اتياني في ذلك الامر لقضيت بينهما قضاء واحدا لان القضاء لا يحول ولا يزول

(بحار ج ۹ ص ۴۸۱)

حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی نزاع میں دو شخصوں کے درمیان کوئی فیصلہ کروں پھر کئی سال کے بعد وہی مقدمہ میرے سامنے وہ دونوں پیش کریں تب بھی وہی فیصلہ کروں گا کیونکہ (الٰہی) فیصلہ میں تغیر و تبدل نہیں ہوا کرتا۔

○

فقہی باریکیاں

دقتِ فقہ کی ایک نادر مثال

ایک شخص اپنے غلام کو لے کر آپ کی خدمت میں آیا اور اس نے عرض کی کہ "یا حضرت! میرے غلام نے میری اجازت کے بغیر شادی کر لی ہے"۔ حضرت نے فرمایا "ان دونوں کے درمیان جدائی کر دے" اس نے غلام سے کہا "یا خبیث طلق امرأتک" اے خبیث اپنی بیوی کو طلاق دے، حضرت نے غلام سے فرمایا اگر تو طلاق دینا چاہتا ہے تو طلاق دے ورنہ نہ دے" یہ سن کر وہ شخص حیران ہوا اور اُس نے پوچھا "مولا! یہ کیا معاملہ ہے مجھ سے فرماتے ہیں ان میں جدائی ڈال دو اور غلام سے کہتے ہیں کہ چاہے طلاق دو یا نہ دو" فرمایا جب تو نے اس سے یہ کہا کہ "طلاق دے" اس کے معنی یہ ہو گئے کہ تو نکاح پر راضی تھا کیونکہ نکاح کے بعد ہی طلاق ہوتی ہے، لہٰذا اس کا نکاح صحیح ہوا اب اس کے بعد اس غلام کو اختیار ہے چاہے طلاق دے یا نہ دے۔ (بحار ج ۹ ص ۲۹۲)۔

○

عورت اگر یہ شرط کرے کہ امرِ طلاق اُس کے ہاتھ میں رہے

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ کے زمانہ میں ایک مرد نے ایک عورت سے عقد کیا اور اس سے یہ شرط کی اگر وہ کسی دوسری عورت سے شادی کرے یا اس عورت سے دوری اختیار کرے تو امرِ طلاق عورت کے ہاتھ میں ہوگا حضرت نے فرمایا اللہ کی شرط تمہاری شرط سے پہلے ہے بنا بریں اگر مرد چاہے تو اپنی شرط پوری کرے ورنہ اس عورت کی موجودگی میں دوسری عورت سے شادی کر سکتا ہے پھر آپ نے اس مرد سے فرمایا تو نے ایسے کو حق سونپا جو اس کا اہل نہ تھا۔ (وافی ج ۳ ص ۷۰)

نوٹ :- حضرت کے اس فیصلہ سے اس مسئلہ پہ روشنی پڑتی ہے کہ امرِ طلاق میں عورت مختار ہو سکتی ہے یا نہیں۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ شارع مقدس نے عظیم مصالح کے پیشِ نظر امرِ طلاق صلٰے آ نے مرد کی مرضی پہ رکھا ہے اور برخلاف دیگر مذاہب کے

عورت کو اس میں مجاز نہیں کیا ہے، البتہ نکاح سے قبل وہ بالکل محتار ہے جس مرد کے ساتھ چاہے اپنا رشتہ کرے ماں باپ اس کو مجبور نہیں کر سکتے یہانتک کہ حاکم شرع بھی ایک بالغ عورت کو کسی شخص کے ساتھ ازدواج کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا لیکن جب وہ اپنی مرضی و اختیار سے کسی کی بیوی بن جائے تو اب بغیر اپنے شوہر کے طلاق دیئے اس کی زندگی میں بند زوجیت کو نہیں توڑ سکتی کیونکہ اگر طلاق دینے کا اختیار مرد کی طرح عورت کو بھی تفویض کر دیا گیا ہوتا تو ذراسی ان بن میں عورتیں شوہر کو طلاق دے دیا کرتیں اور وہی ہوتا جو آج کل یورپ میں ہو رہا ہے اور اس طرح گھر بسنا مشکل ہوتا کیونکہ عورت اپنے شوہر سے جن امور پہ برہم ہوتی ہے وہ بہت معمولی ہوتے ہیں جس چیز سے عورت کو سب سے زیادہ چڑھ ہوتی ہے وہ سوت کا معاملہ ہے لہذا یا تو عیسائیوں کی طرح شرعی طور پہ دوسری شادی حرام کی جاتے اور اس طرح جو مصالح تعدد ازدواج میں ہیں وہ فوت ہو جاتے اور یا جب کبھی کسی شوہر نے دوسری شادی کی پہلی بیوی طلاق دے کر چلتی بنتی اور پھر وہی ایک بیوی رہتی جس سے پھر تعدد کا مقصد فوت ہوتا لہذا معلوم ہوا کہ حق طلاق عورت کو سونپنا نہ صرف نامشروع ہے بلکہ مقصد و حکمت شریع مقدس کے منافی ہے۔

بعض اصحاب کا کہنا ہے کہ اگر وقت نکاح صیغہ عقد میں عورت کو وکیل طلاق بنا دیا جائے تو پھر وہ بعد میں جب چاہے مرد کی گرفت سے خود کو آزاد کر سکتی ہے اور اس کی وکالت میں اپنے کو طلاق دے سکتی ہے اس میں علاوہ محذورِ مذکور کے بڑا اشکال یہ ہے کہ: طلاق کی وکالت اس وقت درست ہے جب طلاق درست ہو اور طلاق اس وقت متصور ہو گی جب نکاح ہو چکا ہو اور یہاں ابھی نکاح نہیں مکمل ہوا تو طلاق کیسی۔ یہاں پر اور بھی طویل الذیل ابحاث ہیں جن کا یہ محل نہیں اس لئے ہم نے اس مختصر تبصرہ پر اکتفا کی (مؤلف)

○

نکاح در عدہ

قاضی ابو یوسف و امام احمد روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے عدہ میں نکاح کیا تھا تو حضرت عمر نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا جائے اور مہر وصول کر کے داخل بیت المال کر لیا جائے کیونکہ میں باطل نکاح کے مہر کو جائز نہیں قرار دے سکتا پھر اس کے بعد فرمایا اب تم دونوں

ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے محروم ہو گئے۔ اس فیصلہ کی اطلاع جب حضرت علیؑ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا: اگر یہ لوگ سنت (قانون) سے ناواقف تھے تو مہر عورت کا حق ہے کیونکہ مرد نے اس پر تصرف کیا ہے، البتہ ان دونوں میں نکاح باطل ہونے کی وجہ سے جدائی ڈال دی جائے گی لیکن عدت کے ایام گزرنے کے بعد اس مرد کو بھی دوسرے مردوں کی طرح اس کی خواستگاری کا حق حاصل ہے اور پھر نکاح درست ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر منبر پر تشریف لے گئے اور اعلان فرمایا: جہل کی صورت میں اب تک جو امور خلاف سنت ہوئے ہیں ان کو موافق سنت کر لو پھر آپ نے حضرت علیؑ کے فرمان کے مطابق اس عورت کا فیصلہ صادر کیا۔ (مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۳۶۳ ط عراق - ذخائر العقبیٰ ص ۸۱ ط قاہرہ ارجح المطالب ص ۱۲۴ ط لاہور۔)

○

جماع قبل از عدت و بعد از عدت

فرمایا اگر کوئی شخص اپنی زوجہ سے بعد از طلاق و انقضائے عدہ مقاربت کرے تو حد زانی اس پر لگائی جائے گی اور اگر قبل از عدت

یہ فعل ہو تو کچھ نہیں ہوگا بلکہ یہ اس کا رجوع کرنا متصور ہوگا۔

(مستدرک ج ۲ ص ۲۲۶)

قذف کے بعد مقذفہ کو معاف کرنے کا اختیار نہیں

ایک شخص پر اس کی زوجہ نے زنا کی تہمت لگائی جب اس پر حد جاری کی جانے لگی تو زوجہ نے کہا کہ میں نے اس کو معاف کیا۔ حضرت نے فرمایا اب تیرا معاف کرنا فائدہ نہیں رکھتا اس کو حد لگائی جائے۔

(قضاوتہا ۱۶۵)

جماعت کو قذف کرنے کی تفصیل

فرمایا اس شخص نے جس جماعت پر تہمت لگائی ہے اگر ان کا نام لیا ہے تو جتنے نام لئے ہیں اتنی حدیں اس پر جاری کی جائیں گی اور اگر

نام نہیں لیا ہے تو صرف ایک حد جاری ہو گی۔ (فقہاد تہاص ۱۶۵)

مردے کہ مرد دیگر را در حال جماع ترسانید

حضرت حکم فرمود در بارہ مردیکہ مشغول جماع بود مردی بہ او صیحہ کرد و او را ترسانید تا این کہ مرد جماع کنندہ برخواست و آب منی خود او در خارج رحم ریخت کہ باید ثلث دینار با آنمرد جماع کنندہ بدہد۔

(فقہاو نہا ص ۱۶۵)

چھ ماہ میں بچہ

حفاظ نے بعجنہ بن عبداللہ جہنی سے روایت کی ہے کہ: ہم میں سے ایک شخص نے قبیلہ جہنیہ کی ایک عورت سے شادی کی، اس نے پورے چھ ماہ بعد ایک بچہ جنا، اس کا شوہر حضرت عثمان کے پاس شکایت لے گیا اور آپ نے اس کے رجم کئے جانے کا حکم دے دیا۔

یہ خبر جس وقت حضرت علیؑ کو پہنچی تو آپ نے ان سے کہا کیا کرتے ہو؟ اس پر حد نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: حملہ وفصالہ ثلاثون شہرا اس کے حمل اور دودھ بڑھائی کے تیس ۳۰ مہینہ ہوتے ہیں و نیز ارشاد فرمایا ہے والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں پس رضاعت کا زمانہ چوبیس ۲۴ ماہ ہوئے اور حمل کی (کم از کم) مدت چھ مہینہ ہوئی یہ سن کر حضرت عثمان نے فرمایا: قسم بخدا یہ میری سمجھ میں اب تک نہیں آیا تھا اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ وہ عورت پلٹائی جائے۔ مگر وہ اس وقت تک رجم کی جا چکی تھی۔ اس نے مرتے وقت اپنی بہن سے جو الفاظ کہے تھے وہ یہ تھے بہن افسوس نہ کر واس (شوہر) کے علاوہ کسی نے میرا ستر نہیں کھولا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ بچہ بعد میں جوان ہوا اور باپ نے اس کا اعتراف کیا، وہ بالکل اپنے باپ کی شبیہ تھا۔

(موطا امام مالک ج ۲ ص ۱۷۶۔ سنن کبری بیہقی ج ۷ ص ۴۴۲۔ تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۵۷۔ عمدۃ القاری عینی ج ۹ ص ۶۴۲۔ درمنثور ج ۲ ص ۴۰ ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۲۲۱ وغیرہ۔

نوٹ:۔ ایسا ہی ایک واقعہ حضرت عمر کے عہد میں بھی گزر چکا ہے جس کو ہم ابوتراب ج اہیں درج کر آئے ہیں مگر وہاں حضرت علی اس

عورت کی خوش قسمتی سے بروقت پہنچ گئے تھے (دیکھو ابو تراب ج ۱ ص ۱۶۲)

○

حسن طلب

حضرت عمر کے پاس ایک نوجوان عورت آئی اور اس نے حسب ذیل اشعار اپنی زبان پر جاری کیے :

مانتوی اصلحک اللہ واثوی لک اھلا

فی فتاۃ ذات بعل اصبحت تطلب بعلا

بعد اذن من ابیہا انتوی ذلک حلا

"یعنی اے امیر! خدا آپ کی اصلاح کرے اور آپ کے اہل و عیال میں اضافہ فرمائے (دعا دیتی ہے)، آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں ایک ایسی نوجوان عورت کے بارے میں جس کا شوہر موجود ہے پھر بھی وہ شوہر چاہتی ہے، اس کا باپ بھی دوسرا شوہر کرنے پر راضی ہے، کیا یہ دوسری شادی اس کے لئے حلال ہے ---- ؟"

یہ سن کر جو لوگ وہاں موجود تھے سب کہنے لگے بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے! لیکن حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا "تو اپنے شوہر کو لے کر میرے پاس آ"

جب وہ آیا تو آپ نے اس سے ارشاد فرمایا "اپنی عورت کو طلاق دے!" اُس نے بے چون وچرا حکم امام کی تعمیل کی۔ جب وہ طلاق دے چکا تو آپ نے ارشاد فرمایا "یہ عنین (نامرد) ہے" اس پر اس نے اقرار کیا۔ پھر آپ نے بغیر عدت گزرے ایک دوسرے شخص سے اس کا نکاح کر دیا۔ (مناقب ج ۲ ص ۱۰۲)۔

ہدیہ برائے حضرت عثمان

حضرت عثمان حج پر گئے تھے کہ کسی نے چکور شکار کیا اور اس کو پکا کر حضرت عثمان اور ان کے اصحاب کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا۔ حضرت عثمان نے تو اس کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھا لیکن دیگر اصحاب نے کھانے سے انکار کیا۔ حضرت عثمان نے فرمایا "بھائی! یہ ایک ایسا شکار ہے جو نہ ہم نے شکار کیا ہے اور نہ کسی دوسرے محرم نے شکار کیا ہے بلکہ اس نے شکار کیا ہے جو احرام میں نہیں ہے اور وہ ہم کو کھلا رہا ہے لہذا اس کے کھا لینے میں کیا حرج ہے؟ لوگوں نے کہا یہ سب ٹھیک ہے لیکن علی بن ابی طالب اس کو ناپسند کرتے ہیں

یہ سُن کر آپ نے حضرت علیؑ کو کسی کے ذریعہ بلایا اس وقت آپ اونٹوں پر نشان لگا رہے تھے اسی عالم میں آپ تشریف لائے درانحالیکہ آثارِ غضب چہرہ سے ہویدا تھے۔ حضرت عثمان نے ان سے کہا کہ: یا علی! آپ کثیر مسائل میں ہمارے خلاف چلتے ہیں!" یہ سن کر حضرت علیؑ نے لوگوں سے فرمایا: میں تم کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ ایک دفعہ رسولؐ اللہ کے سامنے جنگلی گدھے کا ایک حصّہ بھنا ہوا لایا گیا۔ اس وقت آپ حالت احرام میں تھے تو آپؐ نے فرمایا ہم لوگ احرام میں ہیں پس وہ ان کو کھلا دیا گیا جو حل میں تھے" جب حضرت نے یہ بات کہی تو بارہ صحابیوں نے اس کی گواہی دی۔ پھر آپ نے فرمایا: میں تم سے قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ کے پاس حالتِ احرام میں شتر مرغ کے پانچ انڈے لائے گئے تو آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ حالتِ احرام میں ہیں اور وہ بھی اہل حل کو کھلا دیئے گئے" اس پر بھی بارہ اصحاب نے گواہی دی۔ اس کے بعد حضرت عثمان اٹھ کر اپنے خیمہ کے اندر چلے گئے اور جو لوگ یہ ہدیہ لے کر آئے تھے ہدیہ انہی کے پاس چھوڑ دیا۔ (مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۰۰-۱۰۴، مناقب ج ۲ ص ۱۹۴، ناسخ التواریخ ج ۳ ص ۳۸۷، تفسیر طبری ج ۷، ص ۵۴، کتاب الام للشافعی ج ۷، ص ۱۵۷، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۹۴، کنز العمال ج ۳ ص ۵۳)۔

قسم کھلانے کا طریقہ

حضرت نے مظالم کے موقعہ پر اس قسم کی تعلیم دی ہے۔ قسم کھلانے والا کہے :-

اِنّی بَرِیٌٔ مِنْ حَوْلِ اللّٰہِ وَقُوَّتِہٖ اِنْ کَانَ کَذَا

یعنی میں اللہ کی طاقت و قوت سے باہر ہوں اگر یہ فعل اس طرح واقع ہوا ہو۔ کذا کی جگہ اس فعل کا ذکر کرے جس کا انکار ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اگر اس طرح سے جھوٹی قسم کھائی گئی تو جلد ہی عذاب الٰہی میں وہ شخص گرفتار ہو جائے گا برخلاف اس کے اگر کہا: باللہ الذی لا الٰہ الا ھو کان کذا۔ تو نتیجہ برآمد نہ ہو گا کیونکہ اس نے توحید کا اقرار کر لیا ہے (قفنا ، ۱۲)۔

یہاں پر امام جعفر صادق علیہ السلام کا ایک واقعہ درج کرنا خالی از فائدہ نہ ہو گا۔

امالی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ منصور عباسی نے اپنے حاجب ربیع سے کہا کہ جعفر بن محمد کو حاضر کرو خدا کی قسم میں ان کو قتل کر دوں گا ربیع کہتا ہے کہ میں نے کسی کو ان حضرت کے بلانے کے لئے بھیجا جب

آپ تشریف لائے تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی: "فرزند رسولؐ! آپ کو جو کچھ وصیت کرنا ہو کر لیں کیونکہ خلیفہ نے آپ کو قتل کرنے کی غرض سے بلایا ہے"۔ حضرت نے فرمایا "تم خلیفہ سے میرے داخلہ کا اذن لو جب حضرت اندر داخل ہوئے اور آپ کی نظر منصور پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ آپ کے لبوں کو جنبش ہے اور زیر لب کچھ پڑھ رہے ہیں جو نہی منصور کے قریب پہنچے وہ سروقد تعظیم کے لئے کھڑا ہوا اور معانقہ کیا اور اپنے پہلو میں اس نے جگہ دی اور کہا آپ کو جو کچھ ضروریات ہوں بیان فرمائیے آپ نے بعض مومنین کی درخواستیں جو مختلف مطالب پر مشتمل تھیں اس کو دیں جن کو پڑھ کر اس نے تمام کاموں کے کیئے جانے کا حکم نافذ کیا پھر اس نے کہا کہ آپ اپنی حاجت بیان فرمائیے تاکہ میں اس کو پورا کروں۔ آپ نے فرمایا: میری کوئی حاجت نہیں سوائے اس کے مجھ کو بیکار مت بلایا کرو اور زیادہ آزار نہ پہنچاؤ۔ یہ سن کر منصور نے کہا میں اس کے لئے مجبور ہوں کیونکہ میں نے سنا ہے کہ آپ ہمارے خلاف اموال و اسلحہ جمع کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم سے یہ کس نے کہا ہے؟ اس نے ایک بوڑھے شخص کی طرف اشارہ کیا کہ یہ اس خبر کا لادی ہے۔ حضرت نے اس پیر مرد سے پوچھا کہ تو نے یہ خبر خلیفہ کو پہنچائی ہے۔ پیرمرد نے جواب دیا "ہاں" فرمایا "تو قسم کھا سکتا ہے؟ اس نے کہا "جی ہاں"

آپ نے خلیفہ سے کہا کہ اس سے قسم کھلواؤ چنانچہ خلیفہ نے اس کو
قسم کھانے کا حکم دیا لیکن جونہی اس پیرمرد نے قسم کے الفاظ شروع کیے
آپ نے فرمایا: ٹھہر جا۔ پھر آپ نے منصور سے کہا کہ میں نے اپنے والد
بزرگوار سے اور انہوں نے اپنے والد علی بن الحسین علیہ السلام سے
اور اپنے جد امام حسینؑ سے اور انہوں نے حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام
سے سنا ہے کہ جو بندہ قسم کھانے سے قبل خدا کو اس کے صفات جلال و
کمال کے ساتھ یاد کرے اور اس کو عیوب و نقائص سے منزہ کرے
تو خداوند عالم اس کو عذاب عاجل نہیں کرے گا چاہے اس نے کیسی
ہی جھوٹی قسم کیوں نہ کھائی ہو کیونکہ اُس نے قسم سے پہلے خدا کی ثنا و صفت
بیان کی ہے۔ ہاں اگر اس کو قسم کھانا ہے تو میں جن الفاظ میں کہوں یہ کہکر
تیرے سامنے قسم کھائے اور اس کا نتیجہ دیکھیے۔ منصور نے کہا آپ کو اختیار
ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا یوں کہو: اِنِّی بَرِیٌ مِّنْ حَوْلِ اللّٰہِ وَقُوَّتِہٖ
وَ مُلْتَجِیٌ اِلٰی حَوْلِی وَقُوَّتِی اِنْ لَّمْ اَسْمَعْہُ مِنْہُ کَذَا۔ یعنی میں الٰہی
قوت و طاقت سے بری ہوں اور اپنی قوت و طاقت کے پناہ میں ہوں
اگر میں نے آپ سے یہ بات نہ سنی ہو۔ یہ سن کر اس پیرمرد نے کچھ
تامل کیا اس وقت منصور کے ہاتھ میں ایک عمود تھا اس نے پیرمرد کے
سر پہ وہ بلند کیا اور کہا جس طرح امام کہتے ہیں قسم کھا ورنہ تیرا سر پاش پاش

کر دوں گا۔ ناچار اُس نے امام کے بتائے ہوئے الفاظ قسم اپنی زبان پر جاری کیے لیکن ابھی پورے الفاظ ادا بھی نہیں ہوئے تھے کہ کتے کی طرح اس کی زبان باہر نکل آئی اور اسی وقت تڑپ کر مر گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ربیع کہتا ہے کہ اس وقت منصور نے مجھ سے کہا کہ خبردار اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہ کرنا ورنہ لوگوں کے خلاف ہونے کا اندیشہ ہے۔ جب حضرت گھر پر تشریف لے آئے تو ربیع حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے عرض کی کہ منصور نے تو آپ کو قتل کرنے کی غرض سے بلایا تھا یہ کیا تھا کہ آپ کو دیکھتے ہی اس کا ارادہ بدل گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کل رات میں نے اپنے جد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں فرزندم! تم کو منصور سے کوئی خطرہ ہے؟ میں نے عرض کی جی ہاں! فرمایا جب وہ تم کو بلائے اور تمہاری نگاہ اس کے اوپر پڑے تو یہ دعا پڑھنا۔ بِسْمِ اللّٰہِ اَسْتَفْتِحُ وَبِسْمِ اللّٰہِ اَسْتَنْجِحُ وَبِمُحَمَّدٍ اَتَوَجَّہُ اَللّٰھُمَّ ذَلِّلْ لِیْ صُعُوْبَۃَ اَمْرِیْ وَکُلَّ صُعُوْبَۃٍ وَسَہِّلْ لِیْ حُزُوْنَۃَ اَمْرِیْ وَکُلَّ حُزُوْنَۃٍ وَاکْفِنِیْ مَؤُنَۃَ اَمْرِیْ وَکُلَّ مَؤُنَۃٍ۔

(بحار الانوار جلد ۱۱ صفحہ ۱۵۲)

○

گونگے کو قسم کھلانے کا طریقہ

حضرت صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سے گونگے کو قسم دلانے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: حمد ہے اُس خدا کی جس نے مجھ کو اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھایا یہانتک کہ میں نے ان تمام چیزوں کو بیان کر دیا جن کی امت محتاج تھی۔ پھر آپ نے فرمایا قرآن کریم لاؤ۔ جب وہ لایا گیا تو گونگے سے کہا "یہ کیا ہے؟" اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا یعنی خدا کی کتاب ہے۔ پھر آپ نے قنبر سے فرمایا کہ دوات وکاغذ لاؤ اور اس پہ یہ الفاظ تحریر کیئے۔ "میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو مخفی و آشکار چیزوں کا جاننے والا ہے رحمان و رحیم ہے طالب و غالب ہے ضار و نافع ہے ہلاک کرنے والا اور پکڑنے والا ہے جو سر و علانیہ سے واقف ہے کہ فلاں بن فلاں کا مجھ پر کوئی حق نہیں ہے اور نہ کسی وجہ یا سبب سے اس کو مجھ سے کسی قسم کے مطالبہ کا حق پہنچتا ہے"۔ ان حروف کو کاغذ پر رکھنے کے بعد ان کو دھویا اور اس گونگے سے کہا کہ اس پانی کو پی لے۔ اُس نے پینے سے انکار کیا۔ تب آپ نے فرمایا کہ اس گونگے کی گردن پہ ڈین ثابت ہے۔ (قضا ص ۱۴۷)۔

فرار کی تدفین جائز نہیں

جنگ جمل و صفین و نہروان میں جب آپ اپنے کشتوں پر تشریف لاتے تو ان کو ملاحظہ کرتے جس کی جراحت پیچھے ہوتی اس پر نماز نہیں پڑھتے تھے جس کی جراحت آگے ہوتی اس پر نماز پڑھ کر دفن کر دیتے تھے۔ (قضا ص ۱۷۹)۔

فرار کی رہائی کے لئے فدیہ نہیں ہے

اصبغ بن نباتہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ میں اگر کچھ اسیر دشمنوں کے ہاتھ لگ جاتے تھے تو جو پس پشت زخمی ہو جاتا تھا آپ اس کو نہیں چھوڑاتے تھے فرماتے تھے یہ بھگوڑا ہے البتہ جس کا زخم آگے ہوتا اس کا فدیہ ادا کر کے اس کو چھوڑوا دیتے تھے۔ (قضا ص ۱۷۹)۔

نفسیاتی باریکیاں

غلام کی شناخت

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ کی حکومت کے دور میں ایک شخص اپنے غلام کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت کو گیا راستہ میں کسی بات پر اس نے غلام کو سزا دی جس پر وہ سرکشی پر آمادہ ہو گیا اور اُس نے اس شخص کی غلامی سے انکار کر دیا بلکہ اس کا مدعی بن بیٹھا کہ میں آقا ہوں اور تو غلام ہے۔ یہ جھگڑا دونوں میں جاری رہا کبھی آقا غلام کو تہدید کرتا تو کبھی غلام آقا کو یہاں تک کہ یہ دونوں لڑتے جھگڑتے وارد شہر کوفہ ہوئے اور آقا نے غلام سے کہا کہ اے دشمن خدا! آ میرے اور تیرے درمیان امیر المومنین فیصلہ کریں گے چل میں تجھ کو ان کے پاس لے چلوں۔ جب یہ دونوں حضرت کی خدمت میں گئے تو آقا نے کہا یا حضرت! یہ میرا غلام ہے میں نے اس کو سزا دی تو اس نے میری غلامی سے انکار کر دیا۔ غلام نے بہ کمال جسارت قسم کھائی کہ یہ شخص میرا غلام ہے میرے باپ نے اس کو میرے ساتھ سفر حج پر روانہ کیا تھا تاکہ یہ مجھ کو مناسک حج کی تعلیم دے مگر اب یہ میرے مال پر قبضہ جمانا چاہتا ہے اور خود آقا بن بیٹھا ہے۔“ آقا غلام کا یہ سفید جھوٹ دیکھ کر جل بھن گیا مگر غریب کے پاس

سوائے قسم کھانے کے اور کیا تھا لہٰذا وہ قسم کھا کر کہنے لگا کہ یا امیر المومنین! بخدا یہ غلام جھوٹا ہے۔ امیر المومنین نے فرمایا تم دونوں اپنی قیامگاہ پہ چلے جاؤ کل میرے پاس آنا اور جو سچ بات ہو وہی زبان پہ لانا۔ لوگوں نے آپس میں کہنا شروع کیا کہ آج وہ مقدمہ در پیش ہوا ہے جو کبھی پیش نہ ہوا تھا دیکھیں علیؑ بن ابی طالب اس کا فیصلہ کیونکر کرتے ہیں۔ جب دونوں غلام و آقا چلے گئے تو حضرت نے قنبر سے فرمایا کہ دیوار میں دو سوراخ بنا دو جن میں آسانی سے سر داخل ہو سکے قنبر نے امام کے حسب حکم دیوار میں دو سوراخ بنا دیئے۔ دوسرے روز صبح کو آپ نے قنبر سے کہا کہ میری تلوار تھام لو جب میں کہوں غلام کی گردن مار دو تو خبردار مار نہ دینا صرف ڈرانے کے لئے میں ایسا کہوں گا۔ اتنے میں آقا و غلام بھی آگئے حضرت نے ملاحظہ کیا کہ دونوں اب بھی اپنے انکار پہ باقی ہیں۔ تب آپ نے فرمایا اٹھو اور ان سوراخوں میں اپنا سر ڈال دو دونوں نے اپنے اپنے سر ان موکھوں میں ڈال دیئے۔ تب آپ نے حکم دیا کہ "قنبر! غلام کا سر تلوار سے اڑا دو!" غلام نے جونہی یہ الفاظ سنے فوراً اپنا سر موکھے سے باہر کھینچ لیا۔ اس وقت حضرت نے غلام سے فرمایا "تو تو کہتا تھا کہ میں غلام نہیں ہوں" اس نے کہا کیا کروں حضرت اس نے مجھ کو بہت مارا پیٹا اس لئے میں نے بھی اس کی غلامی سے انکار کر دیا"۔ حضرت نے اس کا یہ کلام سن کر تھوڑی

تادیب کے بعد اس کو آقا کے حوالہ کر دیا۔ اور فرمایا اگر آیندہ تنے یہ حرکت کی تو تیرا ہاتھ کاٹوں گا۔ (کافی، ناسخ التواریخ ج ۴ ص ۳۸، مناقب ج ۲ ص ۲۰۰)۔

○

ماں کی پہچان

خلافت حضرت عمر کے زمانہ میں ایک بچہ کے لئے دو عورتوں میں نزاع واقع ہوئی دونوں اس کی دعویدار تھیں درانحالیکہ کسی کے پاس بینہ نہ تھا حضرت عمر نے جب اس مقدمہ کو مشکل پایا تو ناچار حضرت علیؑ کی طرف رجوع کی حضرت نے ان دونوں عورتوں کو اپنے پاس بلایا اور دونوں کو کافی پند و نصیحت کی مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس وقت حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "اچھا! اگر تم نہیں مانتی ہو تو میں اس مقدمہ کا فیصلہ کئے دیتا ہوں" آپ نے حکم دیا کہ آری لائی جائے حضرت عمر نے پوچھا "آری کس لئے؟" فرمایا "میں اس بچہ کے دو حصہ کئے دیتا ہوں آدھا آدھا دونوں عورتوں میں بانٹ دوں گا" ان عورتوں نے جب یہ سنا تو ان میں سے ایک بول اٹھی کہ "خدا کے لئے یا علی ایسا نہ کیجئے گا میں نے اپنا آدھا حصہ بھی اسی

عورت کو بخشنا" لیکن دوسری عورت خاموش رہی کچھ نہ بولی۔ اس وقت حضرت نے ارشاد فرمایا "اللہ اکبر! یہ بچہ تیرا ہی ہے اگر اس دوسری عورت کا ہوتا تو اس میں بھی مہر مادری پائی جاتی یہ سن کر دوسری عورت نے اقرار کیا کہ یہ بچہ واقعاً اس کا نہیں ہے۔ حضرت عمر نے جب یہ عجیب فیصلہ دیکھا تو بہت مسرور ہوئے اور ان کی وہ پریشانی دور ہوئی جو اس مقدمہ کی وجہ سے درپیش تھی (ارجح المطالب ص ۱۲۸، مناقب ج ۲ ص ۱۸۰، ناسخ ۳/۵۷)

ماں کا انکار

حدائق! ابو تراب خطیب سے منقول ہے عاصم بن ضمرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک جوان کو مدینہ میں دیکھا کہ وہ فریاد کر رہا ہے "اے احکم الحاکمین! میرے اور میری ماں کے درمیان تو ہی حکم فرمانے والا ہے ادھر سے حضرت عمر کا گذر ہوا انہوں نے اس جوان سے پوچھا کہ "اے جوان! کیوں اپنی ماں کو کوس رہا ہے؟" اس نے جواب دیا کہ "اے مسلمانوں کے خلیفہ! میری ماں نے نو مہینہ مجھ کو اپنے شکم میں رکھا، دو سال دودھ پلایا، پالا پوسا اب جبکہ میں جوان ہو گیا تو مجھ کو نہ صرف اپنے گھر سے

نکال دیا بلکہ اب وہ میری فرزندی سے بھی انکاری ہے اور کہتی ہے کہ میں اس لڑکے کو پہچانتی تک نہیں۔" حضرت عمر نے اس سے پوچھا کہ "تیری ماں کہاں ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ فلاں مکان میں رہتی ہے" حضرت عمر نے اس کے حاضر کرنے کا حکم دیا تھوڑی دیر میں ایک عورت اپنے چار بھائیوں اور چالیس اہل قبیلہ کے جھرمٹ میں آن کھڑی ہوئی سب نے ایک ساتھ قسم کھائی کہ یہ لڑکی باکرہ ہے اور یہ نوجوان اس پہ اپنی فرزندی کا افترا باندھتا ہے تاکہ یہ اپنے قبیلے میں بدنام ہو" حضرت عمر نے اس جوان کی طرف رُخ کیا اور کہا کہ "اب تم کیا کہتے ہو؟" اُس نے کہا "بخدا یہ میری حقیقی ماں ہے جس نے نو مہینہ مجھ کو اپنے پیٹ میں رکھا ہے، دو سال تک اپنے پستان سے دودھ پلایا ہے، اب یہ مجھ کو اپنے پاس سے بھگا رہی ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا تیرے پاس کوئی ثبوت ہے؟ اس نے کہا نہیں پھر عورت سے پوچھا تو کیا کہتی ہے؟" اُس نے کہا "اے مسلمانوں کے خلیفہ! میں خدا اور رسولؐ کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ میں اس جوان کو پہچانتی تک نہیں، نہیں معلوم یہ کہاں سے آگیا ہے اور کس قبیلہ سے ہے مجھے تو یہ ایک انتہائی دروغ گو شخص معلوم ہوتا ہے جو یہ چاہتا ہے کہ مجھ کو میرے قبیلہ میں فضیحت کرے۔ میں ایک عفیفہ قرشی لڑکی ہوں ابھی تک میری شادی نہیں ہوئی ہے نہ مہر بکارت ٹوٹی ہے اور یہ ہے کہ میری فرزندی کا

ڈھونڈ رہا پیٹ رہا ہے۔" خلیفہ نے کہا کہ "آیا تیرے پاس گواہ بھی ہیں؟"
اُس نے کہا "کیوں نہیں یہ پورا گھر وہ میری صداقت پر گواہ ہے" پس
وہ چالیس نفر آگئے اور انہوں نے اپنی اپنی گواہیاں پیش کیں جن کو
سن کر خلیفہ نے فیصلہ کیا کہ اس جوان کو کوڑے لگائے جائیں چنانچہ خلیفہ
کے آدمیوں نے جوان کا ہاتھ پکڑ لیا اور کشاں کشاں لے چلے۔ راستہ میں
حضرت علی مل گئے جونہی اس جوان کی نگاہ آپ کے اوپر پڑی وہ چلایا
کہ اے ابن عم رسولؐ! میں ایک مظلوم جوان ہوں میری فریاد کو پہنچیئے"
حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "اس جوان کو عمر کے پاس واپس لے چلو"
جب جوان دوبارہ خلیفہ کے پاس آیا تو انہوں نے کہا کہ "اب اس کو
واپس کیوں لائے ہو؟" لوگوں نے جواب دیا کہ حضرت علی کے حکم سے
اس کو واپس لائے ہیں" اس وقت حضرت نے فرمایا کہ "اس جوان کی
ماں کو میرے پاس حاضر کرو!" جب وہ آئی تو حضرت نے اس سے پوچھا
کہ کیا کہتی ہے اس نے سابقہ بیان کا اعادہ کیا پھر آپ نے لڑکے سے
کہا کہ تو کیا کہتا ہے اس نے بھی وہی کہا جو پہلے کہا تھا تب آپ حضرت
عمر کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ "اجازت ہے کہ میں ان دونوں
کے درمیان حق فیصلہ کروں؟" حضرت عمر نے جواب دیا "سبحان اللہ!
میں کیونکر آپ کو روک سکتا ہوں درانحالیکہ میں نے رسول اللہ سے سنا

ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا "تم سب میں علی بن ابی طالب اعلم ہیں"
پھر حضرت نے اس عورت سے پوچھا "کیا تیرے پاس گواہ بھی ہیں جو
تیری بات کی شہادت پیش کریں؟" اُس نے کہا "کیوں نہیں یہ چالیس
نفر میرے گواہ ہیں" چنانچہ ان چالیس آدمیوں نے گواہی دی جس طرح
حضرت عمر کے سامنے دی تھی"۔ جب ان کی گواہیاں گذر چکیں تو حضرت
نے ارشاد فرمایا کہ "میں آج تمہارے درمیان ایسا فیصلہ کروں گا جس سے
خدا اور رسولؐ راضی ہو جائیں گے" پھر آپ اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے
اور ارشاد فرمایا کہ "تیرا ولی کوئی ہے؟" اس نے جواب دیا "یہ میرے
چاروں بھائی میرے ولی ہیں" حضرت نے ان سے پوچھا کہ "آیا تم لوگ
میرے اس فیصلہ پر راضی ہو جو میں تمہارے اور تمہاری بہن کے بارے
میں کرنے والا ہوں؟" ان لوگوں نے کہا جی ہاں! ہم سب راضی ہیں"
پھر آپ نے اس جوان سے کہا کہ "اے جوان! کیا تو اس پر راضی ہے
کہ میں تیرا باپ بن جاؤں اور حسن و حسین مثل تیرے دو بھائیوں کے
ہو جائیں" جوان نے جواب دیا "اس سے بڑھ کر میری خوش نصیبی اور
کیا ہو سکتی ہے" حضرت جب یہ تمام اقرار لے چکے تب آپ نے حاضرین
سے خطاب فرما کر ارشاد فرمایا:

"میں خدا کو گواہ کرتا ہوں اور حاضرین کو بھی شاہد بناتا ہوں کہ

میں نے اس عورت کو اس لڑکے کے حبالہ عقد میں چار سو درہم کے بدلہ دیا اور مہر بھی اپنی جیب سے ادا کرتا ہوں" یہ کہہ کر آپ نے قنبر کو حکم دیا کہ جاؤ درہم لے آؤ" قنبر گئے اور درہم لے آئے آپ نے وہ درہم لے کر اس جوان کے دامن میں ڈال دیئے اور فرمایا کہ وہ اس عورت کے دامن میں ڈال دے اور اس کا ہاتھ پکڑ کے اپنی رہائش گاہ میں لے جائے اور اس وقت تک نہ آئے جب تک غسل جنابت سے فراغت نہ پا جائے"۔ جونہی یہ فیصلہ عجیب اس عورت نے سنا تو اس کی چیخ نکل گئی اور اس نے کہا" الامان الامان یا ابن عم رسول اللہ (برادر رسول الامان) کیا آپ مجھ کو سراسر آتش جہنم کا کندہ بنانا چاہتے ہیں خدا کی قسم یہ لڑکا میرا ہی فرزند ہے"۔ حضرت نے فرمایا" تو نے پہلے کیوں نہ اقرار کیا؟" اس نے کہا کہ" اے برادر رسولؐ! میری کوئی خطا نہیں یہ سب کارروائی میرے بھائیوں کی ہے کیونکہ پہلے تو انہوں نے میری شادی ایک فرومایہ انسان سے کر دی جس سے میرے یہاں یہ بچہ متولد ہوا پھر میرا شوہر مر گیا جب یہ بچہ حد بلوغ کو پہنچا تو میرے بھائیوں اور دیگر اہل قبیلہ نے یہ طے کیا کہ اس بچہ کو اپنے خاندان سے الگ کر دیا جائے اور مجھ پر زور ڈالا میں نے ان کے خوف سے اس سے نفی کر دی تھی لیکن میرا دل اس پر کڑھ رہا تھا اور کمال رنج میں مبتلا تھی" یہ کہہ کر اس عورت نے اس لڑکے کا

ہاتھ تھاما اور چلتی بنی اس موقعہ پر حضرت عمر کی آواز بلند ہوئی ——
لولا علی لھلک عمر (مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۱۸۴، کافی، تہذیب،
طرق حکمیہ ابن قیم ص ۴۵، ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۳۲)۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے اسی واقعہ کو ایک دوسری روایت کی بنا پر ان الفاظ میں تحریر کیا ہے یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعہ ہوں۔

سلمان فارسی کہتے ہیں کہ ایک جوان حضرت عمر کے پاس آیا اور اس نے اس بات کا اظہار کیا کہ میری ماں نے میری فرزندی سے انکار کر دیا ہے وہ چاہتی ہے کہ میرے باپ کی میراث پر تنہا قبضہ کرے اس وقت میں انتہائی تنگ دستی کے عالم میں بسر کر رہا ہوں۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ اس کی ماں کو لایا جائے جب وہ آئی تو خلیفہ نے اس سے کہا کہ تو اس لڑکے کو اپنے سے کیوں جدا کرتی ہے؟" اس نے جواب دیا کہ لڑکا جھوٹا ہے میں تو ابھی باکرہ ہوں نامحرم کا ہاتھ بھی مجھ کو نہیں لگا ہے یہ لڑکا کہاں سے آگیا"۔ حضرت عمر نے کہا تیرے پاس گواہ ہیں؟" اس نے کہا "کیوں نہیں" پھر اس نے ہمسایہ کی عورتوں میں سے سات عورتوں کو پیش کیا

لہ اس جملہ کی پوری مزید شرح کتاب "ابوتراب در نظر ام المومنین واصحاب" میں بھی کی گئی ہے موشاء فلیراجعہ۔

جن کو اُس نے دس دس دینار رشوت کے دیئے تھے۔ ان عورتوں نے خلیفہ کے سامنے آکر جھوٹی گواہیاں پیش کیں کہ یہ عورت شادی شدہ نہیں ہے۔ یہ سن کر جوان آبدیدہ ہوا اور اس نے فریاد کی کہ "خدا کی قسم یہ عورتیں جھوٹ کہتی ہیں میرا باپ سعد بن مالک مزنی ہے قحط سالی کے زمانہ میں میں متولد ہوا ہوں شیر گوسفند سے میری پرورش ہوئی ہے میرا باپ سفر پہ چلا گیا تھا جو واپس لوٹ کر نہ آیا اور ادھر میں جوان ہو گیا کچھ عرصہ کے بعد میرے باپ کے مرنے کی خبر آئی میری ماں جب میرے باپ کے مرنے سے آگاہ ہوئی تو اس نے چاہا کہ میرے باپ کی میراث پر تنہا قبضہ کر لے اس لئے اس نے مجھ سے انکار کر دیا اب انتہائی مفلسی و بیچارگی کے عالم میں بسر کر رہا ہوں۔" حضرت عمر نے اس جوان کی روداد سن کر فرمایا کہ یہ وہ مشکل ہے جس کو صرف نبیؐ یا اس کا وصی ہی حل کر سکتا ہے آؤ علیؑ کے گھر پر چلیں"۔ چنانچہ خلیفہ مع اس جوان کے حضرت علیؑ کی دولت سرا کی جانب روانہ ہوئے راستہ میں وہ جوان روتا جاتا اور پکارتا جاتا تھا "اے ابن منزل کاشف الکروب" بندوں کی کرب و بیچینی میں کام آنے والے کا گھر کہاں ہے"۔ جب دونوں کے دونوں آپ کے گھر پہ پہنچے اور آپ سے واقعہ بیان کیا آپ نے ارشاد فرمایا "مسجد رسولؐ میں چلو میں ابھی آتا ہوں"۔ پھر آپ نے قنبر کو حکم دیا کہ اس جوان کی ماں کو حاضر کرو"۔ جب وہ

بھی آگئی تو حضرت مسجد میں تشریف لائے اور اس سے پوچھا کہ "کس لئے اپنے فرزند کی اپنے سے نفی کرتی ہے؟" اُس نے جواب دیا "یا حضرت! میں باکرہ ہوں فرزند ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا" حضرت نے فرمایا "بیہودہ مت بکو انا ابن عم المبں رالتمام انا مصباح الظلام" میں برادر رسولؐ اور اندھیروں کا اُجالا ہوں مجھ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے" مگر وہ خدا کی بندی ایسی ڈھیٹ نکلی کہ اپنی بات پر اڑی رہی اور اس نے کہا کہ "یا ابوالحسن! اگر آپ کو میری بات میں شک ہو تو قابلہ کو بلا کر میرا امتحان کروا لیجئے" حضرت نے حکم دیا اور ایک قابلہ لائی گئی جب وہ اس عورت کو خلوت میں لے گئی تاکہ اس کا امتحان کرے کہ باکرہ ہے کہ نہیں تو اس عورت نے بہ چالاکی اپنا سونے کا بازو بند کھول کر اس قابلہ کے آگے ڈال دیا تاکہ وہ جھوٹی گواہی دے عورت اس بازو بند کو لے کر چپکی باہر نکل آئی اور امیرالمومنینؑ کی خدمت میں اُس نے عرض کی کہ "جی ہاں یا علی! یہ عورت سچ کہتی ہے اس کو کسی نے مس نہیں کیا ہے"۔ امام نے یہ سن کر فرمایا "کذبت ایتھا العجوز! اے بڑھیا تو جھوٹ کہتی ہے" پھر آپ نے حکم دیا کہ اس بڑھیا کی جامہ تلاشی لی جائے جب تلاشی لی گئی تو اس کے پاس سے وہ بازو بند برآمد ہوا جس کو دیکھ کر تمام اہل مجلس کی زبان سے تکبیر کا نعرہ نکل گیا۔ پھر حضرت نے اس عورت (مدعیہ) کی طرف

رُخ کیا اور فرمایا کہ "اے عورت انا زین العابدین انا قاضی الدین میں عابدوں کی زینت ہوں میں دین کا قاضی ہوں میں یہ چاہتا ہوں کہ تیرا عقد اس جوان کے ساتھ کردوں اور تجھ سے خواہش کرتا ہوں کہ اس کو اپنی شوہری میں قبول کر" یہ سن کر اس عورت نے جواب دیا "کیا شریعت محمدی باطل ہوگئی" حضرت نے پوچھا "وہ کیسے؟" اُس نے جواب دیا "آپ چاہتے ہیں کہ میرے بیٹے کا مجھ سے نکاح کردیں" امام نے فرمایا "جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا" اے عورت تو نے اس سے قبل کیوں نہ اقرار کیا؟" اُس نے کہا کہ "اے حضرت! کیا کہوں کہ حب مال مجھ پر غالب آئی اور چاہتی تھی کہ تنہا اس میراث پر قبضہ کر لوں" آپ نے فرمایا اب بھی توبہ و استغفار کا دروازہ تیرے لئے کھلا ہے چنانچہ اُس نے توبہ کی اور حضرت نے ماں بیٹے کے درمیان صلح کرادی۔ (بحار الانوار ج ۹)

○

ریاضی باریکیاں

سترہ اونٹوں کی تقسیم

تین آدمیوں میں سترہ اونٹوں کی تقسیم پر نزاع ہونے لگی کیونکہ ان میں سے ایک کا نصف حصّہ تھا دوسرے کا حصّہ ثلث (۱/۳) تھا۔ تیسرے کا نواں حصّہ (۱/۹) تھا۔ سترہ کا عدد مذکورہ حصّوں پر بغیر کسر کے صحیح طور سے تقسیم نہیں ہو سکتا۔ جب کوئی چارہ کار باقی نہ رہا تو مجبوراً انہوں نے ایک اونٹ کو ذبح کرنا چاہا یہ معاملہ جب حضرت علیؑ کے سامنے پیش ہُوا تو آپ نے فرمایا تم اجازت دو تو میں بغیر اونٹ ذبح کیے فیصلہ کر دوں اور فیصلہ میں آسانی کرنے کے لئے اپنا ایک اونٹ تمہارے اونٹوں میں شامل کر دوں۔ ان لوگوں نے کہا کیا مضائقہ ہے چنانچہ آپ نے اپنا ایک اونٹ بھی ان سترہ اونٹوں میں ملا دیا۔ اب اٹھارہ اونٹ ہو گئے تب آپ نے پہلے سے فرمایا تمہارا حصہ نصف ہے اٹھارہ کا آدھا کتنا ہے اس نے کہا نو ۹۔ فرمایا "تم نو ۹ اونٹ اس میں سے الگ کر لو" اس نے نو ۹ اونٹ الگ کر لیے۔ پھر آپ نے دوسرے سے کہا "تمہارا حصّہ ثلث (۱/۳) ہے اٹھارہ کا ثلث کیا ہوا؟" اُس نے کہا "چھ" فرمایا "تم چھ اونٹ لے لو" چنانچہ اُس نے چھ اونٹ لے لئے

ازاں بعد تیسرے سے کہا "تمہارا مال نواں حصّہ ہے۔ اٹھارہ کا ۹/۱ کتنا ہوا؟" اُس نے کہا "دو" فرمایا تم دو اُونٹ لے لو یہ سب سترہ ہوئے اس کے بعد حضرت نے بھی اپنے حصہ کا اونٹ لے لیا۔ اور کسی کو شکایت نہ ہوئی۔ (ناسخ التواریخ ج ۳/ ۷۵۷)۔

○

آٹھ روٹیوں کا قِصّہ

دو شخص اکٹھا سفر پر روانہ ہوئے راستہ میں کہیں بیٹھے کہ باہم کھانا کھائیں ایک نے اپنے توشہ سے پانچ روٹیاں نکالیں اور دوسرے نے تین۔ اسی اثنا میں ایک شخص کا ان کے پاس سے گزر ہوا اور اُس نے ان پر سلام کیا انہوں نے اس کو بھی دستر خوان پہ دعوت دی چنانچہ وہ بھی بیٹھ گیا اور شریک طعام ہوا جب وہ کھا چکا تو اس نے اپنی جیب سے آٹھ درہم نکال کر ان لوگوں کے سامنے پیش کئے اور اپنے کھانے کا حساب چکانا چاہا۔ اب پہلے دونوں شخصوں میں ان درہموں کی تقسیم پر جھگڑا ہو گیا جس کی تین روٹیاں تھیں وہ یہ کہتا تھا کہ ہم کو یہ آٹھ درہم آپس میں آدھم آدھ تقسیم کرنا چاہیئے دوسرا کہتا تھا کہ تمہاری تین روٹیاں

نہیں اور میری پانچ لہٰذا اسی حساب سے پانچ درہم میرے تین تمہارے ہوئے جب یہ معاملہ حضرت علیؓ کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ بہتر ہے تم دونوں آپس میں صلح کر لو کیونکہ ایسی معمولی باتوں میں تم لوگوں کو نزاع کرنا زیب نہیں دیتا لیکن حضرت کی فہمائش کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا تب آپ نے تین روٹیوں والے سے کہا (جو شکایت لے کر آیا تھا) کہ اگر تو واقعی فیصلہ حق چاہتا ہے تو تجھ کو صرف ایک درہم ملے گا اور باقی سات درہم تیرے ساتھی کے ہیں۔" یہ سن کر وہ حیران ہوا۔ بولا "سبحان اللہ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے!" حضرت نے فرمایا "میں بتلائے دیتا ہوں، کیا تیری تین اور تیرے ساتھی کی پانچ روٹیاں نہ تھیں؟ اُس نے کہا "جی ہاں" فرمایا "آٹھ کو تین پر ضرب دو تو چوبیس ہوئے (چوبیس حصہ کرتے فائدہ آگے معلوم ہوگا) چونکہ تم کو یہ نہیں معلوم کہ کس نے زیادہ کھایا ہے اور کس نے کم اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ سب نے برابر کھایا ہے پس تو نے بھی آٹھ ثلث کھائے اور تیرے ساتھی نے بھی آٹھ ثلث اس تیسرے آدمی نے بھی آٹھ ثلث کھائے اب تیرا سہم نو ثلث تھا۔ کیونکہ تیری تین روٹیاں تھیں ہر ایک روٹی کے تین حصے کئے تو ۹ حاصل ہوئے (۳ × ۳ = ۹) تو نے جو آٹھ کھا لئے تھے اس کے بعد ایک حصہ تیرا باقی بچا تیرے ساتھی کی پانچ روٹیاں تھیں ہر روٹی کے تین حصے

کیے تو (۵×۳ = ۱۵) پندرہ ٹکڑے بنتے فرض مذکور کی بنا پہ تیری طرح آٹھ ٹکڑے اُس نے بھی کھائے سات ٹکڑے باقی بچے، یہ سات تیرے ایک ٹکڑے کے ساتھ مل کر آٹھ ہوئے جو تیرے شخص نے کھائے بس اس آدمی پہ تیرا ایک ٹکڑا صرف ہوا اس لئے تجھ کو ایک درہم ملنا چاہئے۔ اور تیرے ساتھی کے ۷ ٹکڑے تھے اس لئے اس کو سات درہم ملنا چاہئے۔ یہ سن کر اس نے کہا یا حضرت اب میں راضی ہو گیا (ذخائر العقبیٰ ص ۸۴، کافی)

○

علم الابدان کی باریکیاں

آنکھ کا قصاص

ایک دفعہ حضرت عثمان کے ایک غلام نے ایک اعرابی کو ایسا طمانچہ مار دیا کہ اس کی آنکھ پھوٹ گئی اس شخص نے حضرت عثمان کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کیا حضرت عثمان نے فرمایا "میں اس آنکھ کی دیت دیئے دیتا ہوں" اعرابی نے کہا میں دیت نہیں لینا چاہتا بلکہ آنکھ کے بدلہ آنکھ لوں گا" حضرت عثمان نے کہا کہ "دیت دوگنی کئے دیتا ہوں" مگر وہ پھر بھی راضی نہ ہوا اور کہنے لگا کہ "میں اس غلام کی آنکھ پھوڑے بغیر نہ مانوں گا" حضرت عثمان نے پریشان ہو کر یہ معاملہ حضرت علی کے سامنے پیش کیا آپ نے بھی اس سے یہی کہا کہ دوگنی دیت لے لے اور اس کو معاف کر دے مگر اس نے قبول نہ کیا تب آپ نے حکم دیا کہ تھوڑی روئی اور آئینہ لایا جائے جب یہ چیزیں آگئیں تو آپ نے روئی کو تر کر کے ضارب کی ایک آنکھ کے کناروں پر رکھا اور آئینہ سورج کے مقابل رکھ کے اس کی چھوٹ اس کی آنکھ پر ڈالی اور اس سے کہا کہ آئینہ میں نظر کرے یہ عمل اتنی دیر تک کیا کہ اس کی ایک آنکھ کی بصارت زائل ہو گئی اور ڈھیلا باقی رہا۔ (وافی جز ۹ ص ۹۹)۔

نگاہ کا امتحان

ایک شخص کے سر پر کسی نے چوٹ لگائی جس کی وجہ سے اس نے ادعا کیا کہ اس کی بینائی کمزور ہو گئی ہے حضرت نے اس کا امتحان اس طرح لیا کہ ایک انڈا اس کی آنکھ کے سامنے کیا اور پوچھا دیکھتے ہو اس نے کہا "ہاں" پھر اس کے بعد آہستہ آہستہ اس کو دور کرتے گئے اور پوچھتے گئے کہ دکھائی دیتا ہے؟ وہ کہتا گیا "ہاں دکھائی دیتا ہے"؟ یہاں تک کہ ایسی حد پر پہنچے کہ اس نے کہا اب نہیں دکھائی دیتا آپ نے اس مقام پر نشان لگا دیا۔ اس کے بعد آپ نے اس کو داہنی طرف موڑ دیا اور یہی عمل کیا یہاں تک کہ جہاں پر اُس نے کہا کہ اب دکھائی نہیں دیتا۔ وہاں پر بھی نشان لگا دیا۔ بعد ازاں بائیں طرف اُس کا رخ موڑا اور یہی عمل کیا اور آخری حد پر نشان لگا دیا یہی عمل چوتھی طرف بھی کیا پھر چاروں حدوں کو ناپا تو برابر نکلیں۔ فرمایا یہ سچ کہتا ہے۔ اگر جھوٹ کہتا تو ان حدوں میں اختلاف نکلتا۔ پھر آپ نے ایک شخص اسی کے سن و سال کا اس کی جگہ پر کھڑا کیا اور انڈا اس کی نظر کے سامنے رکھا پھر اس کو آہستہ آہستہ پیچھے کرتے گئے یہاں تک کہ اس شخص صحیح نے کہا اب نہیں دیکھتا وہاں پر

نشان لگا دیا اسی طرح چھ طرف کیا پھر آپ نے شخص مضروب کی حد نظر شخص صحیح کی حد نظر سے جتنی کم تھی اسی نسبت سے ضارب سے دیت لے کر اس کے حوالہ کر دی۔ (وسائل ج ۳ ص ۵۰۴، مستدرک ج ۳ ص ۲۰۵)

○

نفس شماری

ایک شخص نے دوسرے کے سینہ پہ مار دیا مضروب نے دعویٰ کیا کہ اس کی ضرب سے میری سانس بگڑ گئی ہے آپ نے فیصلہ کیا کہ اس کی نفس شماری کی جائے اور وہ اس طرح کہ سانس کبھی تو داہنے نتھنے میں رہتی ہے اور کبھی بائیں نتھنے میں رہتی ہے لیکن جو وقت پو پھٹتی ہے اس وقت سے لے کر آفتاب کے نکلنے تک داہنے نتھنے میں رہتی ہے لہذا فجر کے وقت سے سورج نکلنے تک مدعی کو بٹھا کر اس کی سانسیں گنو پھر دوسرے روز اس کے سن و سال کے انسان کی سانسیں بھی اسی طرح گنو اس کے بعد اگر مدعی کی سانسیں کم ہوں تو اسی کی نسبت سے اس کو دیت دے دو۔ (قضاص ۔ ۱۵)۔

○

بصارت ونطق وشامہ جانے کی شناخت

کتاب عجائب الاحکام میں ہے کہ کسی نے ایک شخص کے سر پہ ضرب لگائی جس کے بعد اُس نے اظہار کیا کہ میں نابینا و بہرا دیے شامہ ہو گیا جب حضرت علی علیہ السلام کے سامنے مقدمہ پیش کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ سچ کہتا ہے تو یہ تین دیتوں کا مستحق ہے۔ لوگوں نے کہا یہ کیسے معلوم ہو کہ یہ سچ کہتا ہے۔ فرمایا اس کی آنکھ کا امتحان اس طرح سے کیا جائے کہ وہ اپنی آنکھ قرص آفتاب کے سامنے کھولے اگر بینائی نہ ہو گی تو کھولے رکھے گا ورنہ بند کر لے گا، شامہ کی یہ شناخت ہے کہ روئی جلا کر اس کی ناک کے آگے رکھو اگر صحیح ہو گا تو روئی جلنے کی بو اس کے دماغ میں جائے گی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں گے اور سر کو دھویں سے ہٹا لے گا ورنہ نہ آنسو نکلیں گے نہ سر کو ہٹائے گا اور اس کی زبان کا امتحان یوں ہے کہ نوک زبان پر سوئی چبھوئی جائے اگر سرخ خون برآمد ہو تو تندرست ہے اور اگر سیاہ خون نکلے تو گونگا ہے۔ (وافی، کافی، طرق حکمیہ ۴۹)۔

○

مرد اگر عورت سے کہے کہ میں نے تجھ کو باکرہ نہیں پایا

حضرت نے فرمایا کہ اس عورت پر کوئی حد نہیں ہے کیونکہ بکارت کبھی اچھلنے کودنے سے بھی زائل ہو جاتی ہے۔

(قضاوتہا ۱۶۵)

○

عزل کنندہ کی اولاد

جابر بن عبداللہ انصاری روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی کی خدمت میں عرض کی کہ میں اپنی اہلیہ سے جب بھی ہم بستر ہوتا ہوں تو عزل کرتا ہوں اسی منصوبہ بندی پر عامل رہا ہوں لیکن اس کے باوجود وہ حاملہ ہو گئی ہے اور بچہ جنی ہے لہذا یہ بچہ میرا نہیں ہو سکتا" حضرت نے ارشاد فرمایا" بچہ تیرا ہی ہے کبھی ایسا ہوا ہے کہ تو نے اس سے نزدیکی کی ہو اور انزال و عزل کے بعد پیشاب کرنے سے پہلے دوبارہ جماع کر لیا ہو؟" اس نے کہا" جی ہاں ایسا ہوا ہے" فرمایا" بس اسی بنا پر

بچہ تیرا ہے۔" (مناقب ج ۲ ص ۱۹۸)۔

توضیح :- پیشاب کرنے کی صورت میں اجزائے منی بالکل خارج ہو جاتے ہیں اور مجرائے بول صاف ہو جاتا ہے اسی لئے قبل غسل جنابت استبرا یا بول کرنے کی تاکید ہے لہذا اگر شخص مذکور نے دوبارہ جماع کرنے سے پہلے ہمبستر پیشاب کر لیا ہوتا تو بچہ پیدا ہونے کا امکان جاتا رہتا لیکن جب ایسا نہ ہوا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ مجرائے بول میں باقی ماندہ اجزائے منی غیر شعوری طور پر عورت کے رحم میں منتقل ہو گئے اور حمل منعقد ہو گیا۔ (مؤلف)

○

خنثیٰ مشکل کا فیصلہ

ایک دفعہ قاضی شریح مجلس قضا (کچہری) میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص داخل ہوا اور اس نے کہا "اے قاضی! تخلیہ میں مجھ کو کچھ عرض کرنا ہے" چنانچہ قاضی شریح نے لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا اور کہا کہ اپنی حاجت بیان کرو اُس نے کہا کہ وہ بات یہ ہے کہ میں مردانہ و زنانہ دونوں آلہ تناسل رکھتا ہوں اب بتلائیے کہ میرا حکم کیا ہے میں اپنے کو

مرد سمجھوں یا عورت؟

"امیر المومنین حضرت علیؓ کے سامنے بھی ایک دفعہ ایسا ہی قضیہ پیش ہوا تھا مجھے یاد ہے۔ اچھا یہ بتلاؤ کہ پیشاب کس مخرج سے کرتے ہو؟ اگر مردانی شرمگاہ سے پیشاب آتا ہے تو مرد ہو ورنہ عورت ہو"
قاضی شریح نے جواب دیا۔

"جی پیشاب تو دونوں طرف سے آتا ہے"

"اچھا پہلے کس عضو سے منقطع ہوتا ہے؟ قاضی صاحب نے پھر سوال کیا۔

"دونوں عضووں سے ایک ساتھ ہی پیشاب رکتا ہے" اس شخص نے جواب دیا۔

"تمہارا معاملہ تو بڑا عجیب ہے!" قاضی شریح نے کہا

"جی! میں آپ کو اس سے زیادہ عجیب بات کی خبر دیتا ہوں"

"وہ کیا" شریح نے بہ اشتیاق پوچھا

"میرے باپ نے میری شادی ایک جوان سے کر دی کیونکہ اس کو خیال تھا کہ میں لڑکی ہوں لہذا میں نے فرائض زوجیت ادا کیے اور اللہ نے مجھ کو حاملہ بھی کر دیا۔ پھر میں نے کام کاج کرنے کے لئے ایک کنیز خریدی اس پر بھی میں نے تصرف کیا اور وہ بھی مجھ سے حاملہ

ہو گئی۔"

"(حیرت سے ہاتھ پر ہاتھ مار کر) واقعتاً اب تو یہ معاملہ حضرت علیؑ ہی کے سامنے پیش ہونا چاہیے کیونکہ اس کا فیصلہ میرے بس کی بات نہیں ہے"۔ قاضی شریح نے بڑی حیرت کا مظاہرہ کرنے کے بعد جواب دیا۔ یہ کہہ کر وہ اُٹھے اور اس شخص کو لیے ہوئے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے پورا قصہ بیان کیا۔ حضرت نے اس شخص کو بلایا اور اس سے پوچھا تو اس نے شریح کی بات کی تصدیق کی۔ پھر امام نے پوچھا کہ تمہارا شوہر کون ہے؟ اُس نے بتلایا کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے۔ تب آپ نے اس کو بلوایا اور اس سے اس کا قضیہ بیان کیا تو اُس نے بھی تصدیق کی۔ حضرت نے اس سے فرمایا: لانت اجرء من صائد الاسد۔ تم تو شیر کا شکار کھیلنے والے سے بھی زیادہ جرات رکھتے ہو کہ اس عالم میں اس سے مقاربت کر لیتے ہو۔ پھر آپ نے اپنے غلام قنبر کو حکم دیا کہ چار عورتوں کو مہیا کرو وہ اس کو تنہائی میں لے جائیں اور اس کا اوپری جسم برہنہ کر کے اس کی دونوں طرف کی پسلیاں گنیں۔ اس پر اس کے شوہر نے کہا کہ: میں اس شخص سے نہ تو عورتوں کے بارے میں مطمئن ہوں نہ مردوں کے بارے میں۔ تب امام خود اس کو تنہائی میں لے گئے اور اس کی پسلیوں کو گنا اور دوسری

روایت کی بنا پر آپ نے دو ثقہ عادل شخصوں سے کہا کہ اس کو ایک خالی مکان میں لے جائیں ایک آئینہ اس کے آگے رکھیں اور دوسرا اس کے مقابل اس طرح رکھیں کہ پہلے آئینہ کا عکس دوسرے آئینہ میں نظر آئے پھر اس سے کہیں کہ برہنہ ہو اور دوسرے آئینہ پر نظر کریں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور جو کچھ اس نے بیان کیا تھا ان دونوں نے بذریعہ آئینہ اپنی آنکھ سے اس کا مشاہدہ کیا تب آپ نے اس کی پسلیاں گننے کو کہا تو بائیں جانب ایک پسلی کم تھی۔ آپ نے فرمایا یہ مرد ہے اور نائی بلوا کر اس کے سر کے بال کٹوا دیئے اور فرمایا: جا کر ٹوپی وعبا و مردانہ جوتا پہنو۔ تم سے تمہارے شوہر سے اب کوئی تعلق نہیں رہا (بر بنائے روایت دیگر) اس کے شوہر نے کہا کہ یا علی! یہ آپ نے کیا کیا یہ میری چچازاد بہن ہے اور میری بیوی ہے آپ نے اس کو مردوں سے ملحق کر دیا یہ حکم آپ نے کہاں سے لیا۔ فرمایا: میں نے یہ حکم اپنے جد آدمؑ سے وراثت میں پایا ہے کیونکہ حوا آدم کی پسلی سے خلق کی گئی تھی اس لئے مردوں کی ایک پسلی کم ہے۔

(بحار الانوار ج ۹ ص ۵۰۴، قضا ۱۲۶، مناقب شہر آشوب ج ۲ ص ۱۹۷، ناسخ التواریخ ج ۳ ص ۷۳۸)

نوٹ:۔ خنثیٰ کے متعلق جو روایت درج ہوئی اسی مضمون

کی دوسری روایات بھی وارد ہوئی ہیں جن میں تھوڑا اختلاف پایا جاتا ہے مذکورہ روایت کی سند بھی ضعیف ہے اور خلاف واقع بھی ہے کیونکہ مرد و عورت کی پسلیاں مساوی ہوتی ہیں اس بنا پر فقہا نے مذکورہ روایت کے مقابلہ میں دیگر روایات کو ترجیح دی ہے ان روایات سے انہوں نے خنثیٰ کے متعلق جو فیصلہ استنباط کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اگر آلہ مردانہ سے پیشاب کرتا ہے تو مرد ہے اگر آلہ زنانہ سے پیشاب کرتا ہے تو عورت ہے اگر دونوں سے کرتا ہے تو دیکھا جائے گا کہ پہلے کس سے منقطع ہوتا ہے اگر اس پر بھی معلوم نہ ہو سکے تو اس خنثیٰ کو خنثیٰ مشکل کہتے ہیں اور اس کی میراث کا فیصلہ قرعہ پر ہو گا۔ بعض علما نے کہا ہے کہ اس کو نصف میراث مرد کی اور نصف عورت کی ملے گی۔ واللہ العالم۔

○

مردی و نامردی کی شناخت

ایک عورت نے حضرت علیؑ سے اپنے شوہر کے متعلق یہ شکایت کی کہ وہ نامرد ہے اور مجامعت پر قادر نہیں ہے حضرت نے جب مرد سے پوچھا تو اس نے انکار کیا حضرت نے یہاں پر چند فیصلے فرمائے ہیں

جو ہم بعینہٖ فارسی عبارت میں درج کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت امر کرد کہ زنان فرج زن را از خلوق آگندہ کنند درحالیکہ شوہرش آنزا انداند پس امر کرد کہ شوہر آن زن مقاربت کنند اگر ذکرش آلودہ بخلوق شد عنین نیست۔ (بحارج ۹ و مستدرک الوسائل ج ۲ بحوالہ کتاب قضا ص ۱۳۷)۔

۲۔ و نیز در این باب آنحضرت حکم فرمود چنانچہ در کتب مذکور است کہ زنی ادعا کرد شوہر من عنین است حضرت بقنبر دستور داد کہ آں مرد را در کتار نہر آب برد اگر بعد از آب نشستن مقدار ذکرہ ہماں اندازہ بود کہ پیش از رفتن در آب بود آں مرد عنین است اگر بہم پیچیدہ و جمع شد و کوچک تر شد از مقدار اول، زن دروغ گفتہ و مرد عنین نیست۔

(روافی۔ کافی بحوالہ کتاب قضا ص ۱۳۷)

۳۔ از عجائب الاحکام منقول است کہ در مثل ہم چنیں قضیہ حضرت حکم فرمود کہ آں شخص بر زمین بول بکند بعد از آں از قنبر فرمود کہ نگاہ کن اگر زمین سوراخ شد این قادر بہ اقتضاض است والا فلا۔

○

علمِ ھندسہ کی باریکیاں

بیڑی کا وزن

ایک غلام چلا جا رہا تھا جس کے پیر میں اس کے آقا نے فولادی
بیڑی پہنا دی تھی اس کی زنجیر کو دیکھ کر دو شخصوں میں آپس میں مباحثہ
ہو گیا ایک نے کہا کہ اس زنجیر کا وزن اتنا ہے اگر غلط نکلے تو خدا کی قسم
میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ دوسرے نے کہا نہیں اتنا وزن
ہے اگر میری بات غلط نکل جائے تو خدا کی قسم میری بیوی کو بھی تین طلاقیں!
اب یہ دونوں اس کے مالک کے پاس گئے اور اس سے فرمائش کی کہ اس
بیڑی کو غلام کے پیر سے نکال کر تول دے تاکہ آپس کی نزاع چک جائے
اس نے کہا میں نے ایک نذر کی ہے جب وہ پوری ہو جائے گی تب
یہ بیڑی کھلے گی اگر اس سے پہلے کھولوں تو خدا کی قسم میری بیوی بھی
تین دفعہ طلاق یافتہ ہے۔ اب فیصلہ ہو تو کیونکر ہو سب کے سب
پہلے تو دربار خلافت میں آئے اور پورا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عمرؓ نے
یہ فیصلہ کیا کہ تم دونوں ہی اپنی بیویوں کو طلاق دے دو کیوں تم نے
ایسی بیہودہ قسم کھائی مالک بیڑی کھول کر اپنی زوجہ کو طلاق نہیں دے گا
اب تو یہ دونوں بہت پریشان ہوئے آخر میں حضرت علیؓ کے پاس آئے

اور اپنا واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا کہ اس کا حل تو بہت آسان ہے غلام کو میرے پاس بلاؤ جب وہ آیا تو آپ نے حکم دیا کہ ایک طشت لایا جائے آپ نے اس میں تھوڑا پانی بھروا دیا پھر غلام کی بیڑی میں ایک ڈورا باندھا اور غلام سے کہا کہ اپنا پیر پانی میں ڈالے پانی میں جب پیر پڑا تو اس کی سطح اونچی ہو گئی آپ نے طشت کے کناروں پر جہاں تک پانی آیا تھا نشان لگوا دیا پھر اس ڈوری کی مدد سے اس بیڑی کو اونچا کر لیا جب بیڑی اوپر آ گئی تو پانی کی سطح نیچے اتر گئی پھر آپ نے فرمایا اس میں لوہے کا برادہ ڈالو یہاں تک کہ نشان تک پانی آ جائے چنانچہ جب لوہے کا برادہ ڈالا گیا تو پانی پھر اپنی پہلی سطح پر آ گیا آپ نے غلام سے فرمایا پیر نکال لے اور ان لوگوں سے فرمایا کہ جو اس برادہ کا وزن ہے وہی اس بیڑی کا وزن ہے۔ (تہذیب الاحکام۔ بحار ج ۹ ص ۴۶۵)۔

○

فولادی در کے تولنے کا طریقہ

ایک دفعہ بصرہ میں کچھ لوگوں نے ایک آہنگر کو ایک دروازہ بنانے کو کہا اور فرمائش کی کہ اس کا وزن اتنا ہونا چاہیئے جب وہ

عظیم الشان آہنی دروازہ بن کر تیار ہو گیا تو آپس میں اختلاف ہو گیا لوہار کہتا تھا کہ اس کا وزن پورا ہے اور یہ لوگ اس کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور نہ اس کے تولنے کے وہ آلات فراہم تھے جن سے آج کل استفادہ ممکن ہے بالآخر یہ معاملہ حضرت علیؑ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس دروازہ کو فرات کے کنارہ لے جاؤ اور ایک کشتی پر رکھو کشتی جتنی پانی میں ڈوب جائے اس پر خط کھینچ دو اس کے بعد دروازہ کو نکال لو پھر کشتی میں خرمے بھرنا شروع کرو یہانتک کہ کشتی دوبارہ اس حد تک غرق ہو جائے جہاں پر نشان لگایا ہے تب ان خرموں کو تول لو یہی وزن دروازہ کا ہو گا۔ (بحارالانوار ج ۹ ص ۴۹۲)۔

○

آئندہ پیشکش

ابوتراب (حصہ سوم)

مصداق

من عندہ علم الکتاب

مآخذ

۱- نہج البلاغہ

۲- کافی

۳- تہذیب

۴- وافی

۵- وسائل الشیعہ

۶- بحار الانوار

۷- مناقب شہر آشوب

۸- قصص الانبیاء

۹- ناسخ التواریخ

۱۰- فلک النجاۃ

۱۱- منتہی الآمال

۱۲- قضا امیر المومنین

۱۳- قضاوتہائے امیر المومنین

۱۴- صحیح بخاری

۱۵- سنن ابو داؤد

۱۶- سنن بیہقی

۱۷- کنز العمال

۱۸- مسند احمد بن حنبل

۱۹- طرق حکمیہ

۲۰- ذخائر العقبیٰ

۲۱- ریاض نضرہ

۲۲- مناقب خوارزمی

۲۳- مطالب السؤل

۲۴- تذکرۂ خواص

۲۵- ارجح المطالب

۲۶- قمر الاقمار

۲۷- تحفہ اثنا عشریہ

۲۸- منہاج السنۃ

۲۹- تفسیر طبری

۳۰- کتاب الام شافعی

۳۱- قاموس